مقالات

حصن المسلم

جلد اول

مؤلف
ندیم ایاز

مکتبہ دار الرحیل

فہرست

مختصر تعارف...5

تالیفات..7

(1) شرمگاہوں کی حفاظت جنت کی ضمانت 9

(2) کارانشورنس جائز یا ناجائز؟ 11

(3) ناجائز منافع خوری اور خیر خواہی ! 13

(4) یوم آزادی کیسے منائیں؟ 17

(5) سیرت و کردار سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ.....................21

(6) احسان کے معانی 26

(7) مختصر مسائل ِقربانی..42

(8) عیدالاضحی کے چند اہم مسائل 59

(9) جانوروں کی رسیاں تمہارے ہاتھوں میں 68

(10) رسول اللہﷺ کی طرف سے قربانی دو احادیث کی تحقیق...............77

(11) ذو الحجہ کےابتدائی دس دنوں میں کرنے والے کام 79

(12) عشرۂ ذو الحجہ کے فضائل..87

(14) کریڈٹ کارڈ کا شرعی حکم 93

(15) کیا صرف رمضان المبارک؟ 96

(16) صدقۃ الفطر ضروری احکام و مسائل 102

(17) حقیقت اختلاف مطالع ومسئلہ رُویَت ہلال.................................106
(18) ماہ رمضان احکام و مسائل 115
(19) الحاد کی طرف بڑھتا ہوا پاکستان 124
(20) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تاریخ و سیرت کے مطالعے کے چند رہنما اصول !..126
(21) کرنٹ اکاؤنٹ اور سیونگ اکاؤنٹ..131
(22) ماہ شعبان شریعت کے آئینے میں 135
(23) سپر اسٹورز کی انعامی اسکیموں کا حکم! 140
(24) ماہ رجب تعارف ، فضیلت اور بدعات کی حقیقت 142
(25) ویلنٹائن ڈے! بے حیائی کا عالمی دن اور ہماری ذمہ داری 146
(26) وہ دن جب راز کھولے جائیں گے..149
(27) کیا ایزی پیسہ اور جیز کیش آفرز استعمال کرنا جائز ہے؟...........151
(28) تصنیف کے لیے سازگار ماحول کا انتخاب 153
(30) کرائے کی ماں 157
(31) اسلامی ثقافت نہ تو عربی ہے نہ عجمی..163
(32) ماہ محرم اور محرّمات 171
(33) کیا حاجی پر عید کی قربانی کرنا واجب ہے؟ 177
(34) قربانی کی تعریف اور اسکا حکم...180
(35) عشرہ ذی الحجہ اور عیدِ قربانی...182
(36) رسول اللہ ﷺ کی معیت میں حج نبوی کا آنکھوں دیکھا حال..........186
(37) چوتھے دن کی قربانی کا مسئلہ...199
(38) قربانی کے فضائل و مسائل...203
(39) حج اور درسِ توحید 212
(40) ذو الحجہ کے پہلے دس دن کےفضائل واعمال 225

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مختصر تعارف

میں نے قرآن کریم قاری نورالامین صاحب کے پاس حفظ کیا آخری 4 پارے بنوری ٹاون میں ۱۱ دن میں حفظ کئے ۔ حفظ دور قاری ظاہرصاحب کے پاس کیا ، درس نظامی کی کتابیں شیخ عبدالوکیل صاحب ، عنایت اللہ صاحب، شیر عالم صاحب ، روح الامین صاحب ، عبدالروف صاحب ، ہاشم صاحب اور صدرا لشہید صاحب اور بھی علماء سے کتابیں پڑھیں میں ان سب کے لئے دعا گو ہوں ۔

دورہ تفسیر القرآن شیخ عبدالسلام رحمہ اللہ، شیخ امین اللہ صاحب ، شیخ افضل خان شاہ پور شیخ ، شیخ طیب صاحب ، شیخ امیر حسین باچا صاحب ، شیخ ولی اللہ رحمہ اللہ اور شیخ روح الامین صاحب سے کئے ۔

اتحاد المدارس مردان اور وفاق المدارس السلفیہ فیصل آباد سے درس نظامی کے امتحانات دئیے ۔ تجوید اور حفظ کی بھی وفاق سے امتحان دیئے اور سب کے سند حاصل کئے ۔ ادیب عربی کا امتحان دیا اور سند حاصل کی ۔

تقابل ادیان کے تمام کورسز کئے ۔ میٹرک میں سکول میں دوسری پوزیشن حاصل کی ۔ ہمارے گاوں میں میٹرک کا جو سب سے پہلا بیچ پاس ہوا اس میں میرے والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے پہلی پوزیشن لی تھی اور اب بھی ان کانام سکول میں پوزیشن لینے والوں کی لسٹ میں اول لکھا ہوا ہے ۔ میں نے علم نفسیات میں بی ایس کیا ، پاکستان انسٹیٹیوٹ آف منیجمنٹ سے انڈسٹریل اینڈ ارگنائزیشنل سائکالوجی میں ڈپلومہ کیا ،ہیپی لائف سائکولوجیکل سروسز سے چھ مہینے کا کورس کلینیکل سائکالوجی میں کیا ۔ کمپلیمینٹری تھراپیز میں ڈپلومہ سری لنکا سے ، این ایل پی اور ہپناسز کورسز سر ارسلان لاڑیک اور سر سدید مرزا کے ذریعے امریکن بورڈ آف نیورولنگویسٹک پروگرامنگ سے کیا ،پریسٹن یونیورسٹی سے ڈاکٹر عمران صاحب سے این ایل پی کے ایک سالہ کورس میں داخلہ لیا لیکن ایک سیمیسٹر کے بعد مکمل نہیں کرسکا ۔ ایم فل لیڈنگ ٹو پی ایچ ڈی نفسیات میں

داخلہ ہوا ایک سیمیسٹر کے بعد وہ بھی پورا نہ کرسکا، اب بھی میں ایک تین سالہ کورس کر رہا ہوں جس کا تیسرا سال جاری ہے اب دیکھنا ہے کہ یہ مکمل کرتا ہوں یانہیں ؟ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے آمین۔

کئی آن لائن کورسز مکمل کئے اور ایک خاصی تعداد میں سیمینارز اور ورکشاپس اٹینڈ کئے ۔

عمرہ کے سفر میں جدہ ، مکہ ۔ مدینہ اور خیبر کے علاقوں کی زیارت نصیب ہوئی الحمد للہ ۔ دبئ کے سفر میں ڈاکٹر ذاکر نائک صاحب کے تین روزہ پیس کانفرنس میں شرکت کی اور مختلف خوبصورت مقامات اور خصوصا ابوظہبی کی مشہور شیخ زید مسجد جانا ہوا۔

سات افراد بشمول عورتوں نے میرے ہاتھوں اسلام قبول کیا۔

13 مرتبہ خود دورہ تفسیر القرآن کے درس دئے مختلف مقامات پر ۔ اس کے علاوہ روزانہ کے دروس اور جمعہ کے خطبات اللہ تعالیٰ کی توفیق سے بے شمار ہیں ۔ مسجد ابراہیم میں پورے دس سال خطابت اور درس کے فرائض سرانجام دئیے۔

بہت سے طلباء اور طالبات نے مجھ سے قرآن و حدیث سیکھا میں ان سب کے لئے دعا گو ہوں یہ سب میرے اور میرے اساتذہ کے لئے صدقہ جاریہ ہیں ۔

تالیفات

(1) قرآنی دعائیں
(2) اللہ کے بندے مادہ پرست نہیں ہوتے
(3) اصلاح النساء
(4) طرق التفسیر
(5) قرآن مجید کی تفسیر کے اقسام
(6) المناهج المختلفة للمفسرين
(7) الكبائر التي ذكرها الإمام الذهبي
(8) اسلام سائنس اور الحاد
(9) ملحدین کے پچاس اعتراضات کے جوابات
(10) ملحدین کی اصلاح
(11) خدا کے بارے میں ملحدین کی پریشانی کا علاج
(12) پاکستان میں اسلامی دستور کے لیے علماء کے 22 متفقہ نکات
(13) أسهل طريقة لحفظ القرآن الكريم
(14) صحیفہ ہمام بن منبہ
(15) المعجم الصغیر للطبرانی
(16) پیغام مدینہ جلد اول
(17) پیغام مدینہ جلد دوم
(18) پیغام مدینہ جلد سوم
(19) پیغام مدینہ جلد چہارم
(20) پیغام مدینہ جلد پنجم
(21) پیغام مدینہ جلد ششم
(22) پیغام مکہ جلد اول
(23) مقالات حصن المسلم جلد اول
(24) مقالات سیرت جلد اول
(25) مقالات سیرت جلد دوم
(26) مقالات سیرت جلد سوم
(27) مقالات حصن المسلم جلد دوم
(28) مقالات حصن المسلم جلد سوم
(29) مقالات حصن المسلم جلدچہارم
(30) مقالات حصن المسلم جلد پنجم

(31) مقالات حصن المسلم جلد ششم
(32) مقالات حصن المسلم جلدھفتم
(33) مقالات حصن المسلم جلد ھشتم
(34) بے قرار دل کا قرار

(1) شرمگاہوں کی حفاظت جنت کی ضمانت

الشیخ حافظ محمد یونس اثری حفظہ اللہ

دین اسلام میں مرد و عورت دونوں کو ہی شرم گاہ کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے ، جیسا کہ سورہ نور میں پہلے مردوں کو حکم ہے کہ وہ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔ غض بصـــر اور شـــرم گاہوں کی حفاظت کا حکم دینے کے بعد مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

ذَٰلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ

النور – 30

” یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزہ ہے “۔

اس ســـے بڑا فائدہ کیا ہوســـکتا ہے کہ اس اہتمام کو پاکیزگی قرار دیا گیا یہی حکم اگلی آیت میں خواتین کو بھی دیا گیا کہ وہ بھی اپنی نظریں جھکا کر رکھیں ،شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور پردہ کریں ۔ (دیکھئے : سورہ نور : 31)

قرآن کریم میں ایک مقام پر آخرت کی کامیابی کے مستحق لوگوں کی صفات بیان ہوئیں جن میں سے ایک صفت یہ بیان ہوئی کہ :

وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ﴿٥﴾ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ﴿٦﴾ فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ

المؤمنون – 7/5
’’اور وہی جو اپنی شـرم گاہوں کی حفاظت کرنـے والـے ہیں۔ مگر اپنی بیویوں یا ان (عورتوں) پر جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ بنـے ہیں تو بلاشـــبہ وہ ملامت کیـے ہوئـے نہیں ہیں۔ پھر جو اس کے سوا تلاش کرے تو وہی لوگ حد سـے بڑھنـے والـے ہیں۔‘‘
مذکورہ آیات میں جن صـــفات کے حامل مومنین کو کامیابی اور جنت کی ضـمانت دی گئی ہے ان عظیم صـفات میں شـرمگاہوں کی حفاظت کرنا بھی شـــامل ہـے۔ ســـورہ احزاب میں وہ مومن و مســلمان مرد و خواتین جو دیگر صـفات کے سـاتھ سـاتھ شـرم گاہوں کی حفاظت کرنـے والـے ہوں ان کے بارے میں فرمایا :
اَعَدَّ اللّٰہُ لَھُمْ مَّغْفِرَۃً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا
الاحزاب – 35
یعنی اللہ تعالیٰ نـے ان کے لیـے مغفرت و اجر عظیم تیار کیا ہـے۔
ایک حدیث میں رسول اللہﷺ نـے فرمایا :
مَن يَضْمَن لي ما بيْنَ لَحْيَيْهِ وما بيْنَ رِجْلَيْهِ، أضْمَنْ له الجَنَّةَ.
صحیح بخاری – کتاب الرقاق – باب حفظ اللسان۔۔۔الخ / 6474
’’ جو شـخص مجھـے اپنی زبان اور شـرم گاہ کی حفاظت کی ضـمانت دے دے، تو میں اس کے لیـے جنت کا ضامن ہوں۔ ‘‘
ان دلائل سـے معلوم ہوا کہ شرم گاہوں کی حفاظت پر جنت کی ضمانت دی گئی ہے ، جبکہ اس کی حفاظت نہ کرنـے پر مثلاً بے حیائی ، فحاشـــی اور زنا کا ارتکاب کی مذمت بھی کی گئی ہـے۔ زنا کے لیـے تو دنیا میں بھی حد مقرر کی گئی ہـے۔ نبی کریم ﷺ نـے مومن کے بارے میں فرمایا کہ وہ فحاشی کا مرتکب نہیں ہوتا۔ (جامع ترمذی : 1977)
دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں کما حقہ اہل ایمان والـے اوصافِ حمیدہ اپنانـےکی ، فحاشـی سـے اجتناب اور شـرم گاہوں کی حفاظت کی توفیق عنایت فرمائـے۔
آمین

(2) کار انشورنس جائز یا ناجائز؟

الشیخ عثمان صفدر حفظہ اللہ

موجودہ دور میں جہاں تن آسانی اور سہولیات کی فراوانی ہے وہی کچھ چیزوں میں پریشانی اور نقصان کا اندیشہ بھی ہے۔جیسے تجارت میں نئی جہتیں اور طور طریقے رائج ہورہے ہیں تو وہیں مال یا سودے میں نقصان کے امکانات بھی بڑھتے جارہے ہیں۔ تجارت میں نقصان کے اِس پہلو کے پیشِ نظر اِس میدان میں ایک اور جہت کا اضافہ ہوا جو موجودہ دور کی تجارت میں جزوی طور پر رائج ہوچکا ہے جسے ہم ضمانت((Insuranceکے نام سے جانتے ہیں۔

انشورنس کامفہوم :

عام طور پر جس طرح کےتجارتی معاملات میں ہمیں انشورنس کی ضرورت پیش آتی ہے اُس میں گڈز انشورنس، میڈیکل انشورنس،کار انشورنس اور لائف انشورنس شامل ہیں۔اس کے علاوہ بھی کئی طرح کے معاملات میں انشورنس کی پالیسیاں آتی رہتی ہیں۔انشورنس کیا ہےاور یہ کہ اسے فراہم کرنے والے ادارے کس طرح کام کرتے ہیں یہ سمجھنا بہت ضروری ہے۔

مثال کے طور پر صارف ایک گاڑی خریدتا ہے جس کی قیمت تیس لاکھ روپے ہے ۔اب چونکہ گاڑی قیمتی ہے تو کسی حادثے کی صورت میں نقصان بھی زیادہ ہوگا اسی خدشے کے پیشِ نظر صارف کسی انشورنس کمپنی سے کار کی انشورنس پالیسی لے لیتا ہےجس میں ہوتا یہ ہے کہ کمپنی گاڑی کی قمیت کے حساب سے ایک پالیسی بناتی ہے اور صارف کو دے

دیتی ہے ۔گاڑی اگر تیس لاکھ کی ہے تو انشـــورنس دس لاکھ کی ہوگی جو کہیں دو ســال تو کہیں پانچ ســال تک کے لئے کارآمد ہوگی۔ اب یہ دس لاکھ کی رقم صارف کوطے شدہ مدت میں قسط وار دینے ہوگی ۔پھر خدانخواستہ اگر انشـــورنس کی مدت کے درمیان گاڑی کوکوئی حادثہ پیش آجاتا ہے تو صــارف کے انشورنس کلیم کرنے پر کمپنی صـارف کو دس لاکھ کی رقم ادا کرے گی چاہے صارف نے صرف چھ ماہ کی قسطیں ادا کی ہوں یا چار ماہ کی ۔ کمپنی صارف کو پورے دس لاکھ دینے کی پابند ہوگی۔
اسی طرح گڈز انشـورنس کا معاملہ ہے جس میں صـارف بیرونِ ملک سے کوئی چیز منگواتا ہے تو نقصان سے بچنے کے لئے اُس سامان پر انشورنس حاصل کرلیتا ہے۔بظاہر یہ سادہ سا معاملہ ہے جس میں کسی چیز کے نقصان کی پیشــگی ضـمانت حاصـل کی گئی ہے ۔اب اگر ہم شـریعت کے بیان کردہ اُصــولوں پر اِس معاملے کا جائزہ لیں تو ســمجھ آتا ہے کہ یہ معاملہ کســی طرح بھی جائز نہیں ہے ۔
سب سے پہلے تو یہ بات واضح ہونی چاہیئے کہ شریعت میں تجارت پر کسی قســم کے نقصــان ســے بچنے کے لئے پیشــگی احتیاطی تدابیر (risk management)اختیـار کرنے کی کوئی ممـانعت نہیں ہے ۔بلکہ اللہ رب العالمین نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:
وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ
البقرة – 195
اور(جان بوجھ کر) اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔
قرآن ِ کریم کی اِس آیت سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ احتیاطی تدابیر کو اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں ۔جبکہ انشورنس احتیاطی تدبیر والا معاملہ نہیں ہے اور علماء نے اِسے حرام قرار دیا ہےجس کی وجہ سُود ہے۔
انشورنس میں سود کا عنصر :
کسی بھی تجارت میں اگر ہم جنس چیز کا سودا ہورہا ہوتو اس میں قیمت ایک ہی ہونی چاہیئے، اُس میں فرق نہیں ہونا چاہیئے ۔مثال کے طور پر صـــارف نے کمپنی سے دس لاکھ روپے کی انشورنس لے لی اور قسطوں کی ادائیگی شروع ہوگئی، ابھی صـارف نے صـرف دولاکھ روپے کی رقم ہی اداکی تھی کہ صـارف کسـی حادثے کا شـکار ہوگیا ۔اب صـارف کی جانب سـے حادثے میں ہونے والے نقصــان کی تلافی کے لئے انشـورنش کو کلیم کیا گیا۔ آســان اور مختصـر الفاظ میں یوں سـمجھ لیں کہ صـارف نے انشـورنس کی مد میں صرف دو لاکھ روپے ادا کئے تھے لیکن حادثے کی وجہ سے کلیم کرنے پر اُس نے دس لاکھ روپے کمپنی سے وصول کئے جو کہ سُود ہے ،حرام ہے۔

انشورنس میں جُوّے کا عنصر :
پھر سُود کے علاوہ اِس میں جُوّے کا عنصر بھی شامل ہے ۔اور جُوّے کے بارے میں ہم نے گذشتہ ایک بیان میں بتایا تھا کہ جب دوفریق کسی تجارتی معاہدے میں شامل ہوں اور اُن دونوں میں سے کوئی بھی یہ نہ جانتا ہو کہ وہ نقصان میں رہے گا یا فائدے میں تو یہ جُوّا کہلائے گا۔
کار انشورنس میں بھی جُوّا اِسی طرح ہوتا ہے کہ صارف اور انشورنس کمپنی کے درمیان ایک معاہدہ ہوتا ہے لیکن دونوں میں سے کوئی یہ نہیں جانتا کہ کون فائدے میں رہے گا اور کون نقصان میں۔صارف اگر دس لاکھ روپے مکمل ادا کردیتا ہے اور اُسے انشورنس کلیم کرنے کی ضرورت پیش نہیں آتی تو وہ نقصان میں رہا ۔اِ س کے برعکس اگر وہ معاہدے کے ابتدائی ایام میں کسی حادثے کی وجہ سے انشورنس کلیم کرتا ہے تو کمپنی کو ایک یا دوو لاکھ کے عوض میں دس لاکھ روپے ادا کرنے پڑے جس کی وجہ سے کمپنی نقصان میں رہی اور یوں یہ معاملہ جُوّے کی شکل اختیار کر گیا۔
یہاں کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ دل کے اطمینان کے لئے ہے تاکہ دلی طور پر وہ مطمئن ہوں کہ کسی حادثے اور نقصان کی صور ت میں ان کے پاس کوئی متبادل حل ہے یا یہ کہ نقصان کے ازالے کی صورت ہے۔کسی بھی معاملے میں تالیفِ قلبی اور دلی اطمینان حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ وہ معاملہ حرام کردہ چیزوں کا نہ ہو، اُس میں اللہ رب العالمین کی معین کردہ حدود سے تجاوز نہ ہو،رب کی نافرمانی نہ ہو اور شریعت کی خلاف ورزی نہ ہو۔یعنی اگر کوئی یہ کہے کہ وہ اپنی جمع پونچی بینک میں اس لئے رکھوارہا ہے تاکہ وہ محفوظ رہے اور ساتھ ساتھ اُسے ایک معقول منافع بھی ملتا رہے تو یہ جائز نہیں ہوگا کیونکہ یہ سُود ہے ۔اسی طرح کار انشورنس ،گڈز انشورنس اور لائف انشورنس بھی سُود اور جُوّے کی وجہ سے حرام ہے۔جس سے شریعت نے ہمیں منع کیا ہے ۔البتہ میڈیکل انشورنس کا معاملہ دیگر انشورنس کے معاملات سے قدرے مختلف ہے جس میں جواز اور ممانعت دونوں طرح کی صورتیں موجود ہیں۔ جس کی تفصیل آئندہ مضمون میں بیان کی جائےگی۔ ان شاءاللہ
اللہ رب العالمین سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو نا جائز اورحرام تجارت سے محفوظ فرمائے اور حلال تجارت کو اختیار کرنے کی توفیق عطا ء فرمائے ۔ آمین

(3) ناجائز منافع خوری اور خیر خواہی !

الشیخ عثمان صفدر حفظہ اللہ

منافع خوری کے حوالےسے عرض یہ ہےکہ شریعت نے اس معاملے میں کوئی نصاب مقرر نہیں کیا، نہ ہی کسی قسم کی حدود کا تعین کیا گیا ہے۔کوئی بھی شخص ایک چیز دس روپے کی خریدتا ہے اور پھر اُس چیز کی قیمت بازار میں سو روپے ہوجاتی ہے تو وہ شخص بھی اپنے سامان کو سو روپے یا اس سے زائد میں فروخت کرسکتا ہے۔ شریعت میں ایسی کوئی پابندی نہیں کہ تاجر دس روپے میں خریدی ہوئی چیز کو سو روپے یا ایک سو پچاس روپے میں فروخت نہیں کرسکتا ۔ بلکہ وہ اپنی مصنوعات کو اپنی مرضی کی قیمت پر فروخت کرسکتا ہے۔لیکن آپ ﷺ نے مسلمانوں کو تجارت کے کچھ آداب سکھائے اورکچھ چیزیں ایسی ہیں جن کو مسلمانوں کی تربیت میں شامل کیا،جیسے سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "میں نے رسول اکرم ﷺ سے جن چند چیزوں پر بیعت کی ان میں سے ایک شرط یہ تھی:

النصح لکل مسلم

ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کروں ۔

اور خیر خواہی کیسے ہوتی ہے اس بات کا عملی مظاہرہ سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کر کے دکھایا،سیدنا جریر رضی اللہ عنہ نے ایک گھوڑ ے کا خریدنا چاہاتو گھوڑے کے مالک نے اُس گھوڑے کی قیمت دو سو درھم بتائی ۔ ہونا تو یہ چاہیئے تھا آپ وہ گھوڑا اُس قیمت پر خریدلیتے لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا ۔ اُس گھوڑ ے کو دیکھ کر آپ کو اندازہ ہوگیا تھا یہ گھوڑا اِس قیمت سے کہیں زیادہ کا ہے تو آپ نے اُس گھوڑے کے مالک

سے کہا کہ تمہیں اِس کی صحیح قیمت کا اندازہ نہیں ہے اس کی قیمت پانچ سو دِرھم ہے لیکن اُس وقت بھی سُودا مکمل نہیں کیا۔ پھر آپ نے اُس گھوڑے کی سواری کی اور اُس کے بعد کہا کہ یہ گھوڑا پانچ سو نہیں بلکہ آٹھ سو درھم کا ہے ۔ اور پھر آپ نے آٹھ درھم میں وہ گھوڑا خریدلیا۔
یہ مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کی ایک عمدہ مثال تھی۔ وہ خیر خواہی جس پر سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے بیعت کی تھی۔
ناجائز منافع خوری کی ایک صورت :
اگر کسی تاجر نے تجار ت کی غرض سے کوئی مال خریدا پھر اچانک کسی وبا ء یا آفت کی وجہ سے اُس کی طلب بھی بڑھ گئی تب اگر اُس نے مسلمانوں کی خیر خواہی کرتے ہوئے اُس چیز کو لوگوں میں کم قیمت میں مہیا کردیا تو یہ اُس کے لئے نیکی اور ثواب کا باعث ہوگا۔ جیسا کہ آج کل کرونا وائرس کی وباء ہے یا کبھی آٹے کا بحران آجاتا ہے تو کبھی چینی کا بحران ہو جاتا ہے ۔ کرونا وائرس میں ماسک کی قلت ہوگئی اور قیمت بھی بڑھ گئی یا دواؤں کی قلت ہوگئی اور قیمت کئی گنا بڑھ گئی جس سے وہ انتہائی مہنگے داموں بیچی جارہی ہیں۔تو یہ خیر خواہی کا معاملہ نہیں ہےکہ ضرورت کے وقت مجبوری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے قیمت کو کئی گنا بڑھا دیا جائے اور یہ جائز بھی نہیں ۔
ناجائز منافع خوری کی دوسری صورت :
اسی طرح ناجائز منافع خوری میں یہ چیز بھی آتی ہے کہ ایک شخص جان بوجھ کر کسی چیز کی ذخیرہ اندوزی کرے تاکہ مارکیٹ میں اُس چیز کی قلت ہوجائے اور پھر وہ ذخیرہ کئے ہوئے مال کو مارکیٹ میں لے آئے اور کئی گنا مہنگے داموں میں بیچے۔اس طرح کی ذخیرہ اندوزی صراحتاًحرام ہے۔البتہ اگر کوئی صرف تجارت کی غرض سے کوئی مال ذخیرہ کرتا ہے اور مارکیٹ میں اُ س کی قیمت خود ہی بڑھ جاتی ہے تو اُس چیز کو مارکیٹ کی قیمت کے مطابق بیچنے میں کوئی حرج نہیں۔لیکن بحیثیت مسلمان ہمیں خیر خواہی کا حکم دیا گیا ہے اور یہ بات عملاً ہمیں سکھائی گئی ہے۔ کیونکہ مال کی کثرت کی اہمیت نہیں ہے بلکہ مال میں برکت سب سے اہم بات ہے۔
مال میں کثرت کا فلسفہ :
کوئی شخص دس روپے کی چیز خرید کر سو روپے کی بیچتا ہے لیکن اُ س کے منافع میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی برکت نہیں ہوتی ۔ اور دوسری طرف ایک شخص دس روپے کی چیز خرید کر بیس روپے میں بیچتا ہے لیکن اُس کے منافع میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکت ہوجاتی ہے تو یقیناً

صاحبِ برکت شخص نے اصل فائدہ حاصل کیا۔ یہ ہی وہ فضل ہے جس کا ذکر اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا اور قرآن مجید میں فرمایا:

فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّـهِ

الجمعة – 10

زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔

اللہ رب العالمین کا فضل کثرت یا اضافے میں نہیں ہے بلکہ برکت میں ہے پھر چاہے وہ چیز تعداد میں کم ہی کیوں نہ ہو۔

اللہ رب العالمین سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو جائز منافع خوری اور حرام تجارت سے محفوظ فرمائے اور حلال تجارت کو اختیار کرنے کی توفیق عطا ء فرمائے۔ آمین

(4) یوم آزادی کیسے منائیں؟

الشیخ حافظ محمد یونس اثری حفظہ اللہ

1600ء میں برطانوی ایسـٹ انڈیا کمپنی کو جنوبی ایشـیا میں تجارت کی اجازت ملی تھی اور پھر تجارت کا سلسلہ شروع ہوگیا ، بعد ازاں دیکھتے ہی دیکھتے کمپنی کی نظریں تخت وتـاج پر آٹھہریں اور پھر ایـک طویل داســتان ہے کہ کس کس طرح کمپنی تخت و تاج پر براجمان ہوئی، کس طرح ہندوستان کی معیشت پر کنٹرول کیا گیا اور پھر ہندوستانی لگان دے کر رہنے لگے بلکہ قحط کے دنوں میں یہ لگان دگنا کردیا جاتا۔ 1857ء میں جنگ آزادی کا معاملہ رو نما ہوا تو اس کے بعد براہ راســت ہندوســتان برطانوی راج کے زیرنگیں آگیا ۔پھر تو انگریزوں کے مظالم کی نہ ختم ہونے والی داستان تھی ، جو ظلم و جبر اور سفاکیت کی بھیانک مثال تھی، یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہا حتی کہ برطانوی راج تقسیم ہند کی صــورت میں ختم ہوا اور بھارت و پاکستان کا قیام عمل میں آیا۔

ہندوستان کے موجودہ احوال جو مسلمانوں کے ساتھ رونما ہونے والے مظالم کی منہ بولتی تصاویر ہیں ، یہ حقائق اس بات کو سمجھنے کے لیے کافی ہیں کہ مســلمانوں اور ہندوؤں کا اکٹھے گزارہ مشــکل ہی نہیں ناممکن تھابنابریں قیامِ پاکســتان ســے قبل مســلمانانِ ہند مختلف النوع مشــکلات کا شــکار تھے ، ایک طرف بیان کردہ انگریزوں کی روش تھی تو دوســری

طرف اسی دور میں مسلمانوں کے لیے مزید تکلیف دہ معاملہ ہندوؤں کی اسلام دشمنی تھی ، جو کبھی لسانی تحریک کی صورت میں نظر آتی ہے جس کا مقصد ہندی کو سرکاری اور عدالتی زبان کے طور پر رائج کرنا تھا، کبھی سیاسی میدانوں میں مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لیے ہندوؤں کا انگریزوں کے ساتھ روابط مضبوط بنانا اور سیاسی فوائد اٹھانا، مسلمانوں کا سیاسی طور پر نظر انداز کیا جانا، متعصب ہندو لیڈروں کی متعصبانہ سرگرمیاں ، انتہا پسند ہندو تحریکیں نتیجتاً مسلم ، ہندو فسادات وجود میں آئے ، اس قسم کے واقعات سے دو قومی نظریہ کھل کر واضح ہوگیا اور پھر آل انڈیا مسلم لیگ کی سیاست کا مرکزی نکتہ دو قومی نظریہ ہی رہا جو آگے چل کر تحریک پاکستان کی صورت اختیار کرگیا۔ پھر وہ دن بھی مسلمانوں نے دیکھا کہ لاکھوں قربانیاں دے کر ایک آزاد ریاست وجود میں آئی جس میں صرف اللہ رب العالمین کی حاکمیت کو بنیاد بنایاگیا، جسے اسلامی جمہوریہ پاکستان کہتے ہیں۔

آج اللہ رب العالمین کا جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے کہ آج ہم ایک آزاد اور اسلامی ریاست میں زندگی بسر کررہے ہیں۔ خود احتسابی کی بات کی جائے تو ایسا لگتا ہے کہ ہمارا اس ملک سے تعلق اس قدر رسمی و سطحی ہے کہ 14 اگست کو چند جذباتی کاموں ، نعروں کو عین ذمہ داری سمجھتے ہوئے بجالاتے ہیں اور پھر پورا سال ہر طبقہ ملک کو اپنے حصے کا نقصان پہنچانے پھر نقصان کی ذمہ داری کسی اور پر ڈالنےکی ''ذمہ دارانہ '' روش میں مصروف رہتا ہے ، اس لیے راقم بنیتِ اصلاح و خیر خواہی یومِ آزادی کے موقع پر اس طرف توجہ دلانا چاہتا ہے کہ ہم فرق کریں کہ ہمارے کرنے کے کام کون سے ہیں اور چھوڑ دینے کے کام کون سے ہیں ؟

یوم آزادی اور کرنے کے کام

بحیثیت مسلمان اور سچا محبِ پاکستان اور ذمہ دار شہری کے کچھ کام بالخصوص یوم آزادی کے موقع پر کرنے چاہییں جنہیں یہاں بیان کیا جارہا ہے۔

۱۔اللہ تعالیٰ کا شکر :

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے کہ خالصتاً اس کی توفیق اور مدد کے ساتھ ہی ایسا ممکن ہوا کہ آج ہم دین اسلام کے احکام کو مکمل طور پر آزادانہ انداز میں اپنا سکتے ہیں اور اس ملک میں رہنے والے کسی پاکستانی کو کوئی غیر مسلم ہندو یا انگریز اپنے تعصب کا نشانہ نہیں بناسکتا، یہاں ہماری عورتوں کے حجاب نہیں چھینے جاسکتے ، ہماری مساجد کو نقصان نہیں پہنچایا جاسکتا ، محض اس قصور میں کہ وہ مسلمان

ہے اس کی جان نہیں لی جاسکتی۔ پھر یہ مملکت ہر قسم کی خداداد نعمتوں اور صلاحیتوں کی حامل ہے ، اس عظیم نعمت پر ہم اپنے رب کا شکر ادا نہ کریں یہ انتہا درجے کی ناشکری ہے جو ایک مسلمان کے شایانِ شان نہیں۔

۲۔ دعائیں

اللہ تعالیٰ سے خوب دعائیں التجائیں کی جائیں کہ اللہ اس ملک کو تا قیامت خوشحال رکھے اور ہر قسم کی سازش و حسد اور دشمنی سے محفوظ رکھے۔ اللہ رب العالمین اس ملک کے محافظوں کی مدد فرمائے اور اس کے دشمنوں کو نیست و نابود کردے اور دنیا کے لیے عبرت بنادے۔ اس ملک کو صنعت و حرفت اور زراعت سمیت ہر قسم کی دولت سے مالا مال فرمادے۔ ہمارا ملک اس وقت جس قسم کی مشکلات میں گھرا ہو ہے ، یااللہ خصوصی مدد فرما کہ ان مشکلات سے کلی طور پر نجات حاصل ہو۔ آمین

۳۔ خود احتسابی

ہر شخص ذمہ دارشہری ہونے کی حیثیت سے اپنا جائزہ لے کہ اس کا طرزِ زندگی اور معاملاتِ زندگی ملک کے مفاد میں ہیں ، یا نقصان دہ ہیں۔ اس ملک کی تعلیم ، معاشرت ، معیشت و اقتصاد ، عائلی زندگی ، اجتماعی زندگی ، قانون کی بالادستی ، میڈیا کی آزادی ، عوام کی فلاح و بہبود ، زراعت ، صنعت و حرفت سمیت ان تمام میدانوں سے جڑے میرے معاملات ملکی مفادات و ترقی میں اپنا حصہ ڈالنے کے مترادف ہیں یا ملک کو نقصان پہنچانے کے مترادف ہیں؟؟؟

۴۔ درست سمت کا تعین

خود احتسابی کے بعد درست سمت کا تعین کیا جائے اور نئے عزم کے ساتھ اپنی ذات سے ملکی بہتری میں اپنے حصے کا کام کیا جائے ۔

۵۔ اچھا مسلمان ہی اچھا شہری ہے

جب درست سمت کے تعین اور ملکی بہبود میں ذاتی حصہ ڈالنے کی بات آتی ہے تو اس کا سب سے اہم اور سب سے مرکزی اصول یہ ہے کہ ہم اچھے مسلمان بن جائیں ، اس لیے کہ ایک اچھا مسلمان ہی اچھا پاکستانی اور ملکی ترقی میں نمایاں کردار ادا کرسکتا ہے کیونکہ اس ملک کی اساس اسلام ہے ، کوئی اسلام دشمن اس کے لیے نمایاں کردار ادا کرجائے یہ نہیں ہوسکتا ممکن ہے کہ اس کی ظاہر سے لوگ یہ سمجھ بیٹھیں مگر وہ نظر کا دھوکہ ، کم علمی تو ہوسکتا ہے حقیقت نہیں ہوسکتا۔

یوم آزادی کے موقع پر یہ کام نہ کریں

کچھ لوگ یا نوجوان یوم آزادی کے موقع پر جو کام کرتے ہیں ان کی یوم استقلال سے کوئی مناسبت نہیں ہوتی بلکہ وہ تو ملکی نظریہ اور مفاد کے بالکل خلاف ہوتے ہیں، ان میں سے چند ایک ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ فضول خرچی

اس موقع پر فضول خرچی کی جاتی ہے ، مختلف قسم کے غیر ضروری ملبوسات وغیرہ کا اہتمام کیا جاتا ہے ، اس موقع پر اگر خواہش ہے ہی تو ایک لباس پر اکتفاء کریں اور وہی روپے پیسے کسی کی مدد میں صرف کریں بلا شک و ریب فضول خرچی و اسراف سے کہیں بہتر اسی موقع پر کسی پاکستانی ضرورت مند کی ضرورت کو پورا کیا جائے ، کیونکہ تعمیر انسانیت تعمیر مملکت کا اہم جزء ہے۔

۲۔ بے پردگی ، فحاشی ملکی نظریہ کے خلاف

یہ بڑےتعجب خیز بات ہے کہ جو ملک لاالہ الا اللہ کے نام پر وجود میں آیا ، جس ملک کے آئین میں یہ بات موجود ہے کہ اس میں صرف اللہ تعالیٰ کی حاکمیت ہوگی ، اسی ملک کے یوم آزادی کے موقع پر فحاشی و عریانیت کو عام کیا جائے جوکہ سراسر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ احکام کی خلاف ورزی ہے، اس لحاظ سے نظریہ پاکستان اور آئین پاکستان کے بھی خلاف ہے۔ اس کے برعکس اسی موقع پر اسلامی لباس پہن کر دنیا کو اچھوتا پیغام دیں کہ یہ ملک نظریاتی اور عملی طور پر اسلامی ملک ہے۔

۳۔ رقص و سرور کی محفلیں

بعض رقص و سرور کے شیدائی ، جنہیں صرف سرور و کیف کی لذت سے غرض ہے ، جس کے حصول کے لیے بہانہ چاہے کوئی بنالیں۔ بقول کسے ! خوئے بد را بہانہ بسیار بلکہ امجد اسلام امجد نے شاید ایسے ہی کسی موقع کی ترجمانی یوں کی :

کوئی آہٹ تھی نہ سایا تھا
دل تو رُکنے کا بہانہ چاہے

ان محفلوں کا ملک کے نظریہ سے تعلق ہے نا مفاد سے یہ تو شبِ آتشِ شوق ہے جس کے لیے اس قماش کے لوگ کوئی موقع ہاتھ سے خالی نہیں جانے دیتے، سال بھر کسی بھی رسم و تہوار کو وہ اس قسم کی محفلوں کے ذریعے آتش قلب بجھانے میں خوب استعمال کرتے ہیں۔

ہمیں ملک سے حقیقی محبت کا ثبوت دیتے ہوئے اس قسم کے لوگوں کی نا کہ صرف مذمت کرنی چاہیے بلکہ اس کی روک تھام میں بھی اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔

۴۔ تکلیف پہنچانا

اس موقع پر نوجوان بہت سے ایسے کام کرتے ہیں جن سے دوسروں کو تکلیف پہنچتی ہے ، مثال کے طور پر سائلنسر نکال کر موٹر سائیکلیں چلانا، جس کے باعث سینکڑوں جانیں زندگی سے محروم ہوجاتی ہیں ، بلکہ اس کا کم سے کم نقصان اس آواز سے بیماروں ، بچوں اور بوڑھوں کو تکلیف پہنچانا ہے ۔ جو اپنی ذات میں بہت بڑا ہے ، پیٹرول جیسی مہنگی نعمت کا ضائع ہونا بھی اپنی جگہ ایک بڑا نقصان ہے۔ ایسے نوجوانوں کی بھی اصلاح کی ضرورت ہے کہ تفریح ، خوشی منانے کا یہ انداز غیر فطری ، غیر اسلامی ، ملکی مفاد میں نقصان سے بھرپور ہے۔ کیا ہی اچھا ہو یوم آزادی پر یہی نوجوان ایک جمعیت کی صورت میں نکلیں اور علامتی طور پر ایسے اقدام کریں جن سے دنیا کو مثبت پیغام جائے ۔

شہرِ دل کی بھیڑ سے منتخب سخنِ چند حوالۂ قرطاس کیے ہیں ، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عظیم مملکت کی صورت میں عظیم نعمت کی کما حقہ قدر کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین

الفاظ میں بند ہیں معانی
عنوان کتاب دل کھلا ہے

(5) سیرت و کردار سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

سیرت و کردار سیـــــــدنا عثمان رضی اللہ عنہ تحریر: حافظ عمر جرار روم جیسی بڑی سلطنت کے ساتھ مقابلہ ہے سخت گرمی کا موسم ہے کہ پہاڑ بھی پگھل جائیں مدینہ سخت خشک سالی سے دوچار ہے اگر مسلمان ایمان کی قوت لے کردہکتے صـہرا پر سے گزرتے ہوئے جہاد کے لئے نکل پڑیں تو سـامان جنگ اور جہاد کے اخراجات کہاں سـے آئیں ؟ ان حالات میں رسـالت مآب صـلی اللہ علیہ وسـلم کی طرف سـے اعلان ہوتا ہے کون ہے جو انہیں سـامان جنگ فراہم کرے؟ اور اللہ کی مغفرت حاصـل کرے ہر ایک نے اپنی وسعت بھر حصہ لیا اور چندہ جمع کیا لیکن اس شخصیت کے کیا کہنے جس نے اپنے محبوب کا اعلان سـنتے ہی 940 اونٹ جو ٹاٹ و پلان کے سـاتھ تھے اور 60 گھوڑوں کے سـاتھ ایک ہزار کی گنتی پوری کی اور دس ہزار دینار اپنے حبیب صـلی اللہ علیہ وسـلم کی آغوش میں بکھیر دیے۔ رسـول اللہ صـلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور خوشـی سـے جگمگا اٹھا اور زبان رسـالت صلی اللہ علیہ وسلم سے الفاظ نکلے ((ماضر عثمان ماعمل بعدالیوم)) آج کے بعد عثمان جو بھی کریں وہ عمل انہیں (جنت میں جانے سـے) نقصـان نہیں پہنچا سکے گا[1]

بئر رومہ

مسلمانوں پر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ پانی کی قلت تھی گرمی کی شدت تھی بچے پیاس سے بلبلا رہے تھے ایک ہی کنواں ہے جہاں سے خرید کر پانی پیا جا سـکتا ہے مسـلمان اپنا سـب کچھ چھوڑ کر مدینے آچکے تھے رسـالت مآب صـلی اللہ علیہ وسـلم سے اپنے جانثاروں کی پیاس برداشـت نہ ہو سـکی اور اعلان کیاکون ہے جو جنتی چشـــمہ کے عوض اس کنویں کو خرید کر مسـلمانوں کے لیے وقف کر دے تو سـیدنا عثمان رضـی اللہ تعالی عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اسے خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کرتا ہوں [2]

مسجد نبوی کی توسیع

صـــرف یہیں تک ہی بس نہیں جب مســجد کی جگہ لوگوں کے لئے تنگ پڑ گئی تو نبی کریم صـلی اللہ علیہ وسـلم نے صـحابہ کرام کو رغبت دلائی کون ہے جو مسـجد کے سـاتھ قطع ارض خرید کر مسـجد کے لیے وقف کر دے جس کو جنت میں اس سے بہترین جگہ ملے گی پھر وہی پیارا عثمان رضـی اللہ تعالی عنہ کھڑا ہوا اور اعلان کیا اے اللہ کے رسـول صـلی اللہ علیہ وسـلم میں اس کو خرید کر مسـجد کے لئے وقف کرتا ہوں پھر آپ رضـی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مال میں سے 25 یا 20 ہزار درہم دے کر اس حصـے کو خرید لیا اور مسجد نبوی میں شامل کر دیا [3]

جنتی عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ
نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کا نام لے کر فرمایا:
”عثمان في الجنة.“
“عثمان رضی اللہ عنہ جنتی ہیں۔”
بدری سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ
جب سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اپنی زوجہ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی شدید بیماری کے باعث غزوہ بدر میں شرکت نہ فرما سکے تو نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:
”إن لك أجر رجل ممن شهد بدرا وسهمه.“
“تیرے لیے غزوہ بدر میں حاضر ہونے والے شخص کے برابر اجر اور حصہ ہے۔”[4]
سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور شہادت کی عظیم خوشخبری:
أَنّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَعِدَ أُحُدًا وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَعُثْمَانُ فَرَجَفَ بِهِمْ، فَقَالَ: “اثْبُتْ أُحُدُ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَصِدِّيقٌ وَشَهِيدَانِ”
جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ، ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر احد پہاڑ پر چڑھے تو احد کانپ اٹھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”احد! قرار پکڑ کہ تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔“[5]
سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی امت کے امین
سیدنا ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:
إنكم تلقون بعدي فتنة واختلافا.
“بے شک میرے بعد تمہیں فتنوں اور اختلاف کا سامنا ہوگا۔” لوگوں میں سے کسی نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم اس وقت کس کا ساتھ دیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:
عليكم بالأمين وأصحابه. وهو يشير إلى عثمان بذلك.
“تم اس وقت امانت دار اور اس کے ساتھیوں کو لازم پکڑنا اور آپ ﷺ، عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ فرما رہے تھے۔”[6]
سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی حق پر
((هٰذَا وَأَصْحَابُهُ يَوْمَئِذٍ عَلَى الْحَقِّ۔))
ابو قلابہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا تو ایلیاء میں کچھ خطباء کھڑے ہوئے اورانھوں نے کچھ بیان کیا، سب سے آخرمیں سیدنا مرہ بن کعب رضی اللہ عنہ نامی

صحابی کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا: اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک حدیث نہ سنی ہوتی تو میں یہاں کھڑا نہ ہوتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک روز ایک فتنے کا ذکر کیا تھا اور اس کو قریب کر کے بیان کیا، (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ فرمانا چاہ رہے تھے کہ وہ بہت جلد نمودار ہو جائے گا)، اتنے میں ایک آدمی کا وہاں سے گزر ہوا، اس نے کپڑا لپیٹا ہوا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی طرف اشارہ کر تے ہوئے فرمایا:
ان دنوں یہ اورا س کے ساتھی حق پر ہوں گے۔ میں آگے کو چلا اور اس آدمی کے کندھے پکڑ کر اس کا چہرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف موڑا اور کہا: اللہ کے رسول! آپ کی مراد یہ آدمی ہے؟ آپ نے فرمایا:
جی ہاں۔ پس وہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔[7]
سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی حق اور ھدایت پر
((ھذا یومئذ واصحابہ علی الحق والھدی))
یہ شخص اور اس کے ساتھی اس دن (یعنی فتنے کے وقت)حق اور ھدایت پر ہونگے[8] مندرجہ بالا تینوں روایات کو اگر سامنے رکھا جائے تو ان میں سیدنا عثمان رضی اللہ تعالی عنہ پر کیے گئے ایک اعتراض کا جواب موجود ہے اعتراض :روافض اور ان کے نقش قدم پر چلنے والےبعض لوگ کہتے ہیں کے سیدنا عثمان رضی اللہ تعالی عنہ اور ان کے گورنروں کی اپنی غلطیاں اور کچھ اسباب تھے جن کی وجہ سے انہیں شہید کیا گیا۔ یہ اعتراض بالکل بے بنیاد اور بغض عثمان رضی اللہ تعالی عنہ پر مبنی ہے اگر سیدنا عثمان رضی اللہ تعالی عنہ اور ان کے گورنروں کی اپنی غلطیاں تھیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سیدنا عثمان رضی اللہ تعالی عنہ اور ان کے ساتھی (گورنروں)کو اس وقت حق اور ہدایت پر کہنا اور ان کے ساتھ رہنے کا حکم دینا کیا معنیٰ رکھتا ہے ؟
سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق صحابہ کرام کا موقف
محمد بن حاطب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے خطبہ کے دوران درج ذیل آیت پڑھی:
”إن الذين سبقت لهم مِنا الحسنى أولئك عنها مبعدون.“
بے شک جن کے لیے ہماری طرف سے بھلائی مقدر ہو چکی ہے وہ اس (جھنم) سے دور رکھے جائیں گے۔ پھر فرمایا:
عثمان منهم.
“عثمان بن عفان رضي الله عنه انہی میں سے ہیں۔”[9] سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں :اگر سب لوگ عثمان رضی اللہ تعالی عنہ

کے قتل پر جمع ہوتے تو ان پر اسی طرح پتھر برسائے جاتے جس طرح قوم لوط پر پتھر برسائے گئے تھے –[10] ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتی ہیں اللہ کی اس پر لعنت ہو جو عثمان رضی اللہ تعالی عنہ پر لعنت کرے اللہ کی قسم وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور جبریل علیہ السلام قرآن کی وحی لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عثمان رضی اللہ تعالی عنہ سے کہہ رہے تھے: عثمان لکھو -اور اللہ تعالی یہ مقام اسی کو عطا کرتا ہے جو اللہ اور اس کےرسول کے نزدیک کرم و معزز ہو[11] سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”واللہ لو أن أحدا انقض فیما فعلتم في ابن عفان كان محقوقا أن ينقض.“

“اللہ کی قسم! تم لوگوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو سلوک کیا ہے اس کی وجہ سے اگر اُحد پہاڑ بھی اپنی جگہ سے سَرک جائے تو وہ اس کے لائق ہے-”[12] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے کہا گیا :علی و عثمان کی کی محبت ایک دل میں جمع نہیں ہوسکتی تو انس رضی اللہ تعالی عنہ نےفرمایا :لوگ جھوٹ بولتے ہیں ان دونوں کی محبت ہمارے دلوں میں ایک ساتھ جمع ہے - [1] ترمذی 2785 [2] فتح الباری:۵/ ۴۰۸ [3] صحیح سنن نسائی2 /766 [4] صحيح البخاري: ٣١٣٠ [5] صحيح البخاري : ٣٦٧٥ [6] مسند الإمام احمد بن حنبل، بتحقيق أحمد شاكر: ٨٥٢٢ ۔ وسنده حسن لذاته [7] مسند احمد :١٢٢٤٦ [8] فضائل الصحابہ:1/500 اسنادہ صحیح [9] المصنف لابن أبي شيبة: ٣٢٠٥٢ ۔ وسنده صحيح [10] فضائل الصحابہ(۱/۵۶۳)رقم (۷۴۶) [11] البدایہ والنہایہ :۷/ ۲۱۹) [12] تاريخ المدينة لابن شبة النميري: ٤/١٢٤١ ۔ وسنده صحيح

(6) احسان کے معانی

فضیلۃ الشیخ بندر بلیلۃ حفظہ اللہ

خطبہ عرفہ:

تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو بے نیاز کرم کرنے والا اور زیادہ احسان اور عظیم فضل والا ہے۔وہ جسے چاہے سیدھے راستے کی رہنمائی کرتاہے ہم اُس کی ایک کے بعد ایک نعمتوں اور پے درپے بھلائیوں پر اُس کی حمد بیان کرتے ہیں۔میں گواہی دیتا ہوں کہ ایک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اُس کاکوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں ۔ اللہ تعالیٰ درود و سلام نازل فرمائے آپ ﷺ پر آپ ﷺ کی آل پر اور آپ ﷺ کے اصحاب اجمعین پر۔بے شمار درود و سلا م نازل فرمائے۔

اما بعد!

مومنو! اللہ تعالیٰ کے فرمان کی بجا آوری کر کے اللہ سے ڈرو ،دنیا و آخرت میں بڑی کامیابی و کامرانی حاصل کرو گے ۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ

القصص – 83

پرہیزگاروں کے لیے نہایت ہی عمدہ انجام ہے۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوا وَّالَّذِينَ هُم مُّحْسِنُونَ

النحل – 128

یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں اور نیک کاروں کے ساتھ ہے۔

اور فرمایا:
إِنَّهُ مَن يَتَّقِ وَيَصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ
یوسف – 90
بات یہ ہے کہ جو بھی پرہیز گاری اور صبر کرے تو اللہ تعالیٰ کسی نیکوکار کا اجر ضائع نہیں کرتا۔
جن باتوں کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے ان میں سے ایک احسان ہےجیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ
النحل – 90
اللہ تعالیٰ عدل کا، بھلائی کا اور قرابت داروں کے ساتھ سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے۔
اس لئے بندے چاہیئے کہ عبادت میں احسان کو لازم پکڑے جیسا کہ حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اُسے دیکھ رہے ہواور اگر تم اُسے نہیں دیکھ رہے تو یقیناً وہ تمہیں دیکھ رہاہے ۔متفق علیہ
ان میں عظیم ترین توحید یعنی عبادت کو اللہ تعالیٰ کے لئے خاص کر کے احسان کو لازم اختیار کرنا ہےجیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:
وَمَن يُسْلِمْ وَجْهَهُ إِلَى اللَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ ۗ وَإِلَى اللَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ
لقمان- 22
اور جو (شخص) اپنے آپ کو اللہ کے تابع کردے اور ہو بھی وہ نیکو کار یقیناً اس نے مضبوط کڑا تھام لیا، تمام کاموں کا انجام اللہ کی طرف ہے۔
اور فرمایا:
بَلَىٰ مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ أَجْرُهُ عِندَ رَبِّهِ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ
البقرة – 112
سنو! جو بھی اپنے آپ کو خلوص کے ساتھ اللہ کے سامنے جھکا دے۔ بےشک اسے اس کا رب پورا بدلہ دے گا، اس پر نہ تو کوئی خوف ہوگا، نہ غم اور اداسی۔
وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ
الاحقاف – 23
اور تیرا پروردگار صاف صاف حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا
الجن – 18
اور یہ کہ مسجدیں صرف اللہ ہی کے لئے خاص ہیں پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔
اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ
الکوثر – 2
پس تو اپنے رب کے لئے نماز پڑھ اور قربانی کر۔
یہ توحید کی گواہی "لا الٰہ الا اللہ" اور اس کے ساتھ رسالت کی گواہی "اشہد ان محمد ا رسول اللہ " کا تقاضہ ہے اس لئے آپ ﷺ کے حکم کی پیروی کی جائے آپ ﷺ کی خبر کی تصدیق کی جائے اور اُسی طریقے پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے جو آپ ﷺ کے کر آئے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس دین کو مکمل کردیا اس لئے یہ دین اس بات کا محتاج نہیں کہ اس میں کسی بدعت کا ا ضافہ کیا جائے ۔ اللہ تعالیٰ نےعرفہ کےدن نازل ہونے والی آیت میں فرمایا:
الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ۚ
المائدۃ – 3
آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کردیا اور تم پر اپنا انعام بھرپور کردیا اور تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہوگیا۔
اللہ تعالیٰ کی عبادت میں سے احسان اور احسان میں سے روزانہ پانچ نمازوں کو ان کے وقتوں کی پابندی کے ساتھ ادا کرنا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ
البقرۃ – 238
نمازوں کی حفاظت کرو، بالخصوص درمیان والی نماز کی اور اللہ تعالیٰ کے لئے باادب کھڑے رہا کرو۔
اسی طرح زکوٰۃ اداکرنا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۚ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُم بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ
الاعراف – 156

اور میری رحمت تمام اشـــیا پر محیط ہے۔ تو وہ رحمت ان لوگوں کے نام ضــرور لکھوں گا جو اللہ سے ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔
اس احسان میں سے ایک رمضان کا وروزہ رکھنا بھی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۖ
البقرۃ – 185
تم میں سے جو شخص اس مہینہ کو پائے اسے روزہ رکھنا چاہئے۔
اور فرمایا:
وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ
آل عمران – 97
اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر جو اس کی طرف راہ پا ســـکتے ہوں اس گھر کا حج فرض کر دیا گیا ہے۔
اس احسـان میں سے اللہ تعالیٰ پر بطور رب ایمان لانا،اس کے فرشـتوں ،اس کی کتابوں ،اس کے تمام رســولوں پر ایمان لانا ہے ،آخرت کے دن پر ایمان لانا اور اچھی اور بُری تقدیر پر ایمان لاناہے ۔ اللہ تعالیٰ کی تقدیر نازل ہونے والی ہے اور اُس کا فیصلہ لامحالہ نافض ہونے والا ہے۔ انسان اللہ کی عبادت میں احســان کو لازم کیوں نہ پکڑے جب کے اللہ تعالیٰ نے بندوں پر احســان کیا ہے اور مختلف الانواع نعمتوں ســے انہیں نواز ا ہے، انہیں عدم ســے وجود میں لایا ہے اورا نہیں بھرپور بھلائیاں دے رکھی ہیں اور انہیں مسلسل خوشیاں عطا کی ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللَّهَ سَــخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّــمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَسْــبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً ۗ
لقمان – 20
کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین وآسـمان کی ہر چیز کو ہمارے کام میں لگا رکھا ہے اور تمہیں اپنی ظاہری وباطنی نعمتیں بھرپور دے رکھی ہیں۔
اور فرمایا:
لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ
التین – 4
یقیناً ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا۔
اور فرمایا:
فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ

المؤمنون – 14
برکتوں والا ہے وہ اللہ جو سب سے بہترین پیدا کرنے والا ہے۔
نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
الَّذِي أَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهُ ۖ وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنسَانِ مِن طِينٍ ﴿٧﴾ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِن سُلَالَةٍ مِّن مَّاءٍ مَّهِينٍ ﴿٨﴾ ثُمَّ سَوَّاهُ وَنَفَخَ فِيهِ مِن رُّوحِهِ ۖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ۚ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ
السجدة – 9/8/7
جس نے نہایت خوب بنائی جو چیز بھی بنائی اور انسان کی بناوٹ مٹی سے شروع کی۔پھر اس کی نسل ایک بے وقعت پانی کے نچوڑ سے چلائی۔جسے ٹھیک ٹھاک کر کے اس میں اپنی روح پھونکی، اسی نے تمہارے کان آنکھیں اور دل بنائے (اس پر بھی) تم بہت ہی تھوڑا احسان مانتے ہو۔
بندوں پر اللہ تعالیٰ کے احسان میں سے یہ ہے کہ اس نے انسانوں کی ہدایت کے لئے ان کی طرف کتابیں نازل کیں اور رسول بھیجے جیسا کہ اُس نے اپنی عظیم کتاب قرآن مجید محمد ﷺ پر نازل کی ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ
آل عمران – 164
بے شک مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ ان ہی میں سے ایک رسول ان میں بھیجا، جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے، یقیناً یہ سب اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔
اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ پر فرمایا:
اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَن يَشَاءُ
الزمر – 23
اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام نازل فرمایا ہے جو ایسی کتاب ہے کہ آپس میں ملتی جلتی اور بار بار دہرائی ہوئی آیتوں کی ہے، جس سے ان لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب کا خوف رکھتے ہیں آخر میں ان کے جسم اور دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف نرم ہو جاتے ہیں، یہ ہے اللہ تعالیٰ کی ہدایت جس کے ذریعہ جسے چاہے راہ راست پر لگا دیتا ہے۔
نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ
المائدة – 50

یقین رکھنے والے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے بہتر فیصلے اور حکم کرنے والا کون ہوسکتا ہے؟
اللہ تعالیٰ نے انسان کو جن باتوں کا حکم دیا ہے ان میں سے یہ ہے کہ وہ مختلف قسم کے احسان کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ احسان اور اچھا سلوک کریں ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
وَأَحْسِن كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ ۖ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ
القصص – 77
اور جیسے کہ اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے تو بھی اچھا سلوک کر اور ملک میں فساد کا خواہاں نہ ہو، یقین مان کہ اللہ مفسدوں کو ناپسند رکھتا ہے۔
چنانچہ انسان ہر اُس شخص کے ساتھ احسان اور اچھا سلوک کر ےجس سے اُس کا کوئی رشتہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَن كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا
النساء – 36
اور ماں باپ کے ساتھ سلوک واحسان کرو اور رشتہ داروں سے اور یتیموں سے اور مسکینوں سے اور قرابت دار ہمسایہ سے اور اجنبی ہمسایہ سے اور پہلو کے ساتھی سے اور راہ کے مسافر سے اور ان سے جن کے مالک تمہارے ہاتھ ہیں، (غلام کنیز) یقیناً اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں اور شیخی خوروں کو پسند نہیں فرماتا۔
احسان میں سے اولادوں کی تربیت ہے اور سماجی روابط اور یکجہتی کو قائم کرنے کی کوشش ہے چنانچہ شوہر اپنی بیوی کےساتھ بلکہ اپنی مطلقہ کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرے اوربیوی اپنے شوہر کے ساتھ اچھاسلوک کرے ۔اللہ تعالیٰ نےفرمایا:
مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ ۖ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ
البقرۃ – 236
دستور کے مطابق اچھا فائدہ دے۔ بھلائی کرنے والوں پر یہ لازم ہے۔
اور فرمایا:
فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ ۗ
البقرۃ – 229
پھر یا تو اچھائی سے روکنا یا عمدگی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔
نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
وَإِن تُحْسِنُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا

النساء – 128
اگر تم اچھا سلوک کرو اور پرہیزگاری کرو تو تم جو کر رہے ہو اس پر اللہ تعالیٰ پوری طرح خبردار ہے۔
شریعت نے کمزوروں اور یتیموں کےساتھ برتاؤ کرتے وقت احسان کا حکم دیا ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ
الاسراء – 34
اور یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ بجز اس طریقہ کے جو بہت ہی بہتر ہو۔
اسی طرح شریعت نے مسلمان کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے ساتھ کام کرنے والے ملازمین اور مزدوروں کے ساتھ نرمی کا سلوک کرے اُن سے نرمی کے ساتھ پیش آئے اور کام کے عہد و پیمان میں طے شدہ شرائط کو پرا کرے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ ۖ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا
الاسراء – 34
اور وعدے پورے کرو کیونکہ قول وقرار کی باز پرس ہونے والی ہے۔
اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ ۚ
المائدۃ – 1
اے ایمان والو! عہد و پیماں پورے کرو-اور نبی کریم ﷺ نےفرمایا: وہ تمہارے بھائی ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہارے ماتحت کردیا ہے انہیں ان کی طاقت سے زیادہ کام کا مکلف نہ کرولیکن اگر تم انہیں مکلف کرتے ہو تو ان کی مدد کرو۔ متفق علیہ
احسان میں سے بندوں کی سلامتی ،ملکی استحکام اور لوگوں کو ان کی ذمہ داری اور کام کی ادائیگی پر قادر بنانے کی کوشش کرنا ہے ساتھ ہی ان کے خون اور مال کی حفاظت کرنا قوانین کی پابندی کرنا اور اللہ کی معصیت کے علاوہ تمام معاملات میں اولات الامر یعنی حکمران کی اطاعت کرنا ہے ۔یہ باتیں تقاضہ کرتی ہیں کہ حقوق کی حفاظت کی جائے،فتنوں کے اسباب کو چھوڑا جائے ،دوسروں کو تکلیف دینے کو حرام سمجھا جائے ،دہشت گردی کی امداد سے روکا جائے اور زمین پر فساد پھیلانے سے منع کیا جائے ۔بلکہ ایک مسلمان کا احسان چوپایوں اور جمادات تک بھی پہنچتا ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللهَ كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ، فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ، وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذَّبْحَ، وَلْيُحِدَّ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ، فَلْيُرِحْ ذَبِيحَتَهُ

"اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ سب سے اچھا طریقہ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔اس لئے جب تم(قصاص یاحد میں کسی کو) قتل کرو تو اچھے طریقے سے قتل کرو،اور جب ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو،تم میں سے ایک شخص(جو ذبح کرنا چاہتا ہے) وہ اپنی(چھری کی) دھار کو تیز کرلے اور ذبح کیے جانے والے جانور کو اذیت سے بچائے۔"

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

فِي كُلِّ كَبِدٍ رَطْبَةٍ أَجْرٌ

''ہر وہ جگر جو زندہ ہے اس کی خدمت میں اجر ہے۔''

مسلمان اس بات کا حریص ہوتا ہے کہ اس کہ احسان سے ماحول بھی محظوظ ہوسو اس کی حفاظت کریں اور اس میں فساد نہ پھیلائیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی مذمت کی ہے جو زمین پر فساد مچانے کی کوشش کرتاہےاور کھیتی اور نسل کو تباہ کرتاہے اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں فرماتا۔

بلکہ مسلمان کا احسان غیر مسلم تک بھی پہنچتا ہے جیساکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا

الانسان – 8

اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں کھانا کھلاتے ہیں مسکین، یتیم اور قیدیوں کو۔

اور اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمایا:

وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلَىٰ خَائِنَةٍ مِّنْهُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ

المائدۃ – 13

ان کی ایک نہ ایک خیانت پر تجھے اطلاع ملتی ہی رہے گی ہاں تھوڑے سے ایسے نہیں بھی ہیں پس توانہیں معاف کرتا جا اور درگزر کرتا رہ، بےشک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

بلکہ بحیثیت مسلمان آپ کا احسان ان لوگوں تک بھی پہنچتا ہے جن سے آپ کی دشمنی ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ ﴿٣٤﴾ وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ

فصلت – 35/34

برائی کو بھلائی سے دفع کرو پھر وہی جس کے اور تمہارے درمیان دشمنی ہے ایسا ہو جائے گا جیسے دلی دوست۔ اور یہ بات انہیں کو نصیب ہوتی ہے جو صبر کریں اور اسے سوائے بڑے نصیبے والوں کے کوئی نہیں پا سکتا۔
یہ احسان مالی لین دین کو بھی شامل ہے ،اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
وَأَوْفُوا الْكَيْلَ إِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا
الاسراء – 35
اور جب ناپنے لگو تو بھر پور پیمانے سے ناپو اور سیدھی ترازو سے تولا کرو۔ یہی بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے بھی بہت اچھا ہے۔
نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
مَّن ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً ۚ
البقرة – 245
ایسا بھی کوئی ہے جو اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دے پس اللہ تعالیٰ اسے بہت بڑھا چڑھا کر عطا فرمائے۔
اسی طرح یہ احسان خوبصورت الفاظ کی شکل میں جب تمام لوگوں کو شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا
البقرة – 83
اور لوگوں کو اچھی باتیں کہنا۔
اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمایا:
وَقُل لِّعِبَادِي يَقُولُوا الَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ۚ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنزَغُ بَيْنَهُمْ ۚ إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلْإِنسَانِ عَدُوًّا مُّبِينًا
الاسراء – 53
اور میرے بندوں سے کہہ دیجیئے کہ وہ بہت ہی اچھی بات منھ سے نکالا کریں کیونکہ شیطان آپس میں فساد ڈلواتا ہے۔ بےشک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔
یہ احسان تمام لوگوں کو اس عادلانہ برتاؤ کے توسط سے شامل ہے جس کا ہر بندہ اپنے اعمال کے مطابق مستحق ہوتا ہے ۔اسی طرح احسان میں دعوتِ الی اللہ بھی شامل ہے ۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ۖ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ
النحل – 125
اپنے رب کی راہ کی طرف لوگوں کو حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلائیے اور ان سے بہترین طریقے سے گفتگو کیجئے۔
اللہ تعالیٰ نے اور فرمایا:

وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ
العنكبوت – 46
اور اہل کتاب کے ساتھ بحث ومباحثہ نہ کرو مگر اس طریقہ پر جو عمدہ ہو۔
اور اس احسان میں سے اچھا استقبال سلام کرنے میں احسان ہے ۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
وَإِذَا حُيِّيتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَسِيبًا
النساء – 86
اور جب تمہیں سلام کیا جائے تو تم اس سے اچھا جواب دو یا انہی الفاظ کو لوٹا دو، بے شبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔
لوگوں کےساتھ احسان میں سے یہ بھی ہے کہ ان طرف سے دی گئی اذیت پر صبر کرنا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
وَاصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ
هود – 115
آپ صبر کرتے رہئے یقیناً اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔
اورمومن کی شان یہ ہے کہ وہ سب سے اچھے اعمال کی پیروی کرتاہے ۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿١٧﴾ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمْ أُولُو الْأَلْبَابِ
الزمر – 18/17
میرے بندوں کو خوشخبری سنا دیجئے۔ جو بات کو کان لگا کر سنتے ہیں۔ پھر جو بہترین بات ہو اس کی اتباع کرتے ہیں۔ یہی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی ہے اور یہی عقلمند بھی ہیں۔
اس کی وجہ یہ ہے کہ مومن کو پتا ہوتا ہے کہ احسان منافست اور مقابلہ آرائی کا میدان ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْغَفُورُ
الملک – 2
جس نے موت اور حیات کو اس لیے پیدا کیاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے اچھے کام کون کرتا ہے، اور وہ غالب (اور) بخشنے والا ہے۔
نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۗ وَلَئِن قُلْتَ إِنَّكُم مَّبْعُوثُونَ مِن بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُولَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ

هود -7
الله ہی وہ ہے جس نے چھ دن میں آسمان وزمین کو پیدا کیا اور اس کا عرش پانی پر تھا تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے اچھے عمل والا کون ہے، اگر آپ ان سے کہیں کہ تم لوگ مرنے کے بعد اٹھا کھڑے کئے جاؤ گے تو کافر لوگ پلٹ کر جواب دیں گے کہ یہ تو نرا صاف جادو ہی ہے۔
اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا
الکھف – 7
روئے زمین پر جو کچھ ہے ہم نے اسے زمین کی رونق کا باعث بنایا ہے کہ ہم انہیں آزمالیں کہ ان میں سے کون نیک اعمال والا ہے۔
بندہ اللہ کی عبادت میں احسان اور اس کے بندوں کےساتھ احسان اور اچھا سلوک کر کے اپنے نفس کے ساتھ احسان کرتاہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
إِنْ أَحْسَنتُمْ أَحْسَنتُمْ لِأَنفُسِكُمْ ۖ
الاسراء – 7
اگر تم نے اچھے کام کئے تو خود اپنے ہی فائدہ کے لئے۔
یوں وہ اللہ کی محبت اور معیت حاصل کرتا ہے اور اس کی رحمت سے قریب ہوتاہے۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
وَأَحْسِنُوا ۛ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ
البقرۃ – 195
اور سلوک واحسان کرو، اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔
اور فرمایا:
وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ
العنکبوت – 69
یقیناً اللہ تعالیٰ نیکو کاروں کا ساتھی ہے۔
اور فرمایا:
وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِينَ
الحج – 37
اور نیک لوگوں کو خوشخبری سنا دیجئے!۔
اور فرمایا:
إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ
الاعراف – 56

بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت نیک کام کرنے والوں کے نزدیک ہے۔
اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ
التوبۃ – 120
یقیناً اللہ تعالیٰ مخلصین کا اجر ضائع نہیں کرتا۔
اور فرمایا:
وَيَجْزِيَ الَّذِينَ أَحْسَنُوا بِالْحُسْنَى
النجم – 31
اور نیک کام کرنے والوں کو اچھا بدلہ عنایت فرمائے۔
اور فرمایا:
لِّلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ ۖ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوهَهُمْ قَتَرٌ وَلَا ذِلَّةٌ ۚ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ
یونس – 26
جن لوگوں نے نیکی کی ہے ان کے واسطے خوبی ہے اور مزید برآں بھی اور ان کے چہروں پر نہ سیاہی چھائے گی اور نہ ذلت، یہ لوگ جنت میں رہنے والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
مَا عَلَى الْمُحْسِنِينَ مِن سَبِيلٍ ۚ
التوبۃ – 91
ایسے نیک کاروں پر الزام کی کوئی راہ نہیں۔
اور فرمایا:
لِّلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۚ وَلَدَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ ۚ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِينَ
النحل – 30
جن لوگوں نے بھلائی کی ان کے لیے اس دنیا میں بھلائی ہے، اور یقیناً آخرت کا گھر تو بہت ہی بہتر ہے، اور کیا ہی خوب پرہیز گاروں کا گھر ہے۔
ایک اور جگہ فرمایا:
إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿١٥﴾ آخِذِينَ مَا آتَاهُمْ رَبُّهُمْ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ ذَٰلِكَ مُحْسِنِينَ
الذاریات – 16/15
بیشک تقویٰ والے لوگ بہشتوں اور چشموں میں ہوں گے۔ان کے رب نے جو کچھ انہیں عطا فرمایا ہے اسے لے رہے ہوں گے وہ تو اس سے پہلے ہی نیکوکار تھے۔
اور فرمایا:

لَهُم مَّا يَشَاءُونَ عِندَ رَبِّهِمْ ۚ ذَٰلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ
الزمر – 34
ان کے لیے ان کے رب کے پاس (ہر) وہ چیز ہے جو یہ چاہیں، نیک لوگوں کا یہی بدلہ ہے۔
اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
قُلْ يَا عِبَادِ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا رَبَّكُمْ ۚ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۗ وَأَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةٌ ۗ إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ
الزمر – 10
کہہ دو کہ اے میرے ایمان والے بندو! اپنے رب سے ڈرتے رہو، جو اس دنیا میں نیکی کرتے ہیں ان کے لئے نیک بدلہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی زمین بہت کشادہ ہے صبر کرنے والوں ہی کو ان کا پورا پورا بےشمار اجر دیا جاتا ہے۔
اور فرمایا:
هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ
الرحمٰن – 60
احسان کا بدلہ احسان کے سوا کیا ہے۔
فرمانِ باری تعالیٰ ہے :
مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً ۖ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ
النحل – 97
جو شخص نیک عمل کرے مرد ہو یا عورت، لیکن باایمان ہو تو ہم اسے یقیناً نہایت بہتر زندگی عطا فرمائیں گے۔ اور ان کے نیک اعمال کا بہتر بدلہ بھی انہیں ضرور ضرور دیں گے۔
سنو اے احسان کرنے والو! آپ کو کئی گنا اجر مبارک ہو ۔ جیسا کہ آپ ﷺ نےفرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے اسلام کو اچھا کرے تو اس کی طرف سے کی گئی ہر نیکی دس نیکیوں سے سات سو گنا تک بڑھا دی جاتی ہے۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
مَن جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا ۖ
الانعام – 160
جو شخص نیک کام کرے گا اس کو اس کے دس گنا ملیں گے۔
بندوں پر اللہ کے احسان میں سے یہ ہے کہ اس نے ان کے لئے توبہ کے دروازے کھول رکھے ہیں تاکہ وہ جب تک مہلت کے زمانے میں ہیں بُرائی

کے بعد نیکی کریں اور ان کے گناہ بخش دیئے جائیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِلَّا مَن ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًا بَعْدَ سُوءٍ فَإِنِّي غَفُورٌ رَّحِيمٌ

النمل – 11

لیکن جو لوگ ظلم کریں پھر اس کے عوض نیکی کریں اس برائی کے پیچھے تو میں بھی بخشنے والامہربان ہوں۔

مزید فرمایا:

إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ۚ

ہود – 114

یقیناً نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔

نیز اللہ تعاالیٰ نے فرمایا :

وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ

الرعد – 22

اور برائی کو بھی بھلائی سے ٹالتے ہیں، ان ہی کے لئے عاقبت کا گھر ہے۔

شریعت کی لائی ہوئی تعلیمات میں سے یہ ہے کہ احسان کرنے والے کو بدلہ دعا، تعریف اور احسان کے اعتراف سے دیا جائے ۔اسی لئے اللہ کے نبی ﷺ نے احسان فراموشی کی مذمت کی ہے۔بجائے یہ کہ اس کاانکار کیا جائے اور اس کااعتراف نہ کیا جائے۔جن لوگوں نے تمام مسلمانوں کے ساتھ احسان کیاہے ان میں سے خادمِ حرمین شریفین شاہ سلمان بن عبدالعزیز اور اُن کے ولی عہد محمد بن سلمان ہیں کہ انہوں نے حاجیوں کے معاملات کی دیکھ بھال کی حرمین شریفین کی ذمہ داری اٹھائی اُن میں امن کو برقرار رکھنے اور ایسے لوگوں کو مہیا کرنے کی کوشش کی جو حج و عمرہ کرنے والوں کےساتھ احسان اور حسنِ سلوک کریں اور ساتھ ہی وہ اس بات کے حریص بھی ہیں کہ موسمِ حج کو بیماریوں کی پھیلاؤ کی جگہ اور وباؤ کی آماجگاہ بننے سے بچائیں اوریہ کہ صحتمند طریقے سے شعائر حج کو قائم کیا جائے اس طرح کہ بچاؤ اور حفاظتی دوری کے تقاضے پورے ہوں تاکہ جان کی حفاظت سے متعلق شریعت کے تقاضے پورے ہوناور نبی کریم ﷺ کے اس فرمان پر عملدرآمد ہو جس میں آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم کسی جگہ طاعون کے بارے میں سنو تو اس جگہ میں داخل نہ ہو،اور جب کسی جگہ طاعون داخل ہوجائے اور تم اس جگہ میں ہو تو وہاں سے نہ نکلو۔اللہ تعالیٰ ان دونوں کو بہترین بدلہ عطا فرمائے ،ان میں برکت دے اورانہیں تمام لوگوں کی بھلائی،سعادت اور ہدایت کا ذریعہ بنائے ۔ آمین

اللہ تعالیٰ کے محترم گھر کےحاجیو! آپ اپنے مناسک رسول اللہ ﷺ کے طریقے کے مطابق انجام دیں ۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم مجھ سے اپنے حج کے مسائل سیکھ لو ۔اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ ۚ
البقرۃ – 196
حج اور عمرے کو اللہ تعالیٰ کے لئے پورا کرو۔
آپ اس کی بدولت ان لوگوں میں شمار ہوں گے جنہوں نے اچھی طرح حج ادا کیا ۔آپ اس شرعی مقام پر اپنے لئے اپنے قرابتداروں کے لئے ملکوں کےحکمرانوں کے لئے اور عام مسلمانوں کے لئے زیادہ سے زیادہ دُعا کریں کیونکہ کوئی بھی دن ایسا نہیں جس میں اللہ تعالیٰ عرفہ کے دن سے زیادہ بندوں کو جہنم کی آگ سے نجات عطا فرماتا ہو۔اس دن اللہ تعالیٰ قرب ہوتا ہےاور انہیں لے کر فرشتوں پر فخر کرتا ہے۔
اے اللہ !تو اپنے مومن بندوں پر احسان کر اور انہیں ایک دوسرے سے احسان کرنے کی توفیق دے ۔
اے اللہ ! ان میں الفت پیدا کردے ،حق پر ان کے کلمے کو متحد کردے اور ان کے دلوں کی اصلاح فرما۔
رسول اللہ ﷺ نے مقامِ عرفہ میں خطبہ دیا پھر بلال حبشی رضی اللہ عنہ نے اذان دی اور اقامت کہی ۔آپ ﷺ نے ظہر کی نماز قصر کے ساتھ دورکعت پڑھی پھر اقامت کہی اور آپ ﷺ نے عصر کی نماز قصر کے ساتھ دو رکعت پڑھی پھر آپ ﷺ نے عرفہ میں اپنی اونٹنی پر وقوف فرمایا۔آپ ﷺ اللہ کا ذکر اور دعا کرتے رہےیہاں تک کہ جب سورج کی ٹکیا غائب ہوگئی تو آپ ﷺ مزدلفہ کے لئے روانہ ہوئے اور آپ ﷺ لوگوں سے کہتے رہے کہ سکو ن و وقار کو لازم پکڑو۔پھر جب آپ ﷺ مزدلفہ پہنچے تو وہاں مغرب کی نماز تین رکعت پڑھی اور عشاء کی دورکعت جمع اور قصر کے ساتھ ۔پھر مزدلفہ میں رات گزاری اور فجر کی نماز اُس کے اول وقت میں پڑھی اور اس کےبعد دُعا کرتےرہے یہاں تک کہ اجالہ ہوگیا۔پھر منیٰ کےلئے روانہ ہوگئے اور وہاں سورج طلوع ہونے کے بعد جمرعقبہ کو کنکریاں ماریں پھر قربانی کی اور سر منڈوایا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے طوافِ افادہ کیا پھر آپ ﷺ نے ایامِ تشریق منیٰ کے اندر گزارے۔آپﷺ اللہ کا ذکر کرتے اور زوال کے بعد تینوں جمرات کو کنکریاں مارتے۔آپ ﷺ جمرا صغریٰ اور وسطیٰ کے پاس دُعا کرتے اور عذر والوں کو منیٰ میں رات نہ گزارنے کی رخصت عطا فرماتے۔فرمانِ باری تعالیٰ ہے:
فَإِذَا قَضَيْتُم مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا ۗ

البقرة – 200
پھر جب تم ارکان حج ادا کر چکو تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو جس طرح تم اپنے باپ دادوں کا ذکر کیا کرتے تھے۔
اور آپ کی دُعا یہ ہونی چاہیئے:
رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَــنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَــنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿٢٠١﴾ أُولَٰئِكَ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبُوا ۚ وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ
البقرة – 202/201
اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں نیکی دے اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں عذاب جہنم ســــے نجات دے۔یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے ان کے اعمال کا حصہ ہے اور اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والاہے۔
رســول اللہ ﷺ کی ســنت ہے کہ تیرہویں ذی الحجہ تک منیٰ میں رکا جائے اور یہ افضـــل ہے ۔اور بارھویں تاریخ میں جلدی نکلنے کی اجازت دی ہے ۔جب آپ ﷺ حج سے فارغ ہوئے تو اپنے سفر سے پہلے خانہ کعبہ کا طواف کیا۔
سُــبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَةِ عَمَّا يَصِــفُونَ وَسَــلاَمٌ عَلَى الْمُرْسَــلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ .
خطبة العرفات، مســـجد نمرة : فضـــيلة الشـــيخ بندر بليلة حفظه الله تاريخ 9 ذوالحجة 1442
هـ بمطابق 19 جولائی 2021

(7) مختصر مسائلِ قربانی

الشیخ محمد کامران یاسین حفظہ اللہ

قربانی کی تعریف:

عید الاضحیٰ کے موقعہ پر جن جانوروں کی قربانی کی جاتی ہے انہیں ” أُضحِيَة “کہتے ہیں اور اس کی جمع ” اَضاحی “ ہے۔

اور قربانی: ایام عید الاضحیٰ یعنی دس ذو الحجہ، یوم النحر بعد نمازِ عید سے لیکر ایام التشریق یعنی14 ذو الحجہ عید کے چوتھے دن کی مغرب تک کے درمیان بهيمة الأنعام)اونٹ ، گائے ، بکرے (بیل،بھیڑ، دنبہ))میں سے کسی بھی جانورکو اللہ تعالی کا تقرب ورضاءحاصل کرنے کے لیے ذبح کرنے کوقربانی کہا جاتا ہے -(مغني المحتاج: 6/ 122، الإقناع: 2/ 277)

قربانی کرنے کی مشروعیت:

قربانی دینِ اسلام کے شعائر میں سے ایک اہم شعار ہے،یہ انبیاء علیہم السلام کے والدِ محترم سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی نا صرف سنّتِ مطہّرہ ہےبلکہ اُن کی ملّت میں سے ہے جس کی اتباع و پیروی کا ہمیں حکم دیا گیا ہے،لہٰذا اس کی مشروعیت(جائز و مسنون ہونا) کتاب اللہ اورسنتِ نبویہ ﷺ اورمسلمانوں کے اجماع و اتفاق سے ثابت ہے۔

قرآنِ مجیدسے دلائل:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ

الکوثر – 2

’’پس اپنے رب ہی کے لیے نماز ادا کر اورقربانی کر‘‘۔
ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالی نٰے کچھ اس طرح فرمایا:
قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٢﴾ لَا شَرِيكَ لَهُ ۖ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ
الانعام – 163/162
’’آپ(ﷺ)کہہ دیجیے یقیناً میری نماز اورمیری قربانی اورجینا میرا مرنا یہ سب خالص اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جوسارے جہانوں کا مالک ہے ، اس کا کوئی شریک نہیں اورمجھ کواسی کا حکم ہوا ہے اورمیں سب ماننے والوں میں سے پہلا ہوں ‘‘۔
اورایک اور مقام پراللہ تعالی نےاس طرح ارشادفرمایا:
وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ۗ فَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا ۗ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ
الحج – 34
’’اورہر امت کےلیے ہم نے قربانی کے طریقے مقرر فرمائے تا کہ وہ ان چوپائے جانوروں پراللہ تعالی کا نام لیں جواللہ تعالی نے انہیں دے رکھے ہیں ، سمجھ لو!کہ تم سب کا معبود والہ برحق صرف ایک ہی ہے تم اسی کے تابع فرمان ہوجاؤ اورعاجزی کرنے والوں کوخوشخبری سنا دیجیے‘‘ ۔
احادیثِ رسولﷺسے دلائل:
سیدناانس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے دو سیاہ وسفید مینڈھوں کی قربانی دی انہیں اپنے ہاتھ سے ذبح کیا اور(ذبح کرتے ہوئے) ’’بسمِ اللہِ اللہُ اَکبَرُ ‘‘ کہا اوراپنا پاؤں ان کی گردن پررکھا ۔ (صحیح بخاری ، صحیح مسلم) ۔
سیدنا عبداللہ بن عمررضی اللہ تعالی عنہما بیان کرتے ہیں کہ:’’ نبیِ کریم ﷺ نے مدینہ طیبہ میں دس برس قیام فرمایا اورآپﷺہر برس قربانی کیا کرتے تھے ‘‘۔(مسند احمد،سنن ترمذی)۔
عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺنے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین قربانیاں تقسیم کیں توعقبہ رضی اللہ تعالی عنہ کے حصہ میں جذعہ(ایک سال کا جانور) آیا تووہ کہنے لگے اے اللہ کے رسول ﷺ میرے حصہ میں جذعہ آیا ہے تونبی ﷺ نے فرمایا :تم اس کوہی ذبح کردو ۔ (صحیح بخاری)
سیدنابراء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا:’’جس نے بھی نماز (عید) کے بعد (قربانی کا جانور) ذبح کیا تواس

کی قربانی ہوگئی ، اوراس نے مسلمانوں کی سنت پرعمل کرلیا‘‘۔ (صحیح بخاری) ۔
معلوم ہوا کہ نبیِ کریمﷺ نے باقاعدگی سے ہر سال خود بھی قربانی کے جانور ذبح کیے،اور اس کا حکم و ترغیب بھی دی اورصحابہ کرام رضی اللہ تعالی ٰعنہم بھی باقاعدگی کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں بھی اور آپﷺ کی وفاتِ اطہر کے بعد بھی قربانی کا اہتمام کرتے رہے ، اوربزبانِ نبی ِ کریمﷺ قربانی کرنا مسلمانوں کی سنت یعنی ان کا طریقہ ہے ۔
لہٰذا مسلمانوں کا ہر دور سے لیکر آج تک قربانی کی مشروعیت پراجماع و اتفاق ہے ، جیسا کہ کئی اہل ِعلم نے اس اجماع و اتفاق کونقل بھی کیاہے۔ (المغني 9/ 435)
ہر سال قربانی رسول اللہﷺ کا اپنی امت کو حکم:
رسول اللہﷺنے اپنی امت کو یہ تاکید فرمائی کہ وہ ہر سال قربانی کی سنت ادا کریں، جیسا کہ مخنف بن سلیم سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺنے ارشاد فرمایا : اے لوگو ! ہر سال ہر گھر والے پر قربانی ہے۔ (صحیح سنن الترمذی: 932 ، صحیح النسائی :8863)
بقرعید کے دن نمازِ عید کے بعد سب سے پہلا کام:
سیدنا براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہﷺنے ارشاد فرمایا :’’اس(بقرعید) دن ہم پہلا کام یہ کرتے ہیں کہ نمازِ عید ادا کرتے ہیں پھر واپس آکر قربانی کرتے ہیں ، جس شخص نے ایسا کیا اس نے ہماری سنت کو پالیا ‘‘۔(صحیح بخاری ،صحیح مسلم)
استطاعت رکھنے کے باوجود قربانی نہ کرنے والے:
رسول اللہﷺنے استطاعت رکھنے کے باوجود قربانی نہ کرنے والوں پر شدید ناراضگی کا اظہار فرمایا۔سیدناابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریمﷺنے فرمایا :
من كان له سعة فلم يضح فلا يقربن مصلانا
’’جو آسودہ حال ہونے کے باوجود قربانی نہ کرے وہ ہماری عید گاہ کے قریب تک نہ آئے‘‘۔ (صحیح سنن ابن ماجہ :1992)
قربانی کا حکم:
قربانی کے حکم میں اہل ِعلم کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے کہ قربانی واجب ہے یا سنّت مؤکّدہ؟۔ دلائل کی رو سےیہی معلوم ہوتا ہےکہ قربانی کی استطاعت رکھنے والے کو قربانی نہیں چھوڑنی چاہیے ،کیونکہ رسول اللہﷺ، صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین اور ہر زمانہ میں اہلِ اسلام نے اس

مبارک اسلامی شعیرہ پر پابندی کے ساتھ عمل کیا ہے اور جو قربانی کی طاقت رکھنے کے باوجود قربانی نہیں کرتا اُس کے لیے درجِ ذیل وعید ہے ۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے : جوقربانی کرنےکی گنجائش رکھے اوروہ قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عید گاہ میں نہ آئے۔(ابنِ ماجہ) البتہ استطاعت کےباوجودقربانی نہ کرنے والے کو گناہ گار قرار دینے کے لیے صریح دلیل کا ہونا ضروری ہے ۔ واللہ اعلم

قربانی کی حکمت اور مقاصد:

قربانی کرنا یہ ہمیں ہمارے اللہ کا حکم ہے اور انبیاء علیہم السلام کے والد سیدنا ابراہیم کی ملّت میں سے ہے جس کی اتباع و پیروی کے ہم پابند ہیں اور پھر یہ وہ مبارک عمل ہے جس پر ہمارے پیارے و عظیم پیغمبر جنابِ محمد رسول اللہﷺ نے ہمیشگی و مداومت کی اور پھر آپﷺ کے صحابا رضی اللہ عنھم اور پھر ہر زمانے میں مسلمانوں کا اس پر عملی اجماع رہا ہےلہٰذا قربانی کا اوّلین مقصد اللہ تعالیٰ ، اُس کے پیارے حبیب ﷺکی اقتداء و پیروی کرنا ہے اور پھر یہ تمام مسلمانوں کا طریقہ رہا ہےاس کے بعد قربانی کا مقصد اور حکمت خود میں اخلاص اور تقویٰ کا ـجذبہ بیدار کرنا ہےکہ ہمارے اندر محض اللہ کی رضاء وخوشنودی اور اُس کا تقرّب حاصل کرنے کے لیے ہمی وقت اپنا سب کچھ،وقت،صلاحیت،مال و اولاد ،اپنی محبوب ترین شیئ حتیٰ کہ اپنی ذات تک قربان کرنے کا احساس ناصرف پیدا و اجاگر ہو بلکہ خود کو عملی طور پر اس کے لیے تیار بھی کیا جائے۔

اس لیے یاد رہنا چاہیے کہ قربانی نمود و نمائش ، پیسہ یا دولت کے اظہار یا معاشرے و سوسائٹی میں اپنی حیثیت کی دھاگ بٹھانے کے لیے نہیں ہے اور نا ہی قربانی صرف جانور ذبح کرنے اور گوشت کھانے کا نام ہے بلکہ یہ ایثار وجاں نثاری ، تقوی وطہارت ،مومنانہ صورت وسیرت اور مجاہدانہ کردار اپنے اندر پیدا کرنے کا نام ہے ،اس لئے قربانی کرنے والوں کو اپنی نیت خالص اور قربانی صرف لوجہ اللہ کرنی چاہئے ۔اس کے مقاصد کو ملحوظِ خاطر رکھنا چاہیے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے :

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَاۗؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰي مِنْكُمْ

الحج – 37

’’ اللہ تک تمہاری قربانیوں کا گوشت یا خون ہر گز نہیں پہنچتا بلکہ تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے‘‘۔

اور اللہ تعالی کا فرمان ہے :

قُلْ إِنَّ صَلاَتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

الانعام – 162

’’ آپ(ﷺ) فرمادیجئےکہ بےشـــک میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا سب خالص اللہ ہی کے لئے ہےجو سارے جہاں کا مالک ہے‘‘۔

اور نبی ﷺ کا فرمان ہے :

إنَّ اللَّهَ لا ينظرُ إلى أجسادِكُم ، ولا إلى صورِكُم ، ولَكِن ينظرُ إلى قلوبِكُم

صحیح مسلم : 2564

’’بے شـک اللہ تمہارے جسـموں اور تمہاری صـورتوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے‘‘ ۔

لہٰذاجو قربانی اس مقصـد کو پورا کرنے سے قاصـر ہو وہ عنداللہ مقبول نہیں ہے ۔

اللہ تعالیٰ ہمیں قربانی کا مقصـد و حکمت سـمجھنے اور اسـے حاصـل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

قربانی کی فضیلت:

قربانی کی فضیلت کو سمجھنے کے لیے یہی کافی ہے کہ قربانی کے مقاصد بہت بلندمقام ہیں اور اس کی حکمتیں بڑی عظیم ہیں جنہیں تفصـــیلاً گذشـــتہ سطور میں ذکر کیا گیا، لہٰذا جس عمل کے مقاصد و حکمتیں اتنی بلند و عظیم ہوں وہ عمل کتنا عظیم ہوگا ۔

پھر قربانی ابو الانبیاء سـیدنا ابراہیم علیہ السـلام کی سـنت ہےاور اُن کی یہ سنّت اللہ کو اتنی محبوب ہے کہ اُس نے قیامت تک کے لیے اسے زندہ کردیا ،اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ

الصافات – 108

’’اور ہم نے اس (سنت) کو بعد والوں کے لئے باقی رکھا‘‘۔

نیز اللہ کے سب سے عظیم و محبوب رسول جناب محمّدﷺ نے ناصرف اس سـنّت پر عمل کیا بلکہ اس پر ہمیشـگی اختیار فرمائی اور آج تک اہلِ اسـلام پوری دنیا میں اس سنّت کو اجاگر کرتے ہیں۔

اور پھر یہ بھی قابلِ غور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سـال کے تمام دنوں میں اُس دن کو ہی سـب سے افضـل بنادیا کہ جس دن اللہ کی رضـاء کے لیے اہلِ اسـلام جانور کو قربان کرکے اُ سـکا خون بہاتے ہیں اور اُسـے نام ہی ’’یوم النحر‘‘ قربانی کا دن دیا گیا ہے۔اور اللہ تعالیٰ کو اس دن قربانی سـے زیادہ کوئی عمل محبوب و پسندیدہ نہیں ۔نبی ﷺ کا فرمان ہے :

أعظمُ الأيامِ عند اللهِ يومُ النَّحرِ

صحيح الجامع: 1064

’’اللہ کے نزدیک سب سے عظیم دن یوم النحر(قربانی کا دن)‘‘ ہے۔

قربانی کرنے والے خیال رکھیں!!!

جو قربانی کا ارادہ کرے وہ یکم ذو الحجہ ،ذو الحجہ کا چاند نظر آنے سے لیکر قربانی کا جانور ذبح ہونے تک اپنے بال اور ناخن نہ کاٹے ۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے :

إذا دخل العَشْرُ ، وعندَهُ أضحيةٌ ، يريدُ أن يُضحِّي ، فلا يأخذَنَّ شعرًا ولا يُقَلِّمَنَّ ظفرًا

صحیح مسلم

’’جب ذو الحجہ کا عشرہ آجائے اور کسی کے پاس قربانی کا جانور ہو جو اس کی قربانی دینا چاہتا ہو تو اپنے (جسم کے کسی بھی حصے کے)بال اور ناخن نہ کاٹے۔(صحیح مسلم)

بعض اہلِ علم کے نزدیک : جو قربانی کرنے کی طاقت نہ رکھے اگر وہ بھی بال وناخن کی پابندی کرے تو باذن اللہ قربانی کا اجر پائے گا۔ ان شاء اللہ ۔نسائی ، ابوداؤد، ابن حبان ، دارقطنی،بیہقی اور حاکم سمیت متعدد کتب ِحدیث میں یہ حدیث موجود ہے ۔سیدناعبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ’’مجھے اضحیٰ کے دن کے متعلق حکم دیا گیا ہے کہ اسے بطورِ عید مناؤں جسے اللہ عزوجل نے اس امت کے لیے خاص کیا ہے ۔ایک آدمی نے کہا : فرمائیے کہ اگر مجھے دودھ کے جانور کے سوا کوئی جانور نہ ملے تو کیا میں اس کی قربانی کر دوں ؟ آپﷺنے فرمایا:نہیں ،بلکہ اپنے بال کاٹ لو ‘ ناخن اور مونچھیں تراش لو اور زیر ناف کی صفائی کر لو ۔ اللہ کے ہاں تمہاری یہی کامل قربانی ہو گی ۔ (سنن أبي داود:2789)

اگرچہ اس حدیث کو علّامہ البانی رحمہ اللہ نے ایک راوی عیسی بن ہلال صدفی کی وجہ سے ضعیف کہا ہے مگر دوسرے محدثین سے ان کی توثیق بھی ثابت ہے ۔ واللہ اعلم

نوٹ:

بال وناخن کی پابندی سے متعلق یہ پابندی صرف قربانی کرنے والوں کی طرف سے ہے، گھر کے دوسرے افراد مستثنی ہیں لیکن سبھی پابندی کرنا چاہیں تو اچھی بات ہے ۔

دوسری بات یہ ہے کہ وہ آدمی جس نے غفلت میں چالیس دنوں سے بال وناخن نہیں کاٹے تھے اور اس کو قربانی دینی ہے اس حال میں کہ ذوالحجہ کا چاندبھی نکل آیا ہے ایسا شخص واقعی بہت بڑا غافل ہے ،اگر بال وناخن تکلیف کی حد تک بڑھ گئے ہوں تو زائل کرلے ،اللہ معاف کرنے والاہے وگرنہ چھوڑ دے۔

قربانی دینے والےنے بھول کر اپنا بال یا ناخن کاٹ لیا تو اس پہ کوئی گناہ نہیں لیکن جس نے قصداً بال یا ناخن کاٹا تواسے اپنے اس عمل پر استغفار کرنا چاہیے ۔واللہ اعلم

قربانی کی شرائط :

اور قربانی کے لیے چھ شرائط کا مکمّل ہونا ضروری ہے:پہلی شرط: وہ قربانی ''بهيمة الأنعام ''میں سے ہو جوکہ اونٹ ، گائے ، بھیڑ ،بکرے ہیں ۔

اس طرح 8/ قسم کے جانور''بهيمة الأنعام '' میں سے ہیں جن کی قربانی جائز ہے، ان میں بکرا، بھیڑ، گائے اور اونٹ کا نر و مادہ شامل ہے۔

کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُواْ اسْمَ اللَّهِ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِّن بَهِيمَةِ الأَنْعَامِ

الحج – 34

''اورہر امت کےلیے ہم نے قربانی کے طریقے مقرر فرمائے تا کہ وہ ان چوپائے جانوروں پراللہ تعالی کا نام لیں جواللہ تعالی نے انہیں دے رکھے ہیں '' ۔

اورآیت میں : بهيمة الأنعام سے مراد اونٹ گائے بھیڑ بکرے ہیں عرب کے ہاں بھی یہی معروف ہے اورسیدناحسن ، قتادہ رحمہما اللہ وغیرہما نے بھی یہی کہا ہے ۔

دوسری شرط:قربانی کا جانور شرعی محدود و متعیّن عمرکا ہونا ضروری ہے ۔

وہ اس طرح کہ : بھیڑ کی نسل میں جذعہ ہونا چاہیےیعنی: جو کم از کم مکمل آدھا سال کا ہو چکا ہو،ورنہ ایک سال مکمل ہو تو زیادہ بہتر ہے)۔

اور بھیڑ کے علاوہ دیگر جانوروں(اونٹ ، گائے ، بکرے) میں سے ثنیہ(مُسِنَّہ) ہونا ضروری ہے ،کیونکہ نبیﷺ کا فرمان ہے:

''مُسِنَّہ (یعنی دودانت والا) کے علاوہ کوئی اورذبح نہ کرو لیکن اگر تمہیں مسنہ نہ ملے توبھیڑ کا جذعہ ذبح کرلو'' ۔(صحیح مسلم: 1963)

مُسِنَّہ: ثنیہ اوراس سے اوپروالی عمر کا ہوتا ہے اورجذعہ اس سے کم عمر کا ۔لہٰذا:

اونٹ: پورے پانچ برس کا ہو تووہ ثنیہ کہلائے گا ۔

گائے: کی عمر دوبرس مکمل ہوتووہ ثنیہ کہلائے گی ۔

بکری :جب ایک برس کی مکمّل ہوتووہ ثنیہ کہلائے گی ۔ اورجذعہ : (باختلاف العلماء)کم از کم آدھا ورنہ ایک سال مکمل کرنے والے جانور کوکہتے ہیں ۔

لہذا اونٹ گائے اوربکرے میں ثنیہ سے کم عمرکے جانورکی قربانی نہیں ہوگی ، اوراسی طرح بھیڑ میں سے جذعہ سے کم عمرکے جانور کی قربانی صحیح نہیں ہوگی۔ واللہ اعلم۔ (أحكام الأضحية لشيخ ابنِ عثيمين اور فتاوی اللجنة الدائمة :377/11) (مزیدتفصیل کے لیے دیکھیے : "بدائع الصنائع" (70/5) ، "البحر الرائق" (202/8) ، "التاج والإكليل" (363/4) ، "شرح مختصر خليل" (34/3) ، "المجموع" (365/8) ، "المغني" (368/13)۔

تیسری شرط:قربانی کا جانورچار عیوب سے پاک ہونا چاہیے:

قربانی کا جانور مندرجہ ذیل عیوب سے پاک ہونا چاہیے :

نبی کریمﷺ سے جب یہ پوچھا گیا کہ قربانی کا جانور کن عیوب سے صاف ہونا چاہیے تونبی ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کرکےفرمایا :

(قربانی کا جانور)چارعیوب سے(پاک ہونا چاہیے):وہ لنگڑا جانور جس کا لنگڑا پن واضح ہو ، اورآنکھ کے عیب والا جانورجس کی آنکھ کا عیب واضح ہو ، اوربیمار جانور جس کی بیماری واضح ہو، اوروہ کمزور وضعیف جانور جس کا گودا ہی نہ ہو (ایسے جانوروں کی قربانی جائز نہیں ہے) ۔

اسے امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے موطا میں براء بن عازب رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا ہے ۔ اور دیکھیے:سنن ابی داود: 2802،صحیح، اور اسے امام البانی رحمہ اللہ 'ارواء:1148' میں صحیح کہا ہے)

آنکھ میں واضح اورظاہر عیب :

یعنی جس کی آنکھ بہہ، ضائع چکی ہو یا پھر بٹن کی طرح باہر نکلی ہوئی ہو ، یا پھر آنکھ مکمل اورساری سفید ہوجواس کے بھینگے پن پرواضح دلالت کرتی ہے ۔ لہٰذا آنکھیں اچھی طرح دیکھ لی جائیں کہ کہیں آنکھیں کانی نہ ہوں جن کا کانا پن ظاہر ہو۔ورنہ قربانی جائز نہیں۔ (نیز کان بھی اوپر نیچے سے کٹا ہوا نہ ہو اور کان لمبائی میں بھی چرا ہوا نہ ہو ،نہ ہی کان میں گول سوراخ ہو۔اور کان اور سینگ آدھا یاآدھے سے زیادہ کٹا ہوا نہ ہو)۔(سنن ابوداؤد: 2802،ابن خزیمہ:2912، مستدرک:1۔468)

واضح بیمار جانور :

اس سے مراد وہ بیماریاں ہیں جوجانوروں پرظاہرو واضح ہوتی ہیں مثلا وہ بخار جس کی بنا پرجانور چرنا ہی ختم کردیتا ہے اوراس کے چرنے کی چاہت ہی ختم ہوجاتی ہے ، اوراسی طرح واضح اورظاہری خارش جواس کے گوشت کوخراب کردینے والی ہو ، یااس کی صحت پربری طرح اثرانداز ہورہی ہو ، اورگہرا زخم جواس کی صحت پراثرانداز ہوتا ہو وغیرہ وغیرہ ۔ اس طرح کے جانورکی قربانی جائز نہیں۔

واضح طورپرپایا جانے والا لنگڑا پن:
وہ لنگڑا پن جواسے سیدھا اورصحیح چلنے سے روکے اورمشکل سے دوچار کرے ۔ ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں۔
گودے کوزائل کرنے والی کمزوری :
جانور اتنا بوڑھا ہوجائے یا اس کو ایسی کمزوری لاحق ہوجائے جو اُس کی ہڈیوں کا گودا ختم کردے اور وہ جانور بہت زیادہ نحیف و کمزور ہوجائے۔
لہذا یہ چارعیب ایسے ہیں جن کے پائے جانے کی بنا پرقربانی نہیں ہوتی ، اوران چارعیوب کے ساتھ اس طرح کے اوربھی عیوب ملحق ہوتے ہیں یا وہ عیوب جواس سے بھی شدید ہوں توان کے پائے جانے سے بھی قربانی نہیں ہوتی ، ہم انہیں ذیل میں ذکر کرتے ہیں:
اندھا پن وہ جانور جس کو سرےسے نظرہی نہ آتا ہو ۔
وہ جانورجس نے اپنی طاقت سےزیادہ چر لیا ہوجس سے وہ پھول گیا ہو، اس کی قربانی اس وقت تک نہیں ہوسکتی جب تک وہ صحیح نہیں ہوجائے اوراس سے خطرہ نہیں ٹل جاتا ۔
وہ حاملہ جانور جسےجننے میں کوئی مشکل درپیش ہو جب تک اس سے خطرہ زائل نہ ہوجائے ۔
گلا گھٹ کر یا بلندی سے نیچے گر کریا اسی طرح کسی اوروجہ سے زخم وغیرہ لگا ہوا جانور جس سے اس کی موت واقع ہونے کا خدشہ ہو، اس وقت تک ایسے جانورکی قربانی نہیں ہوسکتی جب تک کہ اس سے خطرہ زائل نہیں ہوجاتا ۔
کسی آفت کی وجہ سے چلنے کی سکت نہ رکھنے والا جانور ۔
اگلی یا پچھلی ٹانگوں میں سے کوئی ایک ٹانگ کٹی ہوئی ہو ۔
جب ان چھ عیوب کوحدیث میں بیان کردہ چارعیوب کے ساتھ ملایا جائے توان کی تعداد دس ہوجائے گی ۔
چوتھی شرط: وہ جانور قربانی کرنے والی کی ملکیت ہواور شرعی طور پر حاصل کردہ ہو۔
لہذا جوجانورکسی کی ملکیت ہی نہ ہویا شرعی طور پر اُسے حاصل بھی نہ ہو اس کی قربانی صحیح نہیں ، مثلا غصب یا چوری کردہ جانور اور اسی طرح باطل اورغلط دعوے سے لیا گیا جانور ، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی معصیت ونافرمانی کے ساتھ اس کا تقرب حاصل نہیں ہوسکتا ۔
اور یتیم کےلیے اس کے مال سے اُس کےولی کی جانب سے قربانی کرنا صحیح ہے جب عام طورپر ایسا ہوتا ہواورنہ کرنے سے یتیم کی دل آزاری ہوتی ہو ۔

اوراسی طرح وکیل کی اپنے موکل کے مال سے اُس کی اجازت سے قربانی کرنی صحیح ہوگی ۔
پانچویں شرط:اس جانور کے ساتھ کسی دوسرےکا حق معلق نہ ہو ، لہذا گروی رکھے گئے جانور کی قربانی صحیح نہیں ہے ۔
چھٹی شرط:قربانی کومقررہ شرعی وقت کے اندر اندرذبح کیا جائے:
اوریہ وقت دس ذی الحجہ کونماز ِعید کے بعد سے شروع ہوکرایام تشریق (11،12،13)کے آخری دن(13 ذو الحجہ،بقرعید کے چوتھے دن) کےسورج غروب ہونے تک باقی رہتا ہے تواس طرح قربانی وذبح کرنے کے چار دن ہیں ،عید کے دن نماز عید کے بعد ، اوراس کے بعد تین دن یعنی گیارہ ، بارہ اورتیرہ ذو الحجہ کے ایام ۔
لہذا جس نے بھی مذکورہ وقت کے درمیان قربانی کی تو اُس کی قربانی صحیح ہوگی ۔
نمازِ عید سے پہلے یا تیرہ ذی الحجہ کوغروب شمس کے بعدقربانی کرنا:
اور جس نے بھی نماز ِعید سے قبل ہی قربانی ذبح کرلی یا پھر تیرہ ذی الحجہ کوغروب شمس کے بعدقربانی کی تواس کی یہ قربانی صحیح نہیں ہوگی ۔
سیدنابراء بن عازب رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا ہے:وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا’’:جس نے نماز (عید) سے قبل ذبح کرلیا وہ صرف گوشت ہے جووہ اپنے اہل وعیال کوپیش کررہا ہے اوراس کا (عید کی مسنون)قربانی سے کوئی تعلق نہیں‘‘۔(صحیح بخاری: 5545، صحیح مسلم: 1961)
لیکن اگرکسی کو ایامِ تشریق 13 ذو الحجہ سے قربانی کوتاخیرکرنے کا کوئی عذر پیش آجائے مثلا ًاس کی قربانی کا جانور اس سے بھاگ گیا اوراس میں اس کی کوئی کوتاہی نہیں تھی اوروہ جانورایام تشریق کے بعد واپس ملے ، یااس نے کسی کوقربانی ذبح کرنے کا وکیل بنایا تووکیل اسے ذبح کرنا ہی بھول گیا یا رہ گیا اوروقت گزر گیا ، تواس عذر کی بنا پروقت گزرنے کے بعداُس کے لیے ذبح کرنے کی گنجائش موجود ہے ، نماز کے وقت میں سوئے ہوئے یابھول جانےوالے شخص پرقیاس کرتے ہوئے کہ وہ جب سوکراٹھے یا جب اسے یاد آئے تونماز ادا کرے گا ۔ واللہ اعلم
نمازِ عید سے قبل ذبح کرنے والا کیا کرے؟
سیدناجندب بن سفیان البجلی رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتےہیں کہ میں نبیﷺساتھ حاضرتھا توانہوں نے فرمایا:’’جس نے نماز عید سےقبل ذبح کرلیا وہ اس کے بدلے میں دوسرا جانور ذبح کرے‘‘۔(صحیح بخاری: 5562)۔

دن میں قربانی کا وقت:
وقت محددہ کے اندر دن یا رات میں کسی بھی وقت قربانی ذبح کی جاسکتی ہے ،البتہ قربانی دن کے وقت ذبح کرنا اولی اوربہتر ہے ۔
اوراسی طرح عید کے دنوں میں عید والے دن نمازِ عید کے خطبہ کے بعد ذبح کرنا افضل اوراولیٰ ہے ، اورپھر اس کے بعدوالے یعنی دوسرے دن ،پھر تیسرے دن ،پھر چوتھے دن میں ۔یعنی جتنی جلدی ذبح کی جائے بہتراور افضل ہوگی ، کیونکہ اس میں خیروبھلائی کرنے میں سبقت ہے ۔واللہ اعلم۔ (مزید تفصیل کے لیے دیکھیے :قربانی اور ذبح کے احکام از شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ)
اور مستقل فتاوی کمیٹی کے فتاوی جات میں ہے:''اہل علم کے صحیح قول کے مطابق حج تمتع اور حج قِران کی قربانی کرنے کے چار دن ہیں، ایك عید والا دن، اور تین ایام اس کے بعد، اور قربانی کا وقت چوتھے روز کا سورج غروب ہونے پر ختم ہو جاتا ہے''۔ (فتاوی اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ والافتاء : 11 / 406)
جانور کو غیر اللہ کے لیے ذبح کرنا:
جانوروں کو غیر اللہ کے لیے ذبح کرنا شرک وحرام ہے۔ خواہ وہ کسی نبی ، ولی ، پیر یا بزرگ ہی کے لیے کیوں نا کیا جائے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺنے فرمایا:''اللہ تعالیٰ اس آدمی پر لعنت کرے جو اپنے والد پر لعنت کرے اور اللہ تعالیٰ اس آدمی پر بھی لعنت کرے جو غیر اللہ کے لیے ذبح کرے۔''(صحیح مسلم: 5096)
ایک فرد کی جانب سے ایک جانور کی قربانی پورے گھرانے کو کفایت کر جاتی ہے:
قربانی کا ایک جانور خواہ بکرا/بکری ہی کیوں نہ ہو ایک گھرانہ کے تمام افراد کی طرف سے کافی ہے۔(صحیح ترمذی:1216)
ایک گھرانہ کا مطلب یہ ہے کہ گھر کےتمام افراد قربانی کرنے والے کے ساتھ ہی رہتے ہوں اورقربانی کرنے والا ان سب کے خرچہ کا ذمہ دار ہونیز وہ سارے رشتہ دار ہوں ۔جس کا چولہا الگ ہو وہ الگ قربانی کرے گا۔
عطاء بن یسار کہتے ہیں کہ میں نے ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے پوچھا: رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں قربانیاں کیسے ہوتی تھیں؟ انہوں نے کہا: ایک آدمی اپنےاور اپنے گھروالوں کی طرف سے ایک بکری قربانی کرتاتھا، وہ لوگ خودکھاتے تھے اور دوسروں کو کھلاتے تھے یہاں تک کہ لوگ (کثرت قربانی پر)فخرکرنے لگے اوراب یہ صورت حال ہوگئی جو دیکھ رہے ہو ۔(صحيح الترمذي:1505)

گائے اور اونٹ کے حصے :
بڑے جانور گائے ، بیل اور اونٹ میں ایک مکمل گھرانےکے لوگ ایک حصہ لے کر شریک ہوسکتے ہیں۔ گائے کی قربانی میں سات اور اونٹ کی قربانی میں دس افراد/گھرانے تک حصہ دار بن سکتے ہیں۔(سنن نسائی: 4392، ترمذی:1553)۔
عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہماسے رایت ہےکہ : ہم رسول اللہﷺ کے ساتھ سفر میں تھے کہ (عید)اضحیٰ آگئی تو ہم گائے میں سات حصہ دار ہوگئے اور اونٹ میں دس۔(مسند احمد:مسند عبداللہ بن عباس رقم الحدیث:2484)اونٹ میں دس افراد کے حوالے سے بعض روایات ہیں جو سنداً ضعیف ہیں ، لیکن شیخ البانی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے ۔ نیز بخاری(حدیث5498)کی روایت اس مضمون کی مؤید ہیں۔ جس سے حدیث کی صحت کی جانب قوی ہوجاتی ہے۔
قرض لے کریا جو مقروض ہواس کا قربانی کرنا :
جس میں قربانی کی وسعت و طاقت ہو وہی قربانی کرے اور جو قربانی کی طاقت نہیں رکھتا اسے رخصت ہے اس لئے قربانی کی خاطر قرض لینا ضروری نہیں ۔جو ہمیشہ سے قربانی کرتے آرہا ہو اچانک غریب ہوجائے یا قرضے میں ڈوب جائے اسے مایوس نہیں ہونا چاہئے اور قرض کے بوجھ سے قربانی نہیں کرناچاہئے بلکہ فراخی ووسعت کے لئے اللہ سے دعا کرنا چاہئے ۔ اگر کوئی معمولی طور پرمقروض ہو،قرض چکانے اور قربانی کرنے کی طاقت رکھتا ہو اسے قربانی کرنی چاہئے ۔اسی طرح اچانک عیدالاضحی کے موقع پر کسی کا ہاتھ خالی ہوجائے اور کہیں سے پیسے آنے کی بھی امید ہواور ایسے شخص کو بآسانی قرض مل جائے تو قربانی کرنی چاہئے کیونکہ اس کے پاس پیسہ ہے مگر ہاتھ میں موجود نہیں ہے ۔ واللہ اعلم
خصی جانور کی قربانی بلا کراہت جائز ہے :
جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہماسے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس دو مینڈھے لائے گئے جو "أقرنين أملحين، عظيمين، موجوئين". تھے"یعنی مینڈھے ،سینگ دار،چتکبرے اور خصی تھے۔ (مجمع الزوائد ،مسند احمد،سنن ابی داود:باب ما يستحب من الضحايا رقم الحديث:2795)۔ ثابت ہوا خصی جانور کی قربانی بلا کراہت جائز ہے"۔
جانور کو ذبح کرنے کے آداب :
جانور ذبح کرنے والا عاقل وبالغ مسلمان ہو، اور ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لینا ضروری ہے ۔

قربانی کے جانور کو گھسیٹ کر ذبح کرنے کی جگہ نہ لایا جائے۔اور اسے تیز چھری کے ساتھ ذبح کیا جائے۔ ذبح سے قبل اسے پانی پلانا۔ یہ امور صحیح مسلم’’کتا ب الصید والذبائح‘‘ میں موجود روایت سے ثابت ہوتے ہیں۔
شداد بن اوس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جب تم جانور کو ذبح کرو تو عمدگی سے ذبح کرو اور ذبح کرنے والا اپنی چھری کو تیز کرے اور اپنے جانور کو آرام پہنچائے۔(صحیح مسلم:باب الامر باحسان الذبح والقتل رقم الحدیث:1955-) نیزچھری وغیرہ جانور کو دِکھا کر تیز نہیں کرنی چاہیے۔(صحیح مسلم : 5024، حاکم: 23114، نسائی :4413) جانور کو صرف کسی خون بہانے والے آلہ سے ہی ذبح کیا جائے،ذبح میں گلہ یعنی سانس کی نلی اور کھانے کی رگیں کاٹی جائیں۔
اونٹ کو کھڑا کر کے نحر کرنا چاہیے جبکہ دوسرے جانوروں کو لٹا کر اپنا قدم اس کے پہلو پر رکھ کر ذبح کرنا چاہیے، یہی سنت ہے۔(صحیح بخاری: 1713)
جانور کو قبلہ ُرخ لٹانا سنت ہے۔(صحیح مسلم،بیہقی:9،258، موطأ:1،379) البتہ اگر غیرقبلہ پہ ذبح کرلیاگیاہوتوقربانی ہوجائی گی۔
ذبح کرتے وقت تکبیر ان الفاظ میں پڑھی جائے:’’بسم اللہ واللہ اکبر‘‘ (صحیح مسلم:5063)
مندرجہ ذیل دعا بھی پڑھنا سنت سے ثابت ہے :
إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ حَنِيْفًا وَمَآ أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ، إِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰہِ رَبِّ العَالَمِيْنَ، لَاشَرِيْكَ لَهُ وَ بِذالِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ، بِاسْمِ اللهِ وَ اللهُ أَكْبَرُ۔أَللّٰهُمَّ هٰذَا مِنْكَ وَ لَكَ أَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّيْ (وَمِنْ أَهْلِ بَيْتِيْ)
اس حدیث کو شیخ البانی نے مشکوۃ کی تخریج میں صحیح قرار دیا ہے اور شعیب ارناؤط نے اس کی تحسین کی ہے۔
جانوروں کو خود ذبح کرنا افضل ہے۔(صحیح بخاری:5558) البتہ اگرخود ذبح کرنا مشکل ہوتو کوئی بھی اس کی جگہ ذبح کرسکتا ہے۔
بے نمازی کی قربانی اور اس کے ذبیحہ سے متعلّق جواز وعدم جوازسے متعلق علماء میں اختلاف ہے ۔ اتنا ضرور سمجھنا چاہیے کہ ترک نماز کفر ہے ۔لہٰذا قربانی کرنے والا یا ذبح کرنےوالا اپنے اس عمل سے پہلے توبہ کرے اور آئندہ پابندی نماز کا عہد کرے پھر قربانے کرے۔
خواتین بھی قربانی کا جانور ذبح کر سکتیں ہیں۔سیدنابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اپنی بیٹیوں کو حکم دیتے کہ وہ اپنی قربانیاں خود ذبح کریں‘‘۔(فتح الباری شرح صحیح بخاری: باب من ذبح ضحیۃغیرہ)

قربانی و ذبح سے متعلقہ دیگر متفرّق احکامات:
ذبح کرنے والے کی اُجرت کھال یا قربانی کے گوشت کی صورت میں نہیں بلکہ اپنے پاس سےمال کی صورت میں دینی چاہیے کیونکہ نبی ﷺ نے کھال اُجرت پر دینے سے منع فرمایا ہے۔(صحیح بخاری ومسلم) ،البتہ تحفہ میں کچھ دینا ممنوع نہیں ۔

قربانی کا گوشت تین حصوں میں تقسیم کرنا ضروری نہیں ہے ،البتہ مستحسن ضرور ہے۔قربانی کی اصل کھانا اور کھلانا ہے ، قربانی کا گوشت خود بھی کھائیں ،ذخیرہ و جمع کریں ، عزیز واقارب ، دوست واحباب کو ہدیہ بھی دیں اور غربا،مساکین و مستحقین میں صدقہ بھی کریں ۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
فَكُلُوا مِنها وَأَطعِمُوا القانِعَ وَالمُعتَرَّ
الحج – 36
"پس ان (کے گوشت) سے کھاؤاور نہ مانگنے اور مانگنے والے(دونوں) کوکھلاؤ"۔

قربانی کا گوشت محفوظ(سٹور) و ذخیرہ جمع بھی کیا جاسکتا ہے۔فرمانِ رسولﷺہے: میں نے تمہیں تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت ذخیرہ کرنے سے منع کیا تھا لیکن اب جتنا ذخیرہ کرنا چاہو کرسکتے ہو"۔ (صحیح مسلم:5077 سنن ابن ماجہ: باب ادخار لحوم الاضاحي رقم الحديث:3160)

قربانی کی کھال کا مصرف بھی گوشت کی طرح ہی ہے ۔
ہدیہ و تحفہ میں دیا گیا قربانی کا جانور یا پیسہ :
آج کل صاحبِ حیثیت و ثروت لوگ یا خیراتی ادارےجانور خرید کر یا اس کی قیمت مستحقین میں تقسیم کرتے ہیں تاکہ وہ بھی قربانی کرسکیں ایسی قربانی کا جانور یا پیسہ مستحقین کو قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے ، اللہ کی توفیق سے ہدیہ کرنے والے اور قربانی کرنے والے دونوں کو اجر وثواب ملے گا۔نبی ﷺ نے بھی صحابہ کو قربانی عطا فرمائی تھی۔ عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ نے بیان کیاکہ:

نبی کریمﷺنے اپنے صحابہ میں قربانی کے جانور تقسیم کئے ۔ سیدنا عقبہ رضی اللہ عنہ کے حصہ میں ایک سال سے کم کا بکری کا بچہ آیا ۔ انہوں نے بیان کیا کہ اس پر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میرے حصہ میں تو ایک سال سے کم کا بچہ آیا ہے ؟تو آپﷺ نے فرمایا کہ تم اسی کی قربانی کر لو ۔(صحيح البخاري:5547)

قربانی کے جانور کی فضیلت میں کوئی صحیح حدیث ثابت نہیں ہے لہذا بالوں والے اور موٹے تازے جانوروں کی فضیلت والی احادیث ضعیف ہیں

نیزپل صراط پہ موٹا جانور کے تیزی سےگزرنے والی حدیث بھی ضعیف ہے۔
قربانی کرنے والے کے لیے صاحبِ نصاب ہونے کی قید لگانا کسی بھی صحیح دلیل سے ثابت نہیں ہے جبکہ نبی کریمﷺ کبھی بھی صاحبِ نصاب نہیں رہے لیکن قربانی رسول اللہﷺباقاعدگی کے ساتھ ہر سال کیا کرتے تھے۔بات بس اتنی ہےکہ قربانی کا جانور خریدنے کی طاقت ہو۔
عمومی طور پر قربانی کا جانور ذبح کرنے کی بجائے اس کی رقم صدقہ کرنےکاتصور بھی ہرگز صحیح نہیں ہے ،یہ عمل ہرگز قربانی کا بدل نہیں ہوسکتا ،لہٰذا اس طرح کے تصورات پھیلا کر لوگوں کو قربانی نہ کرنے کی ترغیب دلانا ناجائز وقابلِ مذمّت عمل ہے۔البتہ بوجہ عذرِ شرعی و مجبوری مخصوص حالات میں ایسا کرنے کا جواز اہلِ علم دیتے ہیں ۔واللہ اعلم
فقیرومسکین ہدیہ میں ملا گوشت بیچ سکتاہے۔
قربانی کے جانور سے متعلق مختلف بدعات وخرافات ہیں۔ الگ الگ علاقہ میں الگ قسم کی بدعات رائج ہیں ،کہیں جانور کو سجانا، کہیں جانور کی نمائش کرنا (اور یہ شہروگاؤں ہرجگہ عام ہورہاہے)بلکہ ٹی وی اور اخبار پر اس کی خبریں شائع کرنا، ذبح کے وقت جانورکو وضو وغسل کرانا، اس کے خون کو متبرک سمجھ کر گھروں ،سواریوں اور بچوں کے جسموں پر لیپنا یا اسی جانور کے بالوں اور پیشانی پر ملناوغیرہ ۔ اس قسم کے کاموں کو ثواب کی نیت سے کرنا گناہ کا باعث ہے کیونکہ جو دین نہیں اسے دین بنالینا بدعت ہے اور ہربدعت گمراہی ہے اور ہرگمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے ۔
حاملہ جانور کے پیٹ میں موجود بچہ اُس کی ماں کو ذبح کرنے سے حلال ہوجائے گا۔(سنن الترمذی: باب ما جاء فی ذکاۃالجنین رقم الحدیث:1476)
مذکورہ حدیث کی روشنی میں واضح ہوا پیٹ میں موجود بچہ ہر حال میں حلال ہے۔نیز مذکورہ حدیث کی روشنی میں جانور کے حاملہ ہونے کے علم ذبح سے پہلے ہوجائے تو اُس کے بعد بھی اُس کی قربانی صحیح ہے۔ واللہ اعلم
معاملہ انفرادی قربانی کا ہو یا اجتماعی قربانی کا مندرجہ ذیل امور کا لحاظ رکھا جائے:
خصوصاًاجتماعی قربانی کے حوالے سے اس کا اہتمام کرنے والےلوگوں اور اداروں کو درج ذیل امور کا لحاظ رکھنا ضروری ہے:
قربانی کرنے والاً صحیح العقیدہ ہو۔ نماز کا پابند ہوحرام کاروبار نہ کرتاہو یعنی اس کاذریعہ معاش و کمائی حلال ہو۔

اجتماعی قربانی کی صورت میں :ذبح کرتے وقت حصہ دار شریک افراد کا نام لینا ضـــروری نہیں بلکہ نامزدگی ہی کافی ہے-اور ان کی موجودگی بھی ضـــروری نہیں۔ اس ســلســلہ میں ایک روایت جو نقل کی جاتی ہے کہ تمام شـریک افراد ایک دوسـرے کا ہاتھ پکڑیں اور آخری سـاتواں شـخص چھری چلائے۔ یہ روایت سنداً صحیح نہیں ہے۔ بلکہ کئی روایات میں گائے میں سات افراد اور اونٹ میں دس افراد کی شرکت کا ذکر آیا ہے۔ ان روایات کا تقاضہ یہ ہے کہ نامزدگی کفایت کرجائے گی البتہ نام لینا مســتحب ہے۔ واللہ أعلم بالصواب۔

قربانی سـے قبل [بسـم اللہ واللہ أکبر] پڑھنا بھول گئے تو قربانی پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔ان شاء اللہ۔ البتہ بحکمِ باری تعالی:

فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ بِآيَاتِهِ مُؤْمِنِينَ

الانعام – 118

وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ

الانعام – 121

کے تحت ذبح کرتے وقت جان بوجھ کر ’’بسـم اللہ واللہ اکبر‘‘ نہ پڑھنے سـے قربانی نہیں ہوگی-واللہ اعلم

مأکول اللحم (وہ جانور جس کا گوشـــت کھایا جاتا ہے) کی بعض چیزیں کھانے کے حوالے سے جنہوں نے بعض اشیا ء پر کراہت کا حکم لگایا ہے۔ مثلاً:کپورے ، پتہ، مثانہ، نر ومادہ کے پیشاب کی جگہ۔ ان مذکورہ اشیاء میں سے کسی کی کراہت قرآن وصحیح حدیث سے ثابت نہیں اس بارے میں جو روایت نقل کی جاتی ہے وہ انتہائی ضعیف ہونے کے سبب قابل استدلال نہیں۔

قربانی کے جانور کا خون کپڑے پر لگ جائے تو نماز ہوجاتی ہے:

اس بارے میں وہ واقعہ جســے امام بخاری رحمہ اللہ نے باب “إذا ألقی علی ظهر المصلي قذرٌ أو جيفةٌ” کے تحت ذکر کیا ہے -عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بیت اللہ کے پاس نماز ادا کررہے تھے اور ابو جہل اپنے سـاتھیوں کے سـاتھ بیٹھا ہوا تھا اور کہہ رہا تھا ’’ کاش کوئی آج بنو فلاں کے جو اونـٹ نحر ہوئے ہیں ان کی بچہ دانی لاکر محمد ﷺ کی پیٹھ پر ڈال دے‘‘(والعیاذ باللہ) بچہ دانی میں خون وغیرہ بھی ہوتا ہے ،پھر ظالموں اور بدبختوں نے ایسا ہی کیا لیکن آپ ﷺ نے اپنی نماز مکمل کی۔

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا اثر مصنف ابن شیبہ، مصنف عبد الرزاق کے حوالے ســے منقول ہے کہ :”عبد اللہ بن مســعود نے اونٹ نحر کیے اور اس کے خون وگوبر لگ جانے کے بعدبھی انہوں نے نماز ادا کی اور وضـو نہیں کیا۔ اس حوالے سے یہ اثر موقوف ہے، راجح ہے۔

رســـالہ کے اختتام پر عرض ہے کہ جو کچھ اس کتابچہ میں حق و صـــحیح بـات ہے وہ فقط من جـانـب اللہ اور بتوفیق اللہ ہی ہے اور جہـاں کہیں کوئی غلطی یا لغزش ہے اُس پر اللہ تعالیٰ سےمعافی و درگزر کے طلبگار ہیں اور قارئین سے گزارش ہے کہ جہاں کہیں کوئی ایسی بات پائیں تو مطلع فرماکر عند اللہ مأجور ہوں ۔

اللہ رب العزت ســـے دعا ہے کہ اس کتابچہ کے لکھنے والے، اس کے مواد کو جمع و مرتب کرنے والے، اس دوران جن جن اہلِ علم کی کتب،تحریروں اور فتاویٰ ســـــے اســـــتفادہ کیا گیا ہے اور اس کتابچہ کی طباعت میں تعاون کرنے والے،اسے ڈیزائننگ و خوبصـورتی سے آراسـتہ کرنے والے،جس ادارے سے اسے نشرکیا گیا ا ورا س سے کسی بھی طرح کا علمی و تربیتی واصــلاحی فائدہ حاصــل کرنے والے ،تمام لوگوں کے لیےرب تعالیٰ اُن کی حســـنات میں اضـــافـے ،درجات کی بلندی اور دنیا و آخرت میں کامیابی و کامرانی کا ذریعہ بنا دےاور اســـے صـــدقہ جاریہ بنائےاور اللہ رب العزت ہم سب کو دین کو سمجھنے اور اس پر اخلاص کے ساتھ من وعن عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

وآخرُ دعوانا ان الحمدُ للہ رب العالمین

تصحیح و مراجع: الشیخ حماد امین چاولہ حفظہ اللہ

(8) عیدالاضحی کے چند اہم مسائل

الشیخ محمد کامران یاسین حفظہ اللہ

اللہ تعالیٰ نے اہلِ اسلام مسلمانوں کو سال میں دو عیدیں، عید الفطر اور عید الاضحیٰ عطافرمائی ہیں۔ عید الفطر سال کے تمام مہینوں میں سب سے افضل مہینے رمضان المبارک اور سال کی تمام راتوں میں سب سے افضل راتیں رمضان کے آخری عشرہ کی راتوں کے بعد عطا کی گئی اور عید الاضحی ٰ سال کے دنوں میں سب سے افضل دن ذو الحجہ کے پہلے عشرہ کے اختتام پر عطا کی گئی تاکہ ہر مسلمان کو ہمہ وقت اس بات کا احساس رہے کہ اس کی حقیقی خوشی وہ خوشی ہے جو نیک اعمال اور اچھے کاموں سے جڑی ہو ،جس کی بنیاد اللہ تعالیٰ، اُس کے رسول اور اس کے دین کی محبت ، تعظیم اور اطاعت پر قائم ہو ۔اسی لیے ہمارے دین کتاب و سنت میں ان دونوں عیدوں کے احکام و مسائل کو بھی بیان کیا گیا ہے ۔ذیل میں عید سے متعلقہ چند اہم مسائل ذکر کیے جارہے تاکہ مسلمان خوشی اور مسر ت کے ان دو نوں موقعوں پر بھی اللہ تعالیٰ کا پسند ید ہ طرز ِعمل اختیار کرکے دنیا و آخرت کی خیر و برکات اور سعادتیں حاصل کرسکیں۔

عید کے دن کی ابتدا ء نمازِ فجر سے کرنا :

اللہ تعالیٰ نے عید کی جونعمت اور خوشی عطاء فرمائی ہے اُس کا اوّلین تقاضا اس کا شکر ادا کرنا ہے ۔اور نماز شکرانِ نعمت کے طریقوں میں اہم ترین طریقہ ہے ،لہٰذا عید کے دن کی ابتداء اللہ تعالٰی کے ذکر اور فرض نماز کی وقت پر اور باجماعت ادائیگی سے کریں اور یاد رکھیں عید کی باجماعت نماز سے زیادہ اہم فجر کی وقت پر اور باجماعت نماز کی ادائیگی ہے جسے

ضـــائع کر کے آپ عید کی نماز اور قربانی جیســـے عظیم عمل کی برکات بھرپور انداز سے حاصل نہیں کرسکتے۔
عید کے دن غسل، مسواک اور خوشبو کا مستحب ہونا:
نمازِعید کیلئے جانے سے پہلے غسل کرنا مستحب ہے۔ صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنھم کے بارے میں یہ ثابت ہے کہ وہ عید کی نماز کے لیے غسل کیا کرتے تھے، لہٰذا ایسا کرنا پسندیدہ عمل ہے۔ مسواک کا اہتمام کریں اور اگر خوشبو میسر ہو تو اسکا استعمال کریں۔
خواتینِ اسلام خاص خیال رکھیں!
خواتین کے لیے گھر سے باہر نکلتے ہوئے یا غیر محرم کے سامنے بے پردگی اختیار کرنا اور خوشبو لگانا سخت حرام ہے،لہٰذا عید کی نماز کی ادائیگی اور مسلمانوں کی دعاء میں شمولیت جیسی عظیم عبادت کے لیے جاتے ہوئے خواتینِ اسلام کو اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہیے ۔
صاف ستھرا اور خوبصورت لباس زیبِ تن کرکےعید کیلئے جانا:
عید کے لیے عمدہ و صاف ستھرا لبا س پہن کر جانا مستحب ہے۔ امام ابن قیم رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہﷺعیدین کے موقعہ پر اپنا سب سے زیادہ خوبصورت لباس پہنتے تھے۔
نمازِعیدالفطر سے پہلے کچھ کھانا اور نمازِ عید الاضحیٰ سے پہلے کچھ نا کھانا:
عید الفطر:
سیدناانس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عید فطر والے دِن رسول اللہ ﷺ کھجوریں کھائے بغیر صبح کا آغاز نہیں فرمایا کرتے تھے ، اور وتر عدد(یعنی تین ، پانچ ، سات جیسا عدد) میں کھایا کرتے تھے۔(صحیح بخاری)
عید الاضحیٰ:
سیدنابُریدہ رضی اللہ عنہُ سے روایت ہے کہ (نبی ﷺ (عید) فطر کے دن کھائے بغیر (نمازِ عید کے لیے)باہر تشریف نہ لاتے ، اور (عید) اضحی کے دِن (نماز سے) واپس تشریف لانے کے بعد اپنی قربانی (کے جانور کے گوشت) میں سے کھاتے ۔ سنن ابن ماجہ ، سنن الترمذی ، ، سنن الدارمی ، (ترجمہ مجموعہ روایات میں سے ہے)
عید الفطر کے دن نبی کریم ﷺ کھائے بغیر نہ نکلتے اور عید الاضحی (بقرعید)کے دن نماز ِعید پڑھنے تک کچھ تناول نہ فرما تے ۔(صحیح بخاری)

نوٹ: عید الفطر کی نماز کے لیے نکلنے سے پہلےطاق عدد میں کھجوریں یا کھجوروں کی غیر موجودگی میں کچھ نہ کچھ میٹھا کھاکر نکلنا چا ہیےلیکن اگر کوئی شخص کچھ نا کھائے تو اُس پر کوئی گناہ نہیں اورعید الاضحیٰ کی نمازسے پہلے کچھ نہیں کھانا چاہیے اور واپسی پر ناشتہ قربانی کے گوشت سے کرنا چاہیے ،یہی مسنون ہےلیکن اگر عیدالاضحیٰ سے پہلے کچھ تناول کرلے تو اس پر کوئی گنا ہ نہیں۔

عید کی نماز مسجد کے بجائے کھلے میدان وغیرہ" عید گاہ" میں ادا کرنا:

سیدنا ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "رسول اللہ ﷺ فطر(عید) اور اضحی (بقرعید)کے دِن (عیدکی نماز) کے لیے عید گاہ کی طرف جایا کرتے تھے"۔ (صحیح بخاری ،صحیح مسلم) ۔

امام ابن الحاج المالکی رحمۃاللہ علیہ فرماتے ہیں: دونوں عید کی نماز میں یقینی سُنّت یہ ہی رہی ہے کہ یہ نمازیں (مسجد میں نہیں بلکہ) مُصلیٰ (عیدگاہ)میں ادا کی جائیں ، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ (میری اس مسجد (نبوی)میں ادا کی گئی نماز کسی اور مسجد میں ادا کی گئی نماز سے ہزار درجہ بہتر ہے ، سوائے مسجدِحرام (مسجدِ کعبہ)کے) (صحیح بخاری ،صحیح مسلم) ، اورآپﷺ نےیہ فرمانے کے ساتھ اِس عظیم فضیلت کو چھوڑ کر عیدوں کی نماز اپنی مسجد (نبوی)میں نہیں ادا کی بلکہ باہر مُصلّے(عیدگاہ) میں تشریف لے گئے ۔(المدخل /جلد۲/صفحہ۲۸۳)

یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ بہرصورت عید کی نماز مسجد میں نہیں بلکہ مُصلّے(عید گاہ) میں ہی ادا کی جانی چاہیئے ۔

عورتوں کا عید گا ہ جانا:

اُم عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں (عورتوں) کو حکم فرمایا کہ ہم سب (عید)الاضحی اور (عید) الفِطرمیں(عید گاہ کی طرف)جائیں ، نئی بالغ ہونے والی لڑکیاں ، اور حیض (ماہواری) کی حالت والیاں، اور جوان کنواریاں (سب کی سب عیدگاہ جائیں)لیکن حیض والی عورتیں نماز نہ پڑہیں بلکہ(نماز کی جگہ سے ذرا ہٹ کر) مسلمانوں کی خیر اور دعاء میں شامل ہوں ،میں نے کہا : اے اللہ کے رسول ﷺ اگر ہم میں سے کسی کے پاس پردے کے لیے چادر نہ ہو تو وہ کیا کرے ؟ تو فرمایا: اُس کی کوئی دوسری (مسلمان) بہن اُسے اپنی چادر میں لپیٹ (کرساتھ) لائے ۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

بچوں کو عید گاہ لے جانا :

عید ین کے موقعہ پر بچوں کو عید گاہ لیجانا بھی سنت سے ثابت ہے ۔لیکن اس بات کا خیال رکھنا چا ہئے کہ ان کی وجہ سے لوگوں کی نماز و خطبہ

میں کوئی خلل پیدا نہ ہو ۔لہٰذا انہیں ضرور ساتھ لیجانا چاہیے اور ساتھ ساتھ نماز ،خطبہ، مسجد ، عید گاہ اور دیگر شرعی احکامات سے متعلقہ آداب کی تعلیم بھی دینی چاہیے ۔

تکبیرات پکارتے ہوئے عید گا ہ جانااور نماز شروع ہونے تک تکبیرات بلند کرنا:

رسول اللہ ﷺ (عید)فطر کے دن (نماز کے لیے) نکلتے تو تکبیر بلند کرتے یہاں تک (اسی حالت میں) عیدگاہ تک پہنچتے اور نماز ادا کرنے تک تکبیروں کا سلسلہ جار ی رہتا۔ جب نماز ادا کرلیتے تو تکبیریں کہنا ترک کردیتے ۔ (سلسۃ الاحادیث الصحیحۃ / حدیث ۱۷۱)۔

افسوس کہ اب مسلمانوں میں سے اگر کوئی ایسا کرے تو اُسے ملامت بھری نگاہوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور جو شیطان کی آواز بلند کرتے یاسُنتے ہوئے چلے یعنی موسیقی بجاتے یا سُنتے اور گانے گاتے یا سنتے ہوئے تو اُسے پسندیدہ نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلیہ رَاجَعُونَ ۔

نماز ِعیدین کا حکم:

عیدین کی نماز ادا کرنا اہلِ علم کے راجح قول کے مطابق نصوص شرعیہ کی روشنی میں اہلِ اسلام پر فرض و واجب ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے خود کبھی بھی کسی بھی عید کی نماز نہیں چھوڑی ، اور مسلمانوں کویہ نماز پڑھنے کا اس انداز سے حکم دیا ہے کہ خواتین ِاسلام تک کو تاکید فرمائی بلکہ اُن خواتین تک کو حکم دیا جن کے پاس پردے کے لیے کوئی چادر تک موجود نہ ہو کہ وہ اپنی دوسری مسلمان بہن کی چادر میں شامل ہوکر عید گاہ اور مسلمانوں کی خیر و دعاء میں شامل ہوں حتی کہ ماہواری والی خواتین بھی شامل ہوں(بخاری و مسلم)لہٰذا ہر مسلمان کو عیدگاہ میں پہنچ کر نماز ،خطبہ و دعا میں شامل ہونا ضروری ہے۔واللہ اعلم

نماز عید سے پہلے یابعد کوئی نفلی نماز نہیں ہے:

نماز عید کی صرف دو عید رکعتیں ہیں ان سے پہلے یا بعد میں کوئی نفلی نماز نہیں۔(صحیح بخاری)

نماز ِعیدین کے لیے نہ اذان ہے اور نہ ہی اقامت:

رسول اللہ ﷺ فِطر (چھوٹی عید) کے دِن اور اضحی (بڑی عید) کے دِن عید گاہ کی طرف تشریف لے جاتے اور (وہاں پہنچ کر) سب سے پہلے نماز کا آغاز فرماتے ‘‘۔ (صحیح بخاری و مسلم) یعنی نمازِ عید سے پہلے کوئی سنت یا نفل ادا نہ فرماتے ، البتہ اگر کسی عذر ِ شرعی کی وجہ سے نمازِ عید مسجد میں ادا کرنی پڑجائے تو مسجد میں داخلہ کی دو رکعتیں یعنی تحیۃ

المسجد ضرور ادا کرنی چاہییں بشرطیکہ نمازِ عید میں اتنا وقت ہوکہ دو رکعتیں پڑھی جاسکیں وگرنہ نمازِ عید شروع ہوجانے کی صورت میں نمازِ عید ہی ادا کی جائے گی۔ اور اسی طرح نمازِ عید کے بعد بھی کوئی سنت یا نفل نماز نہیں ہے۔

نما ز عید کا وقت:

نماز عید کا وقت طلوع آفتا ب کےفوری بعد نفلی نماز ادا کرنے کا وقت ہے ۔آپﷺنمازِ عید الفطر اوّل وقت سے قدر ے تاخیر سے ادا کرتے اور نماز عید الاضحی جلدی ادا کرتے تھے۔

نماز عید خطبہ سے پہلے ادا کی جائے:

سنت یہ ہے کہ پہلے نما زِعید ادا کی جا ئے پھر خطبہ عید شروع کیا جا ئے یہ بات بہت سی احادیث میں بیان کی گئی ہے۔

سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہمافرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ ، ابو بکر، عُمر اور عُثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ عید میں حاضر ہوا (اور دیکھا کہ) سب کے سب ''خُطبہ سے پہلے نماز ''پڑھا کرتے تھے ۔(صحیح بخاری ، حدیث ٩٦٢ /کتاب العیدین /باب٨، صحیح مُسلم ، حدیث ٨٨٤ /کتاب صلاۃ العیدین کی پہلی حدیث)

نماز عید کی رکعتیں:

سیدناعمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے کہ سفر میں نماز دو رکعت ہے اور قربانی والے دن (بڑی عید)کی نماز دو رکعت ہے ، اور فطر والےدن (چھوٹی عید) کی نماز دو رکعت ہے اور جمعہ کی نماز دو رکعت ہے اور ان دو دو رکعتوں میں کوئی کمی نہیں (اور یہ حکم) محمد ﷺ کی زبان سے ہے ۔ (مسند احمد، سنن النسائی، سنن البیھقی الکبریٰ)

عیدین میں تکبیرا ت اور نمازِ عید کا طریقہ:

نمازِ عید کا آغاز دیگر نماز وں کی طرح تکبیرِ تحریمہ سے ہو گا ، لیکن نمازِ عید میں تکبیرِ تحریمہ کے بعد مزید تکبیرات بھی پڑھی جاتی ہیں۔ پہلی رکعت میں تلاوت سے پہلے سات تکبیریں کہی جائیں گی ، اور دوسری رکعت میں سجدے سے کھڑے ہو چکنے کے بعد پانچ تکبیریں ۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے کہ رسول اللہ ﷺ فطراور قربانی (والے دن کی نمازوں میں) پہلی رکعت میں(تکبیرِ تحریمہ کے بعد اور قرائت سے پہلے) سات تکبیریں بلندکیا کرتے اور دوسری میں(قرائت سے پہلے) پانچ تکبیریں ، (دونوں رکعتوں کی یہ تکبیریں) رکوع کے (لیے کہی جانے والی) تکبیروں کے علاوہ ہیں ۔

(ســنن ابو داؤد /حدیث ١١٤٤/باب ٢٥٠ التکبیر فی العیدین ، ســنن ابن ماجہ /حدیث ١٢٨٠ /کتاب اِقامۃ الصلاۃ و السنۃ فیھا/ باب ١٥٦۔حدیث صحیح ہے ،دیکھیے: اِرواء الغلیل/حدیث ٦٣٩)۔

نوٹ: اگر نمازِ عید کی اضــافی تکبیریں یا تکبیرات میں ســے کچھ رہ جائیں بھول سے یا جان بوجھ کر تو نماز باطل (ضائع) نہیں ہوگی ، لیکن جان بوجھ کر یہ اضــافی تکبیریں چھوڑنے والا یقیناً رســول اللہ ﷺکی سُــنّتِ مُبارکہ کا مُخالف قرار پائے گا ۔

تکبیروں کے بعد ســورت الفاتحہ اوراُس کے بعد مندرجہ ذیل ســورتوں میں سے کوئی سورت پڑہی جائے گی:

(١) سورت الاعلیٰ (سَبِّحِ اسمَ رَبِّکَ الأَعلی) (٢) سورت الغاشیہ (وَھَل اَتَاکَ حَدِیثُ الغَاشِـیَۃِ) (٣) ســورت ق (قٓ وَالقُرآنِ المَجِیدِ) (٤) ســورت الانشــقاق (وَاقتَرَبَت السَّاعَۃُ وَانشَقَّ القَمَرُ)۔ (صحیح مُسلم)

نوٹ: سورۃ الفاتحہ امام و مقتدی دونوں پڑھیں گےکیونکہ سورۃ الفاتحہ پڑھے بغیر کسی بھی نمازی کی کوئی بھی نماز نہیں ہوتی۔(صحیح بخاری و صحیح مسلم) جبکہ سورۃ الفاتحہ کے علاوہ مذکورہ سورتوں میں سے کوئی سورت یا قرآن مجید کا کوئی بھی حصــہ صــرف امام صــاحب پڑھیں گے اور مقتدی غور ســے اســتماع کریں گے۔اس کے عِلاوہ نمازِ عید باقی نمازوں کی طرح ہی ہے کوئی اور فرق نہیں۔

اگر کسی کی عید کی نماز رہ جائے:

اگر کســی کی نمازِ عیدباجماعت رہ جائے ، خواہ کســی وجہ ســے ہویا جان بوجھ کر چھوڑی ہو تو وہ جماعت سے یا انفرادی دو رکعت نمازِ عید مذکورہ طریقہ نمازِ عید کے مطابق پڑھے گا ۔(صــحیح بخاری) اس ســورت میں اُس کی نمـازِ عید تو ادا ہوجائے گی مگر بـاجمـاعت نمـازِ عید ، خطبہ عید و مســلمانوں کی دعا میں شــرکت نہ کرنے کی وجہ ســے جو محرومی اجر و برکت اسے حاصل ہوئی اُس کی تلافی وہ نہیں کرسکے گا۔

نمازِ عید سے پیچھے رہ جانے والا :

نمازِ عید ســے پیچھے رہ جانے والا جتنی نماز ســے رہ گیا اُســے نماز کی کیفیت کے مُطابق مکمل کرے گا ۔

عید گاہ کی طرف جانے اور اُس سے واپسی پر راستے کو تبدیل کرنا:

عید گاہ کی طرف ایک راستے سے جایا جائے اور واپس آتے ہوئے دوسرے راســتے ســے آیا جائے ۔ سیدناجابر بن عبداللہ رضــی اللہ عنہما کا فرماتے ہیں کہ عید کے دِن نبی ﷺ (عیدگاہ آنے جانے کا)راســـتہ بدل لیا کرتے تھے ۔ (صحیح بخاری)

عیدین کے دنوں میں روزہ کی ممانعت:
عیدالاضحی کے دن اور عید الفطر کے دن روزہ رکھنے سے رسول اللہﷺ نے منع فرمایا ہے۔(صحیح بخاری و مسلم)
جمعہ کے دن کی عید:
عید ہفتے کی کسی دن بھی ہو سکتی ہے۔جمعہ کے دن عید ہونے کی صورت میں اہلِ اسلام عام دستو ر کے مطابق نمازِ عید ادا کرینگے البتہ جمعہ کے بارے میں اہلِ علم کے مابین اختلاف رہا ہے کہ جمعہ ادا کرنا واجب ہے یا انہیں اختیار ہوگاکہ اگر وہ چاہیں تو اداکریں ،چاہیں توجمعہ کے بجائے نمازِ ظہر ادا کرلیں۔ البتہ مساجد میں جمعہ کا انعقاد کیا جائے گا جیسا کہ رسول اللہﷺ نے کیا تھا۔واللہ اعلم
عید کے خُطبہ کے مسائل :
دونوں عید وں کے خُطبوں کا آغاز بھی دیگرعام خُطبوں کی طرح اللہ کی حمد و ثناء سے کیا جائے گا۔
عید کا خُطبہ ایک ہی حصے پر مُشتمل ہوتا ہے ، جمعہ کے خُطبہ کی طرح دو حصوں میں نہیں۔
عید کا خُطبہ نمازِ کے بعد ہوتا ہے نہ کہ پہلے :
سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہمافرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ ، ابو بکر، عُمر اور عُثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ عید میں حاضر ہوا (اور دیکھا کہ) سب کے سب ''خُطبہ سے پہلے نماز ''پڑھا کرتے تھے ۔(صحیح بخاری ، حدیث ۹٦۲ /کتاب العیدین /باب۸، صحیح مُسلم ، حدیث ۸۸٤ /کتاب صلاۃ العیدین کی پہلی حدیث)
عید کے خُطبے کے لیے منبر کا استعمال نہیں کیا جائے گا :
نماز ِ عید سے پہلے خُطبہ دینے اور اِس خُطبہ کے لیے منبر اِستعمال کرنے کی بدعت مروان بن عبدالملک امیر(گورنر) مدینہ نے شروع کی ، اُس کے لیے کثیر بن الصلت نے مٹی اور گارے کا منبر تیار کیا تھا ۔(صحیح بخاری ، صحیح مسلم)
عید کی نمازکے بعد عید کے خُطبہ میں حاضر رہنا :
عید کی نماز کے بعدعید کے خطبہ میں حاضر رہنا اور غور سے سننا رسول اللہﷺکی سنت اور صحابا کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا مبارک عمل ہے اور علم و تربیت کے ساتھ ساتھ اجر و ثواب میں زیادتی کا سبب بھی ہے اور سب سے بڑھ کر خطبہ کے آخر مسلمانوں کی دعاؤں میں شامل رہنے کا ذریعہ بھی جس کی ترغیب بھی دلائی گئی ہے۔لیکن خطبہ میں حاضر رہنا واجب نہیں ہے۔

سیدنا عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہُ کا بیان ہے کہ میں نبی ﷺ کے ساتھ عید کی نماز میں حاضــــر ہوا ، جب نبی ﷺ نے نماز ادا کر لی تو فرمایا : ہم اب خطاب کریں گے ،خطبہ دیں گےلہذا جو چاہے وہ خُطبہ (سُـــننے)کے لیے بیٹھے اور جو جانا چاہے وہ چلاجائے۔(سنن ابو داؤد ، سننن ابن ماجہ)۔
عید کی مُبارک باد دینا:
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک دوسرے کو عید کی مُبارک باداس انداز سے دیا کرتے تھے:
ســـیدنا محمد بن زیاد رضـــی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ســـیدنا ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور نبی کریم ﷺ کے دیگر صحابہ کے ساتھ تھا وہ عید سے واپس آنے پر ایک دوسرے سے کہتے تھے:"تَقَبَّلَ اللهُ مِنَّا وَ مِنْكَ" اللہ تعالیٰ ہم سے اور تم سے(ہمارے نیک عمل) قبول فرمائے۔
عید کے دن خوشی کا اظہار، کھیل کود تفریح وغیرہ کرنا:
سیدناانس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو مدینہ والوں کے لیے دورِ جاہلیت میں ســـے دو دن ایســـے تھے جن میں وہ لوگ کھیل کود کرتے تھے (یہ دو دن یوم النیروز اور یوم المھرجان تھے) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :میں جب تم لوگوں کے پاس آیا تو تم لوگوں کے لیے دو دن تھے جن میں تُم لوگ کھیـل کود کرتے تھے ، اللہ نے تم لوگوں کو ان دو دنوں کے بدلے میں اُن ســـــے زیادہ خیر والے بہترین دو دن فطر اور اضحی کے دن عطاکردیے ہیں ۔(مسند احمد)
ان دونوں عیدوں کے دنوں میں مسـلمانوں کو اجازت دی گئی کہ وہ عید کے دن شرعی حدود میں رہتے ہوئے خوشی کا اظہار کریں ،کھیل کود کریں اور تفریحات ، تقریبات وغیرہ کا اہتمام کریں۔ صـــحابا کرام رضـــوان اللہ علیھم اجمعین عـام طور پر ایســـے کھیـل کھیلا کرتے تھے جن میں کـافروں کو مرعوب کرنے کے لیے طاقت و قوت اور جنگی مہارت کا اظہار ہوتا تھانہ کہ ایسے کھیل جن میں وقت اور مال ضـائع کرنے کے ســاتھ ســاتھ ،شـرعی حدود کو پامال کیا جائے ۔کســـی پردہ و غیرت ، حد و حیاء کے بغیر مرد و عورت کا اختلاط ہو ۔
یہ صـحیح ہے کہ دونوں عیدوں کے دنوں میں مسـلمانوں کو اجازت دی گئی کہ وہ دف وغیرہ بجا لیں اور ایسـا کلام پڑھ لیں جس میں شـرک و کفر ، بے حیائی و جھوٹ وغیرہ نہ ہو لیکن یہ نہیں کہ ہر طرف موسیقی کی مجلسوں (میوزک پارٹیز و فنکشـنز) ، عید ملن پارٹیز وغیرہ میں ، گھروں میں گھروں سے باہر، شیطان کی ہر آواز (موسـیقی کے آلات ، میوزک انسـٹرومنٹس) بجائے جائیں ،اور جھوٹ ،بے حیائی ، عشق و محبت ، فسق و فجور ، کفر و

شـــرک پر مبنی شـــیطانی کلام گایا جائے ، اور مرد و عورت رقص کریں ، جسے اپنی عزت کا موتی پردے میں چھپا کر رکھنے کا حکم ہے وہ خوشی کے نام پر اپنا انگ انگ ســـب کو دکھاتی رہے ، اور نامحرم مردوں کے ہاتھوں میں کھیلتی رہے۔واللہ المُستعان ۔
ان دونوں عیدوں کے دنوں میں مســـلمانوں کو ایک عیدگاہ میں نماز کے ذریعے عظیم اجتماع کی تعلیم دی گئی کہ اســـلام اور مســـلمانوں کی شـــان و شوکت کا اظہار کیا جائے ، غیر مسلموں کواسلامی شعائر دکھائے جائیں ، مســـلمان بھائی چارگی اور باہمی محبت و اخوت کا اظہار کریں،یہ نہیں کہ غیر مسـلموں کی عیدوں اور تہواروں پر جو کچھ غیر مسـلم کرتے ہیں وہی کچھ بلکہ اس ســـے بھی کچھ بڑھ کر کر کے دکایا جائے اور اُنہیں یہ تسـلی دلائی جائے کہ ہم اور تم ایک ہیں ، ناموں کے فرق سے کچھ نہیں ہوتا ، جو تم کرتے ہو ہم بھی وہی کرتے ہیں ، لہذا ہم وہ مســـلمان نہیں ہیں جنہیں اپنے دین پر ، اپنے کلچر، تہذیب و ثقافت پر فخر ہوا کرتا تھا ، جنہیں یہ احســـاس تھا کہ انہیں اُن کے اللہ ، رسولﷺ اور دین نے زندگی کی ہر فیلڈ و شعبہ میں بہترین راہنمائی میسر کی ہے ، خوشی و غم کے ہر موقع پر زندگی گزارنے کا ڈھنگ و سلیقہ سکھایا ہے،جو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی نافرمانی کا تصـور بھی نہیں کیا کرتے تھے اور اللہ او راللہ کے رسـول ﷺ کے حکموں کے نفاذ اور اپنے دین کی سـر بلندی کے لیےکسـی سے ڈرتے تھے نہ ہی کسی کا لحاظ رکھتے تھے ۔
وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دِل سے احساسِ زیاں جاتا رہا
تصحیح و مراجع: الشیخ حماد امین چاولہ حفظہ اللہ

(9) جانوروں کی رسیاں تمہارے ہاتھوں میں

تحریر:محمد قاسم عاجز

وَالْأَنْعَامَ خَلَقَهَا ۗ لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ وَمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ﴿٥﴾ وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرِيحُونَ وَحِينَ تَسْرَحُونَ ﴿٦ وَتَحْمِلُ أَثْقَالَكُمْ إِلَىٰ بَلَدٍ لَّمْ تَكُونُوا بَالِغِيهِ إِلَّا بِشِقِّ الْأَنفُسِ ۚ إِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿٧﴾ وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً ۚ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾

النحل – 8/7/6/5

اسی نے چوپائے پیدا کیے جن میں تمہارے لیے گرمی کے لباس ہیں اور بھی بہت سے نفع ہیں اور بعض تمہارے کھانے کے کام آتے ہیں۔ اور ان میں تمہاری رونق بھی ہے جب چرا کر لاؤ تب بھی اور جب چرانے لے جاؤ تب بھی۔ اور وہ تمہارے بوجھ ان شہروں تک اٹھالے جاتے ہیں جہاں تم بغیر آدھی جان کیے پہنچ ہی نہیں سکتے تھے۔ یقیناً تمہارا رب بڑا ہی شفیق اور نہایت مہربان ہے۔ گھوڑوں کو، خچروں کو، گدھوں کو اس نے پیدا کیا کہ تم ان کی سواری لو اور وہ باعث زینت بھی ہیں۔ اور بھی وہ ایسی بہت چیزیں پیدا کرتا ہے جن کا تمہیں علم بھی نہیں۔

وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۖ نُّسْقِيكُم مِّمَّا فِي بُطُونِهِ مِن بَيْنِ فَرْثٍ وَدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَائِغًا لِّلشَّارِبِينَ

النحل – 66

تمہارے لیے تو چوپایوں میں بھی بڑی عبرت ہے کہ ہم تمہیں اس کے پیٹ میں جو کچھ ہے اسی میں سے گوبر اور لہو کے درمیان سے خالص دودھ پلاتے ہیں جو پینے والوں کے لیے سہتا پچتا ہے۔

یوں تو رب ذوالجلال کی حضرت انسان پر ان گنت اور لا تعداد نعمتیں ہیں جس کو ہنڈا رہا ہے جانوروں سے بالخصوص حلال جانوروں سے ملنے والے فوائد یقینا انہی نعمتوں کی سرتاج نعمتیں ہیں ۔

حلال جانور جہاں گاؤں دیہات کی زینت اور ان کی معیشت کا سہرا ہیں وہیں ان کے فوائد سے شہری لوگ بھی بہراوار نہیں ہیں ان جانوروں کے گوشت سے ہر شہری اور دیہاتی مستفید ہوتے ہیں دودھ تقریبا ہر گھر کی ماکولات و مشروبات کا سردار ہے اس کے علاوہ دودھ کی بہت ساری مصنوعات جو مارکیٹوں میں بڑے بڑے کاروباروں کی جان ہیں ۔

کچھ جانوروں کا سواری کے قابل ہونا کچھ جانور بوجھ اٹھانے کے قابل کچھ جانور آنکھوں کو خیرہ کردینے والی خوبصورتی کے حامل۔

مویشی منڈیوں میں جانوروں سے اربوں کے کاروبار اور قربانی کے ایام میں گوشت کا کثرت سے ہر گھروں میں پہنچنا ۔ان کے چمڑوں سے عالمی

منڈیوں میں بڑے بڑے کاروبار اور ان کے چمڑوں کی مصنوعات سے لوگوں کا مستفید ہونا یقینا یہ تمام فوائد عظیم سر ہے ۔
سو مسلمانوں جان لو کہ جانوروں کی رسیاں تمہارے ہاتھوں میں ہیں اور ان کو تمہارے تابع کردیا گیا ہے ان کی دیکھ بھال ان سے اچھا برتاؤ اور ان کے کھانے پینے کا خیال رکھنا ان سے نرمی کرنا اور ان کے ساتھ جو تعلیمات نبویہ ﷺ ہیں ان کے مطابق پیش آنا اور حسن سلوک کرنا یہ شرعیت کا تقاضا ہے ۔
جانوروں کو لعن طعن یا سب وشتم نہ کیاجائے
شریعت اسلامیہ نے ایک مومن کا وصف یہ بیان کیا ہے کہ وہ پاکیزہ زبان کا حامل ہوتا ہے وہ اپنی زبان سے حتی الوسعہ خیر کے سوا کچھ نہیں نکالتا ہر وقت اپنی زبان کو اللہ کے ذکر سے تروتازہ رکھتا ہے ۔
فرمان باری تعالی ہے:
وَقُل لِّعِبَادِي يَقُولُوا الَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ۚ
الاسراء – 53
اور میرے بندوں سے کہہ دیجیئے کہ وہ بہت ہی اچھی بات منہ سے نکالا کریں۔
ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں:
’’جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ اچھی بات کہے ورنہ خاموش رہے ۔‘‘ (مسند احمد: حدیث نمبر 9698 صحیح)
عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہﷺنے فرمایا مؤمن طعنہ دینے والا لعنت کرنے والا بے حیا اور بد زبان نہیں ہوتا (سنن ترمذی :حدیث نمبر 1977،سلسلہ احادیث صحیحہ 320)
ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ایک دن اللہ کے رسول ﷺسے کہا گیا کہ آپ مشرکین کے لئے بد دعا کیجئے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیابلکہ مجھے رحمت بنا کر بھیجا ہے ۔ (صحیح مسلم: حدیث نمبر 6613)
ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے ہوا کو برا بھلا کہا تو آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا تم اس کو لعن طعن نہ کرو یہ تو اللہ کے حکم کے تابع ہے اور اگر کسی چیز کو لعنت کی جائے اور وہ مستحق نہ ہوں تو وہ لعنت دینے والے پر لوٹ آتی ہے ۔(سنن ترمذی: البر والصلۃ 1978 صحیح)

عیزار بن جرول الحضـــرمی کہتے ہیں کہ ہم میں ایک آدمی تھا جس کو ابو عمیرکہا جاتا تھا ان کے اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کے مابین اخوت تھی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ ان کے گھر جایا کرتے تھے ایک دن ان کے گھر گئے اور وہ گھر پر نہ تھے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ ان کی بیوی کے پاس بیٹھ گئے (شاید یہ پردے سے پہلے کی بات ہے)اس خاتون نے اپنی خادمہ کو کسی کام سے بھیجا اور اس نے آنے میں دیر کی تو اس نے کہا اللہ کی اس پر لعنت ہو اس نے آنے میں دیر کردی ہے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ یہ سن کر وہاں سے اٹھ کر دروازے کے پاس بیٹھ گئے اتنے میں ابو عمیر بھی آ گئے تو انہوں نے کہا آپ باہر کیوں بیٹھے ہیں تو عبد اللہ بن مســعود رضــی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں تمہاری اہلیہ نے خادمہ پر لعنت کی ہے جب کہ میں نے رسول اللہ ﷺسے سنا ہے کہ لعنت جب کسی کے منہ سے نکلتی ہے تو راستہ ڈھونڈتی ہے اگراسکا اہل یعنی مستحق مل جائے تو اس پر جاتی ہے ورنہ وہ اسی لعنت کرنے والے کی طرف لوٹ آتی ہے سو میں اس لئے باہر نکل آیا کہ جب وہ لعنت لوٹے تو میں اس لعنت کا راستہ نہ بنوں۔(سلسلہ احادیث صحیحہ : حدیث نمبر 1323)

عمران بن حصــین رضــی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں ایک بار رسول اللہ ﷺایک سفر میں تھے کہ ایک انصاری عورت اونٹنی پر سوار تھی اچانک وہ اونٹنی مضــطرب ہوئی عورت نے اس کو لعنت کی آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے سن لیا اور فرمایا اس پر جو کچھ ہے وہ اتار لو اور اس کو آزاد کر دو بس بے شک یہ لعنت کی ہوئی ہے ۔(صحیح مسلم :حدیث نمبر 6604)

اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ جس پر لعنت کی جائے تو وہ جانورقابل استعمال نہیں رہتا بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ایسی اونٹنی کو اپنے ہمراہ سفر میں جانے سے کراہت محسوس کی جیسا کہ یہ مفہوم (صحیح مسلم حدیث نمبر 6606)سے ثابت ہے ۔

زید بن خالد رضــی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ تم مرغے کو گالی نہ دو وہ تمہیں نماز کے لئے جگاتا ہے ۔ (ابو داؤد : حدیث نمبر 5101صحیح)

ان تمام نصوص سے یہ بات واضح ہے کہ کسی بھی مومن کے لیے لائق نہیں ہے کہ وہ اللہ کی کسی بھی مخلوق(جو لعنت کی مستحق نہ ہوں) کو لعنت یا سب و شتم کریں ۔

جانوروں کو تکلیف نہ دی جائے

صحرا کے جہاز اونٹ کی حالت ان کے مالکوں کے ہاں اورپتھریلی زمینوں کو بنجر بناتے یہ بیلوں کی حالت ہاریوں ناریوں کے ہاں اور گدھوں اور خچروں کی حالت پربھاری بوجھ لادے اوڈوں ہاں یہ منظر عیاں کرتی ہیں کہ انسان ان بے زبانوں کو اکثر کھانے کی اور آرام کی مد میں کم اجرت دے کر زیادہ بوجھ ڈالتے ہیں ۔
اس سے مستزاد قربانی کے ایام میں جانوروں کی رسیا شہری بچوں کے ہاتھوں میں گلی محلوں میں بدکتے اور خوف اور ہراساں ہوتے یہ جانور دیکھ کر یہ محسوس ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے ہاں شاید ان جانوروں کا احترام نہیں رہا ۔
صلح حدیبیہ کے موقع پر بنو کنانہ کا ایک شخص حلیس بن علقمہ مکہ والوں کی طرف سے ایلچی بن کر آیا تھا نبی کریم ﷺ نے اس کو آتے دیکھا تو آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا اس کا تعلق ایسی قوم سے ہے جو قربانی کے جانوروں کا احترام کرتے ہیں سو ان کے سامنے قربانی کے جانوروں کو کھڑا کر دو وہ شخص ان قربانی کے جانوروں کو دیکھ کر ہی وہیں سے لوٹ گیا اور یہ کہتا ہوا گیا کہ سبحان اللہ ان لوگوں کو بیت اللہ سے بھلا کون روک سکتا ہے یہ ہےتو قربانی کے جانور ساتھ لائے ہیں (الرحیق المختوم 462)
اس سے اندازہ کیجئے کہاس قوم کا شعار قربانی کے جانوروں کا احترام تھا حالانکہ جانوروں کے متعلق اسلامی تعلیمات تو اس وقت ان کے ہاں موجود ہی نہیں تھی۔
جانوروں کے ساتھ نبی کریم ﷺ کا برتاؤ
آپ ذرا جانوروں کے ساتھ نبی کریم ﷺ کا برتاؤ اور سلوک و احترام بھی دیکھیں :
انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نےفرمایا:جب تم سر سبز زمین میں سفر کروتوجانوروں کوان کا حق دو (یعنی کچھ چرا لیا کرو یا سسکا لیا کرو) اور جب بنجر زمین سے گزرو تو جانوروں کواس سے نجات دلاؤ یعنی تیز چلو۔ (سلسلہ احادیث صحیحہ: حدیث نمبر 805)
ہشام بن زید بن انس بن مالک انھوں نے کہا : میں اپنے دادا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حکم بن ایوب کے ہاں آیا ، وہاں کچھ لوگ تھے ، انھوں نے ایک مرغی کو باندھ کر حدف بنایا ہوا تھا (اور) اس پر تیر اندازی کی مشق کررہے تھے : حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا : رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ جانوروں کو باندھ کر مارا جائے ۔ (صحیح مسلم 5057)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : کسی روح والی چیز کو (نشانہ بازی کا) ہد ف مت بناؤ ۔ (صحیح مسلم: حدیث نمبر ،5059)
ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے جانوروں کو باہم لڑانے سے منع فرمایا ۔ (ابو داؤد: حدیث نمبر 2562)
حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جانوروں میں سے کسی بھی چیز کو باندھ کر قتل کرنے سے منع فرمایا ہے ۔ (صحیح مسلم : حدیث نمبر 5063)
جابررضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کے پاس سے ایک گدھا گزرا، جس کے چہرے پرنشانات بنائے گئے تھےآپ ﷺ نے فرمایا:کیا تمہیں یہ اطلاع نہیں ملی کہ جس شخص نے جانور کے چہرےپر نشانات بنائےیا اس کے چہر ے پر مارا، میں نے اس پر لعنت کی ہے؟آپ نے اس کام سے منع فرمادیا۔(سلسلہ احادیث صحیحہ حدیث نمبر 818، ابو داؤ د :حدیث نمبر 2564)
عبداللہ بن جعفررضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنے پیچھے سوار کر لیا، آپ ﷺ نے راز داری میں مجھ سے کوئی بات کیھ جو میں لوگوں سے بیان نہیں کروں گا۔ رسول اللہ ﷺ کواپنی ضرورت کے لئے سب سے پسندیدہ جگہ کوئی ٹیلہ یا کھجوروں کا جھنڈ ہوا کرتا تھا۔آپ انصار کے ایک باغ میں داخل ہوئے، کیا دیکھتے ہیں سامنے ایک اونٹ کھڑا ہے(جب اس نے نبی ﷺ کو دیکھا تو وہ بلبلا یا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے، نبی ﷺ اس کے پاس آئے اور اس کے کان کی کی پشت سے لے کر کوہان تک ہاتھ پھیرا تو وہ پر سکون ہوگیا)۔ آپ ﷺ نے پوچھا اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ یہ اونٹ کس کا ہے؟ ایک انصاری نوجوان آیا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول میرا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:کیا تم ان جانوروں کے بارے میں اللہ سے نہیں ڈرتے جن کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں مالک بنایا ہے؟ اس اونٹ نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ تم اسے بھوکا رکھتے ہو اور اس پر بوجھ لاد کر تھکاتے ہو۔(سلسلہ احادیث صحیحہ: حدیث نمبر 2052)
سوادہ بن ربیعرضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے پاس آیا اور آپ سے کچھ مانگا تو آپ نے مجھے کچھ اونٹنیاں دیں پھر فرمایا: جب تم اپنے گھر واپس جاؤ تو اپنے (گھروالوں کو)حکم دو کہ اپنے جانوروں کی خوراک اچھی رکھیں اور انہیں حکم دو کہ وہ اپنے ناخن کاٹ

کر رکھیں اور ان ناخنوں کے ذریعے اپنے جانوروں کے تھنوں کو دودھ دوہتے وقت تکلیف نہ دیں۔(سلسلہ احادیث صحیحہ: حدیث نمبر 2034)

کتے کو پانی پلانے سے اگر کوئی بنی اسرائیلی جنت کا حقدار بن سکتا ہےاور ایک بلی کو باندھ کر مار دینے والی عورت جہنم کی مستحق بن سکتی ہے تو جاں لیجیے جانوروں میں تمہارے لئے اجر اور ثواب کا عنصر موجود ہے ان سے اچھا برتاؤ کیجئے اور ان سے اجر پائیے بالخصوص قربانی کے ان جانوروں کا احترام کیجئے اور ان سے اجر و ثواب پانے کی کوشش کیجئے ۔

ذبح میں جانوروں کو آرام پہنچائیں

جانور کو ذبح کرنے کے شرعی آداب بھی سکھائے گئے ہیں، ذبح کرتے وقت ان آداب اورتعلیمات کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے حقیقت یہ ہے کہ ادیان باطلہ سے وابستہ لوگ دنیا میں اپنے آپ کو جانوروں کا محسن ثابت کرتے ہیں کتے بلیوں کا ایک احساس دکھلانے والوں کے ہاں جانوروں کو ذبح کرنے کے طریقوں کو کارخانوں میں مشینوں پہ اور ہاتھ کے مختلف طریقوں سے گردنیں کاٹ کر جو انداز اپنائے جاتے ہیں یہ ظالمانہ بہیمانہ طریقے ان کا جانوروں سے احساس کا کٹھا چٹھا کھول دیتے ہیں ۔ اے مسلماں جب جانور کی رسی تیرے ہاتھ میں ہو اور تو اللہ کے لیے اس کو قربان کرنا چاہے تو اس کو بائیں پہلو لیٹا اور دائیں ہاتھ میں چھری لے اور درج ذیل تعلیمات کی روشنی میں اپنا جانور اللہ کی راہ میں ذبح کر ۔

١۔ قربانی کا جانورذبح کرتے وقت نیت کرنا الفاظ کے ساتھ یہ مروجہ نیت کے الفاظ کہیں بھی ثابت نہیں ہے نیت دل کے ارادے کا نام ہے کچھ لوگ نیت ان الفاظ سے کرتے ہیں کہ جانور کے سات حصے ہیں تو ایک حصہ محمد رسول اللہ ﷺ کے نام باقی کے فلاں فلاں کے نام حقیقت میں یہ لوگ جانور کے باقی ماندہ حصوں میں اللہ کے رسول کا جو اجر بنتا ہے اس سے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کو محروم کرنے کی کوشش کر رہے ہوتے ہیں ۔ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ فرما رہے تھے کہ تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہے(صحیح بخاری حدیث نمبر 1)

٢۔ جانور کو قبلہ رخ لٹانا سنت ہے اور دعا کے الفاظ : جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے نبی اکرم ﷺ نے قربانی کے دن سینگ دار ابلق خصی کئے ہوئے دو دنبے ذبح کئے، جب انہیں قبلہ رخ کیا تو آپ ﷺ نے یہ دعا پڑھی:

«إني وجهت وجهي للذي فطر السموات والأرض على ملة إبراهيم حنيفا وما أنا من المشركين، إن صلاتي ونسكي ومحياي ومماتي لله رب العالمين لا شريك له، وبذلك أمرت وأنا من المسلمين، اللهم منك ولك
أبى داؤد – حديث رقم: 2795
بِسْمِ اللهِ واللهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهمَّ مِنْکَ وَ لَکَ تقبل مني
مسند أحمد – 465
۳۔ جانور ذبح کرنے سے پہلے اپنی چھری کو تیز کر لیں اور چھری کو جانور کے سامنے تیز نہ کریں بلکہ اپنی چھری کو جانور سے چھپائیں۔
سالم بن عبداللہ(بن عمر) رضی اللہ عنہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے چھری تیز کرنے اور جانوروں سے چھپانے کا حکم دیا اور جب تم میں سے کوئی شخص ذبح کرےتوپہلے جلدی کرے۔(سلسلہ احادیث صحیحہ : حدیث نمبر 819)
عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک آدمی کے پاس سے گذرے جو اپنی ٹانگ ایک بکری کے اوپر رکھے چھری تیز کر رہا تھا۔ بکری اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا اس سے پہلے چھری تیز نہیں کر سکتے تھے؟ کیا تم چاہتے ہو کہ اسے دو مرتبہ مارو؟(سلسلہ احادیث صحیحہ حدیث نمبر 2053)
حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ، انھوں نے کہا : دو باتیں ہیں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے یاد رکھی ہیں ، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ سب سے اچھا طریقہ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے ۔ اس لئے جب تم (قصاص یاحد میں کسی کو) قتل کرو تو اچھے طریقے سے قتل کرو ، اور جب ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو ، تم میں سے ایک شخص (جو ذبح کرنا چاہتا ہے) وہ اپنی (چھری کی) دھار کو تیز کرلے اور ذبح کیے جانے والے جانور کو اذیت سے بچائے ۔ (صحیح مسلم حدیث نمبر 5055)
۳۔ ذبح میں چھری کو جلدی جلدی اور تیزی سے چلائیں۔
رافع بن خدیج رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے آپ ﷺ نے فرمایا، لیکن ذبح کرنے میں جلدی کرو۔ جو چیز خون بہا دے(صحیح بخاری حدیث نمبر 2507)
۵۔ ذبح میں خصوصی اس بات کا خیال رکھا جائے کہ جانور کو ذبح کرنے کے بعد فوری اس کی گردن کو نہ تو مروڑاجائے اور نہ ہی اس کی شہ رگ کو کاٹا جائے جس سے جانور بہت جلدی ٹھنڈاتو ہوجاتا ہے لیکن اس کا ذبح کا خون اس کے جسم میں باقی رہ جاتا ہے جدید تحقیق یہ کہتی ہے کہ جانور

میں باراں حصے خون ہوتا ہے اور خون کو ہضم کرنے کی صلاحیت ہمارے معدے میں نہیں ہے جس وجہ سے یہ خون مضر صحت بھی ہے جانور کو اپنے حال پر چھوڑ دینے سے اور ہاتھ پاؤں مارتے رہنے سے جب خود بخود ٹھنڈا ہوگا تو اس کا خون اس کے ساتھ ساتھ نکلتا رہے گا اور جانورکی تکلیف بھی اس کے ساتھ ہی ساتھ نکل جاتی ہے۔
حقیت یہی ہے کہ بے زبانوں کی کشادہ اور فرحت
بھری زندگی انہی کے مالکوں کے دم سے ہے
بقول علامہ اقبال کے ایک گائےبکری کے آگے
مالک کے شکوے کرتی ہے کہ ہم ساری زندگی
دودھ سے ان۔کے بچے پالیں پھر بھی یا بیچ
ڈالے یا ذبح کر ڈالے تو بکری جواب دیتی ہے
سن کے بکری یہ ماجرا سارا
بولی ایسا گلہ نہیں اچھا
بات سچی ہے بے مزہ لگتی
میں کہوں گی مگر خدا لگتی
یہ چراگہ یہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا
یہ ہری گھاس اور یہ سایہ
ایسی خوشیاں ہمیں نصیب کہاں
یہ کہاں بے زباں غریب کہاں
یہ مزے آدمی کے دم سے ہیں
لطف سارے اسی کے دم سے ہیں
اس کے دم سے ہے اپنی آبادی
قید ہم کو بھلی کہ آزادی
سو طرح کا بنوں میں ہے کھٹکا
واں کی گزران سے بچائے خدا
ہم پہ احسان ہے بڑا اس کا
ہم کو زیبا نہیں گلہ اس کا
قدر آرام کی اگر سمجھو
آدمی کا کبھی گلہ نہ کرو
گائے سن کر یہ بات شرمائی
آدمی کے گلے سے پچھتائی
دل میں پرکھا بھلا برا اس نے
اور کچھ سوچ کر کہا اس نے

یوں تو چھوٹی ہے ذات بکری کی
دل کو لگتی ہے بات بکری کی
کلیات اقبال

(10) رسول اللہﷺ کی طرف سے قربانی دو احادیث کی تحقیق

فضیلۃ الشیخ غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری حفظہ اللہ

نبی کریمﷺ کی طرف سے قربانی کرنا ثابت نہیں۔ اس بارے میں دو روایات کی تحقیق ملاحظہ ہو:

پہلی روایت :

حنش بن معتمر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

رَأَيْتُ عَلِيًّا يُضَحِّي بِكَبْشَيْنِ، فَقُلْتُ لَهُ: مَا هَذَا ؟ فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْصَانِي أَنْ أُضَحِّيَ عَنْهُ فَأَنَا أُضَحِّي عَنْهُ.

میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا، آپ نے دو دنبے دبح کیے، میں نے پوچھا: یہ کیا؟ فرمایا: مجھے رسول اللہﷺ نے وصیت کی تھی کہ میں آپﷺ کی طرف سے قربانی کروں، یہ میں آپﷺ کی طرف سے قربانی کر رہا ہوں۔ [سنن ابی داؤد: ۲۷۹۰]

تبصرہ:

سند ضعیف ہے۔

۱) شریک بن عبد اللہ قاضی سیء الحفظ اور مدلس ہے۔

۲) ابو الحسناء مجہول ہے۔

۳) حکم بن عتیبہ مدلس ہے۔ ٤) حنش بن معتمر جمہور ائمہ حدیث کے نزدیک ضعیف ہے۔

دوسری روایت :

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے عید الاضحی والے دن ایک مینڈا منگوایا اور اسے ذبح کرتے وقت یہ الفاظ کہے:

بِسْمِ اللهِ، اللهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ وَمِنْ مُحَمَّدٍ لَكَ

”بسم اللہ، اے اللہ! یہ قربانی تیری عطا ہے اور تیری رضا کے لیے ہے، محمد کریمﷺ کی طرف سے خالصتاً تیرے لیے قربانی کی جارہی ہے۔“ [السنن الکبری للبیہقی: ۱۹۱۸۷]

تبصرہ:

سند ضعیف ہے۔

۱) عاصم بن شریب راوی مجہول ہے، اسے امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ (الجرح والتعدیل: ٦/٤٨٧) اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ (میزان الاعتدال: ۲/۳۵۲) نے ”مجہول“ کہا ہے۔ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے الثقات (۵/۲۳۹) میں ذکر کیا ہے۔

۲) ابوبکر بن رجاء زبیدی کی توثیق ثابت نہیں۔

۳) ابو الفضل، سفیان بن محمد بن محمود جوہری کی توثیق نہیں ملی۔

٤) ابونصـــــر احمد بن عمرو بن محمد عراقی کی توثیق نہیں ملی۔ کســـــی صــحابی، تابعی اور تبع تابعی ســـے نبی کریمﷺ کی طرف ســـے قربانی کرنا ثابت نہیں۔

(11) ذو الحجہ کے ابتدائی دس دنوں میں کرنے والے کام

الشیخ محمد کامران یاسین حفظہ اللہ

سچی توبہ سے آغاز کرنا :

اہلِ ایمان کی دنیا و آخرت میں کامیابی وکامرانی کا دار و مدار اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے اور سچی توبہ کرنے میں ہے۔فرمانِ الٰہی ہے:

وَتُوبُوْا إِلَى اللّٰـهِ جَمِيْعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ

النور – 31

” اے مؤمنو! تم سب کے سب اللہ کی جناب میں توبہ کرو تاکہ تم کامیاب ہوجاؤ“۔

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ نیکیوں کے موسموں میں اعمالِ صالحہ کی ابتداء اللہ تعالیٰ سے سچی توبہ و استغفار سے کرے۔

ان ایام سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی پختہ نیت و عزم کرنا:

پھر نیکیوں کے اس موسمِ بہار سے نیک اعمال کے ذریعہ بھرپور طور پر فائدہ اٹھانے کا پختہ و عزم کریں اور یاد رکھیں کہ جو مسلمان اخلاص کے ساتھ نبی کریمﷺ کی سنت کے مطابق نیک عمل کرنے کا پختہ عزم و نیت کرلے تو اللہ تعالیٰ نا صرف یہ کہ اُس کی مدد فرماتا ہے بلکہ اس کے اسباب بھی اُسے مُیسر فرمادیتا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللّٰـهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ

العنکبوت – 69

”اور جن لوگوں نے ہمارے لئے کوشش کی ہم ضرور اُنہیں اپنی راہ دکھائیں گے اور بے شک اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کے ساتھ ہے“۔

تما م گناہوں سے بچنے کا خاص اہتمام کرنا:
ذوالحجہ اسلامی مہینوں میں آخری مہینہ ہے اور دینِ اسلام میں حرمت والے مہینوں میں سے ہے، اس کی حرمت کا تقاضا یہ ہے کہ اس میں ہر قسم کے گناہ و نافرمانی کے کام ، ہر قسم کے ظلم، زیادتی اور حقوق کی پامالی و حق تلفی سے بچنے کا خاص اہتمام کیا جائے جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے:
إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۚ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ ۚ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنفُسَكُمْ
التوبة – 36
” بے شک اللہ تعالی کے نزدیک مہینے گنتی میں بارہ ہیں اللہ کی کتاب (لوح محفوظ) میں، جس دن سے اس نے آسمان و زمین کو بنایا ان میں چار مہینے حرمت والے ہیں یہی دین کا سیدھا راستہ ہے تو ان مہینوں میں اپنے آپ پر ظلم نہ کرو“۔
ان چار مہینوں میں گناہ کا وبال بڑھ جاتا ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ تمام مہینوں میں گناہ کے ذریعے اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو۔(تفسیر جلالین ص:202 (
اس بات کو بھی ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ جیسے نیکیاں اللہ سے قریب ہونے کا ذریعہ ہیں اسی طرح گناہ اللہ اور اُس کی رحمت سے دوری کا سبب ہیں لہٰذا ان دنوں میں بالخصوص اور سال و زندگی بھر بالعموم جہاں ایک طرف مسلمان نیک اعمال کا اہتمام کرتا ہے وہاں دوسری طرف اسے چاہیے کہ وہ گناہوں سے مکمّل اجتناب کرے اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ جس طرح نیکیاں گناہوں کو ختم کرنے کا ذریعہ ہیں بالکل اسی طرح گناہ بھی نیکیوں کو کھاجاتے اور ضایع کردیتے ہیں ۔
تمام قسم کے نیک اعمال انجام دینا:
ذوالحجہ کے ان ابتدائی دس دنوں میں مذکورہ تمام اعمال کے علاوہ بھی کسی بھی نیک عمل کو معمولی یا حقیر مت سمجھیے اور زیادہ سے زیادہ اعمالِ صالحہ کرنے کا اہتمام کیجیے! اور رسول کریم ﷺ کے اس فرمان کو ہمہ وقت ملحوظ رکھیے کہ :”ان (ذوالحجہ کے ابتدائی) دس دنوں میں کیےجانے والے اعمالِ صالحہ اللہ تعالیٰ کوسال کےبقیہ تمام دنوں میں کیے جانےوالے اعمال سے زیادہ محبوب ہیں ۔
فرائض کی پابندی اور نوافل کا اہتمام کرنا:
توحید (اللہ تعالیٰ کی وحدانیت)کے بعد فرائض میں سب سے مقدم حق اللہ تعالیٰ کا ”نماز“ہے جس کی پابندی احسن اور مکمل انداز سے کی جائے اس

طور پر کہ باجماعت تکبیرِ اولیٰ کے ساتھ پہلی صف میں نماز ادا کرنے کی کوشش کی جائےاور اسی طرح سنتوں اور نوافل کا بھی زیادہ سے زیادہ اہتمام کیا جائے: سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ’’اللہ کے آگے کثرت سے سجدہ ریز ہوا کر، اللہ کے آگے تیرے ایک سجدہ کرنے سے اللہ تیرا ایک درجہ بلندکردے گا اور ایک خطا کو مٹا دے گا‘‘۔ (صحیح مسلم)

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے بندے کو نجات

کثرت سے ’’تکبیرات‘‘ پڑھنا:

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت(لا الہ الا اللہ)، عظمت و بڑائی(اللہ اکبر)اور تسبیح(سبحان اللہ)بیان کرنا:

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ’’اللہ تعالی کے ہاں ان دس دنوں سے عظیم (پورے سال کا)کوئی دن نہیں اور ان دس دنوں میں کیے جانے والےاعمال سے زیادہ کوئی عمل محبوب نہیں، لہذاکثرت سے اللہ کی وحدانیت (لاالہ الا اللہ) ، عظمت و کبریائی (اللہ أکبر) اورتسبیح (سبحان اللہ) پڑھا کرو‘‘۔ (صحیح مسلم)

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ ذکرفرماتے ہیں:’’سیدناعبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور سیدناابوہریرہ رضی اللہ عنہ ذوالحجہ کے پہلے دس دنوں میں بازار میں نکل جاتے اور بلند آواز سے تکبیرات پڑھتے اور لوگ بھی ان کے ساتھ تکبیریں کہنے میں مل جاتے‘‘۔(صحیح بخاری)

ایک اور مقام پرذکر فرماتے ہیں کہ: ’’سیدنا عمررضی اللہ عنہ منیٰ میں اپنے خیمہ میں تکبیرات پڑھتےجسےلوگ سنتے اور تکبیریں کہتے اور بازار والے بھی تکبیریں کہناشروع کردیتے حتی کہ منیٰ تکبیرات کی آواز سے گونج اٹھتا‘‘۔ (صحیح بخاری)

لہٰذا ہمیں بھی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت ، عظمت و کبریائی کی صداؤں سے اللہ کی زمین کو بھر دیں اور ہم اپنے گھروں میں ہوں ، بازار، دوکان، آفس، کمپنی وفیکٹری میں ہوں یا کہیں بھی،مصروف ہوں یا فارغ، ان دس دنوں میں بالخصوص تکبیرات کو اپنا وطیرہ بنا لیں اور اپنی زبان کو تکبیرات سے تر رکھیں کہ ان میں سے ایک ایک آواز و پکار کل روزِ قیامت اللہ کے یہاں ہماری نجات کا سبب ہوں گی ان شاء اللہ۔اسی طرح اپنے گھر والوں، بچوں اور رشتہ دار و اقارب اوردوست احباب کو بھی اس کی ترغیب دلائیں کہ ان دنوں میں یہ عمل رسول اللہﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور

اُن کے بعد ہر زمانہ میں اہلِ ایمان نیک لوگوں کا شـــعار رہا ہے۔ اللہ توفیق عطا فرمائے۔
تکبیر ات کے الفاظ:
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تکبیرات کے مختلف الفاظ و صیغے مروی و ثابت ہیں جو درج ذیل ہیں:
اَللہُ أَکْبَرُ اَللہُ أَکْبَرُ لَااِلٰہَ إِلَّا اللہُ ، وَ اللہُ أَکْبَرُ اللہُ أَکْبَرُ وَ لِلہِ الْحَمْدُ.
(یہ کلمات سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں)۔ (المصنف لابن أبي شيبة: 5697)
اَللہُ أَکْبَرُ کَبِیْرًا ، اَللہُ أَکْبَرُ کَبِیْرًا ، اَللہُ أَکْبَرُ وَ أَجَلُّ ، اللہُ أَکْبَرُ وَ لِلہِ الْحَمْدُ.
(یہ کلمات بھی ســـیدنا عبداللہ بن مســـعود رضـــی اللہ عنہ ســـے مروی ہیں) (المصنف لابن أبي شيبة: 5701)
اَللہُ أَکْبَرُ اللہُ أَکْبَرُ اللہُ أَکْبَرُ وَ لِلہِ الْحَمْدُ اللہُ أَکْبَرُ وَ أَجَلُّ، اللہُ أَکْبَرُ عَلٰی مَا ھَدَانَا.
(یہ کلمات سـیدنا عبداللہ بن عبّاس رضـی اللہ عنہما سـے مروی ہیں)۔ (أخرجه البيهقي في «السـنن الكبرى» (5 /104)، وإسـناده صـحيح، قاله الألباني في « الإرواء »)۔
تکبیرات میں مذکورہ کلمات کا اہتمام بھی صــــحیح ہے اوران دنوں کے تعلّق سے رسول اللہﷺ کے فرمان کہ :’’کثرت سے اللہ کی وحدانیت (لاالہ الا اللہ) ، عظمت و کبریائی (اللہ أکبر) اورتسبیح (سبحان اللہ) پڑھا کرو‘‘۔ (صحیح مسلم) کے تحت اللہ کی وحدانیت ، تکبیر و تسبیح کو کسی بھی انداز و الفاظ میں ادا کیا جاســکتا ہے جیســـے : (لاالہ الا اللہ) (اللہ أکبر) اور (ســبحان اللہ) وغیرہ۔ اصل مقصود اللہ تعالٰی کی توحید و تکبیر و تسبیح کرنا ہے ۔ واللہ اعلم۔
تکبیر ات کا وقت و مدّت (ابتداء و انتہاء):
تکبیرات دو طرح سے ادا کی جائیں گی:
تکبیراتِ مطلق :
جس کا وقت ذو الحجہ کا چاند نظر آتے ہی شـــروع ہوجاتا ہے یعنی یکم ذوالحجہ ســـے لیکر ایام التشـــریق کے اختتام یعنی 13 ذو الحج بقرعید کے چوتھے دن کے اختتام تک۔
ان مذکورہ دنوں میں تکبیرات کو مطلق طور پر صــبح شــام ، نمازوں ســـے پہلے اور بعد میں ہر وقت ادا کرنا ہے ۔
تکبیراتِ مقید: جن کا وقت بالخصــوص بقرعید ســـے ایک دن پہلے یعنی 9 ذوالحج کی فجر ســـے شـــروع ہوتا ہے اور ایام التشـــریق یعنی 13 ذو الحج بقرعید کے چوتھے دن کےاختتام تک رہتا ہے۔اسـطرح کہ انہیں مقید طور پر

خصوصاًفرض نمازوں کے فوراً بعد ادا کیا جاتا ہے۔ فرض نماز سے سلام پھیر کر تکبیر پڑھیں ،3 مرتبہ استغفار کریں اور پھر
اللهم أنت السلام ومنك السلام تباركت يا ذا الجلال والإكرام
پڑھ کر تکبیرات پڑھیں۔ واللہ اعلم
نوٹ: یہ تکبیرِ مقید غیر حاجی(جو حج نہیں کر رہے اُن) کے لیے ہے جبکہ حاجی(حج کرنے والے)کی تکبیرِ مقید کا وقت قربانی کے دن دس ذو الحجہ کی ظہر سے شروع ہوتا ہے۔
خلاصہ کلام یہ ہے کہ ذو الحجہ کا چاند نظر آتے ہی تکبیرات شروع کردینی چاہییں اور انہیں صبح شام ، نمازوں سے پہلے اور بعد میں ہر وقت ، ہر جگہ اور ہر حالت میں پڑھتے رہنا چاہیے اور پھر بقرعید سے ایک دن پہلے یعنی 9 ذوالحج کی فجر سےمقید طور پر فرض نمازوں کے فوراً بعدخاص طور پر ان کااہتمام کرنا چھاہیے اور ایام التشریق(11،12،13) کے اختتام یعنی 13 ذو الحج بقرعید کے چوتھے دن کےاختتام تک اس سلسلہ کو جاری رکھنا چاہیے۔ واللہ اعلم
(دیکھیے:مجموع فتاوی ابن باز رحمہ اللہ 17/13 ، والشرح الممتع لابن عثیمین رحمہ اللہ 220/5-224)
ذوالحجہ کا مہینہ شروع ہونےکےبعدبال اور ناخن نہ کاٹنا:
جو شخص قربانی کرنے کا ارادہ رکھتا ہو ، اس کے لئے حکم ہے کہ ماہِ ذو الحجہ کا چاند نظر آنے کے بعدسے قربانی کرنے تک نہ تو اپنے جسم کے کسی حصہ کےبال کاٹے یا اکھاڑے اور نہ ہی ناخن تراشے۔ اور ان کاموں سے ذو الحجہ کا چاند نظر آنے سے پہلے فراغت حاصل کرلے۔
سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اللہ ﷺ نے فرما: جب دس دِن (یعنی ذی الحج کے پہلے دِس دِن) آجائیں اور تم میں کوئی قُربانی کرنے کا اِرادہ رکھتا ہو تو وہ اپنےجسم(کے کسی حصہ کے بال و ناخن) کو (تراشنے و کاٹنے کی غرض سے)مت چھوئے۔ یعنی جسم کے بال یا ناخن وغیرہ نہ اتارے۔(صحیح مسلم)
حج وعمرہ کی ادائیگی:
نبی کریم ﷺکا ارشاد ہے:’’جس شخص نے اللہ کے گھرکا حج کیا اور بے ہودگی و فسق اورہر قسم کے گناہ سے بچا رہا تو (حج کے بعد)اس حالت میں لوٹے گا جیسے آج ہی(تمام گناہوں سے پاک) ماں کے بطن سے پیدا ہوا ہو‘‘۔(صحیح بخاری)
رسول اللہ ﷺ کا فرمان مبارک ہے:’’حج مبرور (مقبول)کی جزا تو صرف جنت ہے‘‘۔ (صحیح بخاری)

روزوں کا اہتمام کرنا، بالخصوص 9 ذو الحجہ کا روزہ رکھنا:
سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:’’رسول اللہ ﷺ چار کام کبھی نہیں چھوڑتے تھے: عاشوراء(دس محرّم)کا روزہ، عشرہ ذوالحجہ کے روزے، ہر(اسلامی) مہینے کے تین دن (ایام بیض یعنی اسلامی 13،14،15تاریخ)کے روزے اور فجر کی دو سنتیں‘‘۔ (ابوداؤد)
عرفہ کے دن9 ذو الحجہ کا روزہ دو سال کے گناہوں کا کفارہ:
رسول اللہﷺنے فرمایا:’’عرفہ (۹ ذو الحجہ)کے دن کاروزہ رکھنا،مجھے اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے ایک سال قبل اور ایک سال بعد کے گناہوں کا کفارہ بنا دے‘‘۔(صحیح مسلم)
نوٹ : یہ روزہ حاجی کے لیے نہیں ہےاس لیے کہ نبیﷺ نے دورانِ حج اس کا روزہ نہیں رکھا تھا ، اوریہ بھی مروی ہے کہ نبیﷺ نے یوم عرفہ کا میدان عرفات میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے ، لہذا حاجی کے علاوہ باقی سب کے لیے یہ روزہ رکھنا مستحب ہے ۔ نیز یہ روزہ ذو الحجہ کی 9تاریخ کا روزہ ہے جسے ہر شخص اپنے علاقے کی 9 ذو الحجہ کو رکھے گا جبکہ اہلِ علم کا ایک طبقہ اسے عرفہ ہی کے دن رکھنے کا قائل ہے ۔ واللہ اعلم
قربانی کےجانورکوذبح کرنا:
امام حافظ ابن قیم رحمہ اللہ اپنی مایہ ناز تصنیف زاد المعاد (54/1) میں فرماتے ہیں : اللہ تعالی کے ہاں سب سے افضل اوربہتر دن یوم النحر (قربانی ،عیدالاضحٰی) کا دن ہے اوروہ حج اکبروالا دن ہے جس کا ذکر اس حدیث میں بھی ملتا ہے جوامام ابوداود رحمہ اللہ نے بیان کی ہے : نبی ﷺ کا فرمان ہے : یقینا یوم النحر(قربانی کا دن)اللہ تعالی کے ہاں سب سے بہترین دن ہے ۔(علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح ابوداؤد میں اسےصحیح قرار دیا ہے)۔
لہٰذا عشرہِ ذو الحجہ کے اعمال میں اہم ترین عمل اللہ ہی کے لیے ’’قربانی ‘‘کرنا یعنی جانور اللہ کی راہ میں ذبح کرنا ہے ۔ سیدنابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتےہیں: رسول اللہﷺ نےفرمایا:’’جوشخص استطاعت رکھنےکے باوجودقربانی نہیں کرتا وہ ہماری عیدگاہ کےقریب بھی نہ آئے ‘‘۔ (ابنِ ماجہ)
صدقہ و خیرات کرنا،اللہ کے راستے میں خرچ کرنا:
اپنے والدین ، بیوی، بچوں کے ساتھ ساتھ قریبی رشتہ دار، پڑوسی ، محلہ دار اور تمام مسلمانوں میں مستحقین، یتیم و بیواؤں ،فقراءومساکین اور اللہ کے راستے میں مختلف مدود میں خوش دلی کے ساتھ، اللہ کی رضاء اور اپنی واجبی ذمہ داری سمجھتے ہوئے خرچ کرنا ۔

سیدناابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عید الفطر یا عید الاضحی کے دن نبی کریم ﷺ عیدگاہ کی طرف نکلے اور پھر وہاں لوگوں کو وعظ و نصیحت فرمائی اور انہیں صدقہ و خیرات کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:لوگو! صدقہ کیا کرو۔اور عورتوں کے پاس سے گزرے تو فرمایا:اے عورتوں کی جماعت! صدقہ کیا کرو، کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ تمہاری تعداد آگ میں سب سے زیادہ ہے۔

اور جب نبی کریم ﷺ اپنے گھر تشریف لے گئے تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی سیدہ زینب رضی اللہ تعالی عنہا اندر آنے کی اجازت مانگنے لگیں: تو نبی کریم ﷺ سے عرض کیا گیا کہ زینب رضی اللہ عنہا آئی ہیں، تو رسول کریم ﷺ نے دریافت کیا کونسی زینب؟تو کہا گیا کہ ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کی بیوی، تو رسول کریم ﷺ نے اجازت مرحمت فرمائی، سیدہ زینب اندر آئیں اور عرض کیا: اے اللہ کے نبی ﷺ آپ نے آج صدقہ و خیرات کرنے کا حکم دیا ہے، اور میرے پاس میرا زیور ہے میں اسے صدقہ کرنا چاہتی ہوں، تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا خیال ہے کہ وہ اور اس کی اولاد اس صدقہ کی زیادہ مستحق ہے، تو رسول کریمﷺ نے فرمایا:’’ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سچ کہا ہے، تیرا خاوند اور تیری اولاد کسی دوسرے پر صدقہ کرنے سے زیادہ حقدار ہے‘‘۔(صحیح بخاری و مسلم)

سیدناابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:’’اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اے ابن آدم خرچ کر میں تجھ پرخرچ کرونگا‘‘۔(صحیح بخاری و مسلم)

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:’’روزانہ صبح دو فرشتے نازل ہوتے ہیں، ان میں سے ایك کہتا ہے: اے اللہ ! خرچ کرنے والے کو نعم البدل دے، اور دوسرا کہتا ہے: اے اللہ! روك کر رکھنے والے کا مال تلف (ختم)کردے‘‘۔(صحیح بخاری و مسلم)

وہ نیک اعمال جن کے بارے میں عام طور پر لوگ غفلت و سستی کا ارتکاب کرتے ہیں درجِ ذیل ہیں:

اللہ کے ذکر اور فرض نماز بالخصوص عید کی فجر کی نمازکی ادائیگی میں،رسول اللہ ﷺپرمسنون صلوٰۃ و سلام پڑھنے میں ،سنن اور نوافل کی ادائیگی میں،قرآن کریم کی تلاوت میں، دعائیں کرنے میں ، ذوالحجہ کے روزے بالخصوص 9ذوالحجہ کا روزہ رکھنے میں ،قربانی کرنے والے کا ذوالحجہ کامہینہ شروع ہونے کے بعد بال یا ناخن کاٹنے سے اجتناب کرنےمیں ،حرام مال وذریعہ معاش سے اجتناب کرنے میں ،ہر قسم کے ظلم و زیادتی سے دور رہنے میں ،حقوق العباد میں ، والدین کے ساتھ حسنِ

سلوک میں ، رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنےمیں ، لوگوں کو معاف کرنےاور اُن سے در گزر کرنے میں، امانت کی ادائگی اور وعدہ کو پورا کرنے میں ،زبان و شرم گاہ اور نگاہوں کی اللہ کی نافرمانی سے حفاظت کرنے میں، اپنی استطاعت کے مطابق حکمت کے ساتھ لوگوں کو نیکی کاحکم دینے اور برائی سے روکنےمیں ، خیر و بھلائی اور نیکی کے معاملہ میں ایک دوسرے کی مددکرنےمیں ، اولاد کی صحیح دینی تربیت کرنے میں ، ہر مسلمان کے حق میں اپنے دل کو ہر قسم کے بغض ،حسد اور نفرت سے پاک کرنے میں ، صدقہ و خیرات کرنے میں وغیرہ شامل ہیں ۔
لہٰذا مذکورہ تمام امور میں غور کریں اور جہاں اور جس معاملہ میں خود میں کمی و غفلت محسوس کریں اپنی اصلاح کرنے کی کوشش کریں کہ مؤمن ہر وقت اپنی اصلاح کرنے اور خود کو سنوارنے میں لگا رہتا ہے۔اللہ توفیق عطاء فرمائے۔
تصحیح و مراجع: الشیخ حماد امین چاولہ حفظہ اللہ

(12) عشرۂ ذو الحجہ کے فضائل

الشیخ محمد کامران یاسین حفظہ اللہ

اللہ تعالیٰ کا ان دس دنوں کی قسم ارشاد فرمانا:

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابِ ہدایت قرآن کریم میں ان دس دنوں کی قسم ارشاد فرمائی ہے اورجن چیزوں کی اللہ تعالیٰ قسم ارشاد فرماتا ہے وہ غیر معمولی اور نہایت اہمیت کی حامل ہوا کرتی ہیں ۔فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ

الفجر – 1

’’قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی‘‘۔

جمہور مفسرین کے نزدیک دس راتوں سے مراد ماہِ ذو الحجہ کا پہلا عشرہ یعنی ابتدائی دس دن ہیں۔

ربّ العالمین کا ان ایام کی قسم ارشاد فرمانا درحقیقت ان ایّام کی عظمت و بلندیِ مقام کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ وہ اللہ عظیم ہے اور عظیم چیز ہی کی قسم ارشاد فرماتاہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم ترین مخلوقات میں: آسمان،زمین،سورج، چاند، ستارے، ہواؤں کی قسم ، نیز عظیم اوقات میں: فجر، چاشت، رات اور دن کے وقت کی قسم ، نیز عظیم ترین جگہوں میں: مکہ مکرمہ کی قسم ارشاد فرما کر ان کی عظمت پر مہرِ تصدیق ثبت کردی ہے۔

دنیا کے تمام دنوں میں’’ سب سے افضل ایّام‘‘ :

ماہ ذوالحجہ کے پہلے دس دن ،سال کے تمام دنوں میں بلکہ دنیا کے تمام دنوں میں سب سے افضل ہیں۔ سیدناجابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

“أفضل أيام الدنيا أيام العشر”

رواہ البزاروصححه البانی کما فی صحیح جامع الصغیر: 1133

’’ذی الحجہ کے یہ دس دن دنیا کے تمام دنوں میں سب سےافضل ہیں‘‘۔

حافظ ابن رجب رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں رقم طراز ہیں:یہ حدیث نص ہے کہ مفضول کام بھی فضیلت والے اوقات میں افضل ہوجاتا ہے جیسا کہ ذی الحجہ کے ان ابتدائی دس دنوں میں انجام دیئے گئے اعمال تمام افضل اعمال پر فائق ہوں گے، سوائے اس مجاہد کے جو راہ حق میں شہادت کے منصب پر فائز المرام ہوچکا ہے۔ دیکھیے: (فتح الباری: 115/6)

اللہ تعالیٰ کو تمام اعمال میں ’’سب سے افضل اور محبوب عمل‘‘ :

ان دس دنوں میں کیا جانے والا ہر نیک عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک سال میں کسی بھی اور دن کیے جانےسے زیادہ افضل و محبوب وپسندیدہ ہےجیسا کہ

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ما العمل في أيام أفضل منها فى هذه، قالوا: ولا الجهاد؟ قال: ولا الجهاد إلا رجل خرج يخاطر بنفسه وماله فلم يرجع بشیء"

(رواه البخارى:969، هكذا فى أكثر النسخ المعتمدة، وقدروى بلفظ: "ما العمل فى أيام العشر أفضل من العمل فى هذه، عند أحد رواة البخارى، لكنه مرجوح كما ذكر ذلک ابن رجب فى شرحه: 114/6، والحافظ ابن حجر: 532/2)

''سال بھر کے تمام دنوں میں انجام دیے جانے والا کوئی عمل بھی اِن (ذی الحجہ کے ابتدائی دس دنوں)میں کیے گئے عمل سے افضل نہیں ۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: جہاد بھی نہیں؟ فرمایا: جہاد بھی نہیں، ہاں البتہ اگر کوئی شخص اپنی جان ومال (دونوں) کو لیکر نکلے ،پھر کسی چیز کے ساتھ واپس نہ آئے،یعنی دونوں اللہ کی راہ میں قربان کردے اور شہید ہوجائے''۔

اسی حدیث کے بعض الفاظ کچھ مزید وضاحت کے ساتھ مروی ہیں ،چنانچہ امام احمد نے اپنی مسند:1968، اور امام ابوداود نے اپنی سنن:2438 میں یہ الفاظ درج فرمائے ہیں:

ما من أيام العمل الصالح فيها أحب إلى الله عز وجل من هذه الأيام، يعنى أيام العشر۔ قالوا ولا الجهاد فى سبيل الله؟ قال: ولا الجهاد فى سبيل الله، إلا رجل خرج بنفسه وماله ثم لم يرجع من ذلک بشیء"۔

''سال بھر کے تمام دنوں میں انجام دیے جانے والا کوئی نیک عمل بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک اِن یعنی ذی الحجہ کے (ابتدائی) دس دنوں میں کیے گئے نیک عمل سے زیادہ پسندیدہ نہیں ،صحابہ نے عرض کیا: جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں؟ آپ ﷺنے فرمایا :جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں، مگر کوئی شخص اپنی جان ومال(دونوں) کے ساتھ جہاد کے لیے نکلے ، پھر کسی چیز کے ساتھ بھی واپس نہ آئے یعنی شہید ہوجائے۔''

در حقیقت یہ عظیم فضیلت ان اعمالِ جلیلہ کی وجہ سے ہے جو ان ایام میں انجام پاتے ہیں جیسے ان دس دنوں میں ''حج'' جیساعظیم فریضہ اور رکنِ اسلام انجام دیا جاتاہے۔

ان دس دنوں میں ''عرفہ کا دن'' ہے۔

ذوالحجہ کے مہینے کی 9 تاریخ کا دن "یوم عرفہ (عرفہ کا دن)" کہلاتا ہے ۔ حجاج کرام اس دن عرفات کا وقوف کرتے ہیں جو حج کا رکنِ اعظم ہے۔عرفہ کا دن بڑی فضیلت والا دن ہے ،اتنی فضیلت والا دن کہ اگر ان دس

دنوں میں سوائے یومِ عرفہ کے اور کچھ نہ ہوتا تو ان دس دنوں کی فضیلت کے لیے کافی تھا ۔
یہ گناہوں کی مغفرت کا دن اور جہنم سے آزادی کا دن ہے۔ (صحیح مسلم)
دنوں میں کوئی دن ایسا نہیں جس میں اللہ تعالیٰ اتنے لوگوں کو جہنم سے آزاد فرماتا ہے جتنا عرفہ کے دن فرماتا ہے(صحیح مسلم)
اس دن اللہ تعالیٰ نے ہم مسلمانوں کے لیے ہمارے دین ، دینِ اسلام کو نا صرف بطورِ دین کے پسند فرمایا بلکہ اسے مکمّل فرمایااور ہم پر اپنی نعمت کا اتمام فرمایا ۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک یہودی نے ان سے کہا کہ اے امیرالمومنین! تمہاری کتاب (قرآن) میں ایک آیت ہے جسے تم پڑھتے ہو۔ اگر وہ ہم یہودیوں پر نازل ہوتی تو ہم اس (کے نزول کے) دن کو عیدکا دن بنا لیتے۔ آپ نے پوچھا وہ کون سی آیت ہے؟ اس نے جواب دیا (سورہ مائدہ کی یہ آیت کہ)ترجمہ: '' آج میں نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور تمہارے لیے دین اسلام پسند کیا'' (المائدۃ:3)" سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم اس دن اور اس مقام کو (خوب) جانتے ہیں جب یہ آیت رسول اللہ ﷺپر نازل ہوئی (اس وقت) آپ ﷺ عرفات میں جمعہ کے دن قیام فرمائے ہوئے تھے''۔ (صحیح بخاری و مسلم)
اسلام کے عظیم رکن حج میں عرفہ و یومِ عرفہ کی یہ حیثیت ہے کہ جس نے حج کیا اور حج میں عرفہ کا وقوف نہ کیا تو اُس کا حج ہی نہیں ہوگا (صحیح بخاری و مسلم)
دعاؤں میں بھی سب سے بہترین دعا ءعرفہ کی دعا کو قرار دیا گیا۔ رسول اللہﷺکا فرمان ہے: خَيْرُ الدُّعَاءِ دُعَاءُ يَوْمِ عَرَفَةَ ''سب سے بہترین دعا عرفہ کے دن کی دعا ہے۔(ترمذی)
اس دن اللہ تعالیٰ عرفات میں موجود لوگوں کو دیکھ کر آسمان والوں پر فخر فرماتا ہے۔(صحیح مسلم)
ان دس دنوں میں ''یوم النحر (قربانی کا دن) ''ہے:
بعض اہلِ علم کے نزدیک سال کے تمام دنوں میں سب سے عظیم دن یہی قربانی کا دن ہے۔نبی کریمﷺ کا فرمان ہے :اللہ کے نزدیک دنوں میں سب سے عظیم دن یوم النحر (قربانی کا دن)ہے۔ (احمد ،ابوداؤد، حاکم)
ان دس دنوں میں کئیں بنیادی عبادات جمع ہوجاتی ہیں:
امام حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ صحیح بخاری شریف کی مایہ ناز شرح فتح الباری میں فرماتے ہیں:

ظاہر یہی ہوتا ہے کہ ذو الحجہ کے ابتدائی دس دنوں کی فضـــیلت و امتیازی حیثیت کی وجہ ان میں اہم و بنیادی عبادات کا جمع ہوجا نا ہے جو کہ :
نماز (فرائض و عید الاضـــحی کی نماز)۔ روزہ (۹ ذو الحجہ کا روزہ جو گزشــتہ و آئندہ کے ایک ســال کے گناہوں کو ختم کردیتا ہے(مسـلم))۔ صـدقہ (قربانی کی صــورت میں)۔ اور حج جیســی عظیم عبادات ہیں۔ لہٰذا ہرمســلمان کو چاہئے کہ وہ ان دس دنوں کی ابتدا اللہ تعالی کے ســامنے ســچی اور پکی توبہ کے ســاتھ کرے اور پھر عمومی طور پر کثرت ســے اعمالِ صــالحہ کا اہتمام کرے بالخصـــوص مندرجہ ذیل اعمال کا خیال رکھتے ہوئے انہیں بھرپور طور پر انجام دینے کی کوشش کرے۔ اللہ توفیق عطا فرمائے۔
(13) کریڈٹ و ڈیبٹ کارڈ پر ڈسکاؤنٹ آفرز کا شرعی حکم
الشیخ عثمان صفدر حفظہ اللہ
جدید بینکنگ کے حوالےســـے ایک اور قابل ذکرمســئلہ جس کے بارے میں عام طور پر کریڈٹ یا ڈیبٹ کارڈ پر ڈسـکاؤنٹ آفرز کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے ۔
ڈسکاؤنٹ آفرز کی وضاحت :
اس قسم کی آفرز سے مراد یہ ہے کہ مالیاتی اداروں ((Banksکی طرف سے کریڈٹ کارڈ اور ڈیبٹ کارڈ پر مخصوص قسم کے انعامات رکھے جاتے ہیں، جیســے کسی خاص چیز کی خریداری کریڈٹ کارڈ یا ڈیبٹ کارڈ کے ذریعے کرنے پر خاص رعایت ملتی ہے ،جسے کاروباری زبان میں “ڈسکاؤنٹ آفر” کہا جاتا ہے، جس میں فیصد کے حساب سے قیمت پر رعایت دی جاتی ہے۔
مثال کے طور پر :
مختلف مالیاتی ادارے ((Banksکریڈٹ کارڈ یا ڈیبٹ کارڈ پر ایک آفر پیش کرتے ہیں کہ اگر ان کے کارڈ کو استعمال کرتے ہوئے صـارف کسـی مقرر کردہ برانڈ کی کوئی چیز خریدتا ہے تو اُسے اُس چیز کی قیمت میں 10 فیصد یا 20فیصد رعایت ملے گی۔ اب سوال یہ ہے کہ مالیاتی اداروں ((Banksکی طرف سے دی گئی ایسی کسی آفر سے فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہےیا نہیں؟
شرعی حکم :
سب سے پہلی بات تو یہ کہ کریڈٹ کارڈ اور ڈیبٹ کارڈ دو مختلف سروسز ہیں ۔
کریڈٹ کارڈ حرام ہے کیونکہ اس کے معاہدے میں بینک کی طرف سے ایک ایســی شــق شــامل کردی جاتی ہے جواســے سُــود کے لین دین میں بدل دیتی ہے۔(اگرچہ بینکنگ میں اس کے لئے کچھ مخصـوص اصـطلاحات اسـتعمال کی جاتی ہیں جس ســے یہ تاثر دیاجاتا ہے کہ یہ اس کارڈ کے تحت حاصــل

کی جانے والی سروس کا حصہ ہے لیکن بنیادی طور پر وہ معاملہ سُود ہی کا ہوتا ہے) اور باوجود اس کہ کے صارف ایسا کوئی کاروبار نہیں کررہا جس میں سُو دہو لیکن صرف معاہدے کی اُس شق پر رضامندی ظاہر کرنے کی وجہ سے وہ اِس حرام کام کا حصہ بن جاتا ہے۔ مزید تفصیل کے لیے ہمارے مضمون کریڈٹ کارڈ کاشرعی حکم کا مطالعہ کیا جائے ۔

جہاں تک ڈیبٹ کارڈ کا معاملہ ہے چونکہ یہ کریڈٹ کارڈ سے یکسر مختلف ہے تو ڈیبٹ کارڈ کے ذریعےایسی کسی رعایتی آفر سے فائدہ حا کرنا کیسا ہے ؟ مثال کے طو ر پر آپ ایک موبائل فون خریدنا چاہتے ہیں اور اس موبائل کی قیمت دس ہزار روپے ہے ، لیکن ڈیبٹ کارڈ پر دس فیصد رعایت کی وجہ سے اس کی قیمت نو ہزار9000 روپے ہوجاتی ہے۔نتیجتاً آپ کو اس موبائل فون کی خریداری پر ایک ہزار روپے کی رعایت ملی ہے ۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر آپ نے وہ ایک ہزار روپے نہیں دیئے جس سے موبائل کی قیمت پوری ہونی تھی اور اُس دوکاندار نے بھی اپنی طرف سے وہ پیسے نہیں دئے تو پھر وہ پیسے کس نے دیئے؟ جبکہ موبائل کی قیمت دس ہزار ہی ہے اور دوکاندار بھی اِسی قیمت پر یہ موبائل فون بیچ رہا ہے۔

تو یہاں ہمیں پتہ چلتا ہے کہ وہ ایک ہزر روپے ہماری طرف سے دوکاندار کو بینک نے ادا کیے جس کی وجہ سے ہمیں رعایت ملی ۔بظاہر اس میں کوئی حرج نہیں کہ بینک نے ہمیں بطور تحفہ یہ رعایت دی ہے ۔ معاملہ یہ ہے کہ بینک کی اپنی جو بھی کمائی ہے وہ سُود ی کاروبار پر منحصر ہے اور ظاہر ہے بینک نے آپ کو جو رعایت دی ہے وہ اسی سُودی کاروبار سے حاصل ہونے والے منافع سے دی ہے ۔

واضح رہے کہ جس شخص یا جس کمپنی کی کمائی میں سُود شامل ہو یا اس کے لین دین میں سُود شامل ہو تووہ کمائی اور لین دین دونوں حرام ہیں اور اُس شخص یا اُس کمپنی کی طرف سے دیا جانے والا تحفہ بھی حرام ہے۔ اسی بنا پر ہمیں بینک کی طرف سے دی گئی کسی رعایتی آفر سے فائدہ حاصل نہیں کرنا چاہیئے یہ علماء کا متفقہ فیصلہ ہےجوکہ صحیح اور قابل فہم بھی ہے۔

لہٰذا یہ بات واضح ہوگئی کہ کریڈٹ کارڈ تو ویسے ہی حرام1 ہے اور ڈیبٹ کارڈ پر بھی ڈسکاؤنٹ لینا جائز نہیں ہے۔

یہاں کچھ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ بینک وہ رعایتی قیمت پیسے کی صورت میں ادا نہیں کررہا ہوتا۔تو یہ ضروری نہیں ہے کہ قیت ہی ادا کی جائے بلکہ مارکیٹنگ کے اصولوں کے تحت جب صارف بینک کے کارڈ پر دی گئی آفر کو حاصل کرلیتا ہے تو بینک اس کے عوض میں رقم کی بجائے دیگر

سـرسـز بھی دوکاندار کو فراہم کردیتا ہے ، ایک صـورت ہے اورایسـی بہت سی صـورتیں ہوسـکتی ہیں جیسـے مارکیٹنگ ، سـروسـسز یا کچھ اور۔ لیکن چونکہ بینک وہ رعایتی قیمت یا اس قیمت کے عوض کوئی سروس ،کسی نہ کسی صـارف کی جانب سے رعایتی آفر حاصـل کرنے پر ہی فراہم کرتا ہے ۔لہٰذا کریڈٹ کارڈ کا ڈسـکاؤنٹ یا ڈیبٹ کارڈ کا ڈسـکاؤنٹ اس کے لیے کسـی بھی حالت میں استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو حلال اختیار کرنے کی اور حرام سے بچنے کی توفیق عطاء فرمائے ۔ آمین

(14) کریڈٹ کارڈ کا شرعی حکم

الشیخ عثمان صفدر حفظہ اللہ

جدید بینکنگ کی پیچیدگیوں اور اس کے مسائل سے متعلق ہمارے ہاں اکثر یہ سوال ہوتا ہے کہ "کریڈٹ کارڈ "اور "ڈیبٹ کارڈ" کا استعمال جائز ہے؟اور یہ کہ ان کے حوالےسے شرعی احکامات کیا ہیں؟

کریڈٹ کارڈ کیا ہے ؟

کریڈٹ کارڈ درحقیقت قرض (Loan)کی ایک صورت ہے۔کسی بھی بینک سے جب آپ کوئی کریڈٹ کارڈ لیتے ہیں تو وہ بنیادی طور پر اُس بینک سے آپ کا ایک معاہدہ ہوتا ہے کہ آپ ایک مخصوص رقم بینک کی اجازت سے ایک خاص مدت تک استعمال کرسکتے ہیں۔پھر چاہے آپ اس رقم کو آن لائن خریداری میں خرچ کریں یا کسی شاپنگ مال میں خریداری کر کے خرچ کریں ،دونوں ہی صورتوں میں اُس تمام خریداری کی قیمت آپ کی طرف سے بینک ادا کرتا ہے ۔عام طور پر اس طرح کے کارڈز پر خریداری کی مدت ایک ماہ ہوتی ہے اور پھر اس کے بعد بینک آپ سے رقم وصول کرتا ہے۔

کریڈٹ کارڈ کا حکم :

شرعی احکامات کی رُو سے کریڈٹ کارڈحرام ہے۔جیسا کہ ابتداء میں ہی اس بات کی وضاحت کردی گئی ہےکہ کریڈٹ کارڈ دراصل بینک اور صارف کے درمیان قرض کا ایک معاہدہ ہے اور اِ س معاہدے کی شرائط و ضوابط میں ایک شق یہ بھی شامل ہوتی ہے کہ اگر صارف کی طرف سے قرضے کی ادائیگی میں تاخیر ہوتی ہے تو بینک کی طرف سے کچھ فیصد کے

حساب سے حسبِ تاخیر اضافی رقم وصول کی جا ئیگی۔قرض پر اضافی رقم کی وجہ سے یہ شق سُود کے لین دین میں بدل جاتی ہے جو کہ نصوصِ شرعیہ کے مطابق حرام ہےاور چونکہ یہ معاہدہ سُودی لین دین میں بدل گیا ہے تو ا سی بنا پر یہ معاہدہ اور اِس کے مطابق لین دین ،دونوں حرام ہوں گے۔

اب یہاں کچھ احباب یہ کہتے ہیں کہ ہم تو پوری کوشش کرتے ہیں کہ مہینے سے پہلے ہی خرچ کی گئی رقم بینک کو ادا کردیں یا یہ کہ ہم تواِس کارڈ کو اپنے اکاؤنٹ سے منسلک کردیتے ہیں تاکہ ساتھ ساتھ رقم کی ادائیگی ہوتی رہے۔ بظاہر تو یہ بات مناسب لگتی ہے اور اس میں کوئی قباحت نظر نہیں آتی ۔لیکن یہاں درپیش مسئلہ اس بات کے بالکل برعکس ہے اور وہ مسئلہ اس معاہدے کی وہ شق ہے جو اسے سُود ی لین دین میں بدل دیتی ہے۔ ہم لاعلمی یا لاپرواہی کی وجہ سے جس بات کو نظرانداز کردیتے ہیں وہ اس حد تک سنگین مسئلہ ہے کہ ہم لاشعوری طور پرایک کبیرہ گناہ کے مرتکب ہو جاتے ہیں وہ بھی رضا کارانہ۔

آپ ﷺ کا فرمان ہے:

لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آكِلَ الرِّبَا، وَمُؤْكِلَهُ وَشَاهِدَهُ وَكَاتِبَهُ

رسولِ کریم ﷺ نے سُود لینے والے پر، سُود دینے والے پر ، سُود لکھنے والے پر اور سود ی لین دین کے گواہوں پر ۔ (سنن ابی داؤد : 3333)

حدیثِ نبوی ﷺ کے مطابق سُود لکھنے والوں میں وہ افراد بھی شامل ہوجاتے ہیں جو اِن اکاؤنٹس کو دیکھ رہے ہوتے ہیں اور وہ افراد بھی جن کے معاہدوں میں کوئی سُودی شق یا شرط شامل ہو۔اسی وجہ سے کریڈٹ کارڈ حرام ہےاور اس بات پر علماء کا اجماع و اتفاق ہے کہ اس کا استعمال جائز نہیں ہے۔

مجبوری کی صورت میں :

البتہ اگرکوئی بہت ہی اضطراری کیفیت ہو یا ایسا کوئی معاملہ ہو جس میں کریڈٹ کارڈ کا استعمال ہی آخری حل ہو !!؟مثال کے طور پر کچھ اشیاء ایسی ہیں جن کی خریداری صرف آن لائن ہی ہوسکتی ہےیا یہ کہ صارف کو ملک سے باہر جانا ہے تو اس طرح کی صورتِ حال میں کریڈٹ کارڈ لیا جاسکتا ہے۔لیکن اس شرط پر کہ بینک اُس کارڈ پرسود چارج نہیں کرے گااور صارف کی طرف سے کارڈ کے ذریعے خرچ کی گئی رقم فور ی طور پر ادا ہورہی ہو۔اِ س کی اجازت بھی انتہائی ضرورت کی بنیاد پر ہےاور اگر متبادل سہولت دستیاب ہے تو اُس کی موجودگی میں کریڈٹ کارڈ کا استعمال بالاتفاق حرام ہے۔

(15) کیا صرف رمضان المبارک؟

عزیز مسلمان بھائی اور بہن !

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

رمضان المبارک کا عظمتوں اوربرکتوں والا مہینہ ہم سے رخصت ہوا چاہتا ہے۔ اس مہینے میں ہم سب نے خوب محنت کی اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری محنتوں کو قبول فرمائے۔ آمین۔ دیگر عبادات کی طرح رمضان کی عبادات کی قبولیت کے آثار بھی نمایاں ہوتے ہیں۔ ہم میں سے ہر ایک کو چاہیئے کہ وہ اس حوالے سے اپنے اندر آنے والی تبدیلیوں کا بغور جائزہ لے اگر ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ ہمارے اندر کوئی مثبت اور مستحکم تبدیلی نہیں آئی تو یہ اس بات کا اشارہ ہے کہ ہماری محنت میں کہیں کوئی خامی رہ گئی ہے۔ آپ سے درخواست ہے کہ رمضان کے اختتام کے حوالے سے کچھ نکات ذہن میں رکھیئے۔دعا ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہمیں اس ماہِ مبارک سے فائدہ حاصل کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین ۔

بنیادی سوالات

»کیا ہم نے اپنے نفسوں کی تربیت کر لی؟ اور کیا ہمیں تقویٰ کی دولت حاصل ہوگئی ؟

»کیا ہم نے اپنی شہوات پر فتح پالی؟ یا ہماری عادتوں اور دل نے ہمیں شکست دیدی؟

»کیا ہم نے اطاعت کرکے اور گناہ سے کنارہ کش ہوکر سکون حاصل کرلیا؟

»کیا ہم نے اس ماہ مبارک میں صبر کی تعلیم پالی؟

»کیا ہم نے قرآن کریم کی تلاوت کی سعادت حاصل کی اور اس کی آیات پر غور بھی کیا؟

« کیا ہم نے رحمت و مغفرت اور جہنم سے آزادی کا سبب بننے والے اعمال کئے ؟

یہ سوالات ہر ایک کو اپنے آپ سے پوچھنے چاہئیں کہ میں نے رمضان سے کیا فائدہ حاصل کیا ؟

مقاصدِ رمضان --- پرہیزگاری کا حصول

روزوں کی فرضیت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اس کا مقصد بھی واضح فرمادیا یعنی:

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ

البقرة – 183

’’ تاکہ تم پرہیز گار بن جاؤ ‘‘۔

رمضان المبارک کا مہینہ ایمانی درسگاہ میں تربیت کا ایک 30روزہ دورانیہ ہے جس دوران مسلمان بقیہ گیارہ مہینوں میں نفس و شیطان کے خلاف معرکہ آرائی کے لئے تیار ی کرتا ہے ایسا شخص جو اس ماہِ مبارک میں بھی کچھ نہ کر پایا وہ کب اپنی زندگی کو بدلے گا ؟ رمضان المبارک واقعی اپنے آپ کو بدلنے کا مہینہ ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ اس ماہِ مبارک میں ہم اپنی عادات و اطوار جو شریعت الہٰی کے خلاف ہوں بدلیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ ۗ

الرعد – 11

’’یقینا اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے آپ کو نہ بدلیں‘‘۔

غور کریں ! کہ ایک عورت نے رسی بٹی، جب مکمل رسی بنالی اور وہ بھی بڑی مضبوط و خوبصورت! پھربغیر کسی وجہ کے وہ اس رسی کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے لگی اور ایک ایک دھاگہ الگ الگ کردیا ۔ اب لوگ اس عورت کو پگلی نہیں تو اور کیا کہیں گے ؟ یہ اس شخص کی مثال ہے جو رمضان المبارک کے بعد غیبت ،جھوٹ، چغل خوری ، بد گمانی اوردیگر نافرمانیوں کی طرف واپس لوٹتا ہے اور دوبارہ اللہ تعالیٰ کی بغاوت پر اُتر آتا ہے ، دوبارہ گناہوں کے گندے تالاب میں غوطہ لگانا چاہتا ہے ۔ کل تک تو وہ اپنے رب کے سامنے سربسجود تھا آج اس کی ناراضگی پر تُلاکھڑا ہے لیکن شاید اُسے یاد نہیں کہ آنے والے کل(روزِ قیامت) اس نے پھر اسی رب کے حضور لاچار کھڑے ہونا ہے اور نامۂ اعمال میں یہ سب نافرمانیانبھی تحریر ہونگی۔

عدمِ قبولیت کی نشانیاں

ماہِ رمضان تو شیطان کی قید ، مسلمان کی تربیت اور گناہوں سے بچنے کیلئے دفاعی حصار کی مضبوطی اور استحکام کا مہینہ ہے مگر رمضان کے گذرنے کے بعد ابلیس کی آزادی کے اثرات ہم مسلمانونپر واضح طور پر نظر آتے ہیں۔لہٰذا رمضانی عبادت گذار بننے سے بچیں ۔

کتنے افسوس کا مقام ہے کہ ہمیں صرف رمضان المبارک میں اللہ تعالیٰ یاد آتا ہے اور پھر رمضان المبارک کے بعد !! مؤ من روزے دار کا یہ وطیرہ ہوتا ہے کہ وہ عید کے دن خوش ہوتا ہے اور رمضان کے روزوں کی تکمیل پر اللہ تعالیٰ کی تعریف و تحمید کرتا ہے وہ روتا بھی ہے اس ڈر سے کہ کہیں اس کے روزے نمازیں درجہ قبولیت سے رہ نہ جائیں جیسا کہ بعض سلف صالحین کے بارے میں منقول ہے کہ وہ رمضان کے بعد مہینوں روتے رہتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے روزوں کی قبولیت کی دعائیں مانگتے رہتے تھے ۔جبکہ ہمارا حال یہ ہے کہ عید کے دن جس سے ایک دن قبل رمضان کا اختتام ہوا، لہو و لعب کا آغاز ہوجاتا ہے ۔ ہم دیکھتے ہیں کہ عید کے روز سے ہی ہم فرض نمازیں ضائع کرنا شروع کردیتے ہیں رمضان المبارک میں نمازِ تروایح جو کہ نوافل ہیں اس کے لئے تو مسجدیں بھرجاتی ہیں لیکن افسوس وہ فرض نماز جس کو قصداً اور شرعی عذر کے بغیر چھوڑنے والاکافربن جاتاہے اس کیلئے مسجدوں میں نمازیوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے ۔ نیز عید کے دن ہی سے فلمیں ، گانے ، فحاشی کی محفلیں اور تفریح گاہوں میں مرد وزن کے اختلاط کا آغاز شروع ہوجاتا ہے ۔ اس انداز سے ہم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہیں !! اور یہ ہوتا ہے ہمارے رمضان کا اختتام --- !! یہ شکر کا طریقہ نہیں اور روزوں کی قبولیت کی علامت بھی نہیں بلکہ یہ رمضان جیسی نعمت کی ناشکری ہے یہ واقعی روزوں اور تراویح کی عدمِ قبولیت کی نشانی ہے ۔

عبادات میں سستی اور عدم دلچسپی کی بنیادی وجوہات اور سد باب

وجہ یہ ہے کہ ہم رمضانی عبادات گذاروں کا اصل مقصدصرف زیادہ ثواب کی جستجو ہوتی ہے یعنی ہماری عبادت محض طمع کی کیفیت کے تحت ہوتی ہے جبکہ اوّلین ترجیح اللہ تعالیٰ کا خوف ہوناچاہیئے اور پھر اس کے بعد طمع رکھے۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا:

يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا

السجدة – 16

”ا ور وہ اپنے رب کو خوف اور امید کے ساتھ پکارتے ہیں ۔ “

خوف سے مراد حساب و کتاب کی فکر اور لقائے رب کا احساس ہے ۔ چنانچہ اگر عبادت خوفِ الٰہی کے تحت کی جاتی ہے تو عبادت کی جستجو

بقیہ مہینوں میں بھی برقرار رہتی ہے۔ویسے بھی لازمی فرائض کی ادائیگی اور جوابدہی سے بے خوف رہتے ہوئے اضافی انعام کیلئے محنت ایک قسم کی حماقت بلکہ سرکشی ہے۔ صرف رمضان المبارک میں زیادہ ثواب کے غرض سے پابندِ عبادت انسان کی مثال ایسی ہے جو کسی ایک خاص مہینے میں بونس((Bonusکی خاطر اضافی محنت کرتا ہے اور دیگر تمام مہینوں میں وہ اپنے لازمی فر ائض بھی ادا نہیں کرتا۔ یقینا ایسے شخص کو سال کے گیارہ مہینے میں فرائض کی عدم ادائیگی کی وجہ سے بونس تو کیا تنخواہ بھی نہیں ملے گی ۔

آخراس بے خوفی کی بنیادی وجہ کیا ہے؟ وجہ یہ ہے کہ ہم غلاموں(انسانوں) کو آقائے حقیقی(اللہ ربّ العالمین) کا خوف ، اس کے مرتبے و مقام کی پہچان، اس کی رضا کی اہمیت کا احساس اور اس کے سامنے حاضری کا دلی یقین نہیں ہے۔ یہ احساسِ خوف کس طرح ممکن ہے؟ یہ احساسِ خوف صرف صحیح عقیدۂ توحید کی پہچان ہی سے ممکن ہے ۔ صرف صحیح عقیدۂ توحید ہی انسان کو دیگر خوفِ باطلہ اور اپنے جیسے دیگر غلاموں(انسانوں) کی غلامی اور اس غلامی کے ذیلی اثرات اورمطالبات سے بے خوف اور بے نیاز کرتا ہے اور اکیلے اللہ کی خوشنودی کے حصول اور اس کی ناراضگی سے بچنے کے کاموں کے لئے وقت کی قید سے بالا تر ہوکر چاہے رمضان ہو یا غیر رمضان مستعد رکھتا ہے۔ چنانچہ ہر مسلمان کو چاہئیے کہ وہ دو بنیادی نکات ہمیشہ ذہن میں رکھے :

اس بات کا زبان سے اقرار اور دل کی گہرائیوں سے یقین کہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہے ہر قسم کی عبادت، شکر گذاری اور تعریف کے لائق اور ہمارا خالق و مالک اور پالنے والا ہے ، ہر قسم کا سوال التجا براہِ راست اللہ تعالیٰ سے کرنی چاہئے(ملاحظہ ہو:الفاتحہ 1آیت 4، الاعراف7آیت29، المومن40 آیات,65 14) ہر قسم کا خوف ، احترام اور عزت صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے ہے ۔ (ملاحظہ ہو :البقرہ 2آیت 41،النحل16 آیت 51،الفاطر 35 آیت 10) ہر قسم کی نذر و نیاز اور دیگر مالی عبادات صرف اللہ وحدہٗ لاشریک کے لئے ہیں۔(ملاحظہ ہو : انعام 6آیت 162-163)

چنانچہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی صفات میں کوئی بھی حیات یا فوت شدہ انسان بشمول انبیاءعلیہم السلام، ائمہ دین رحمہم اللہ ، بزرگان دین رحمہم اللہاور اولیاء اللہ رحمہم اللہ، وغیرہ شامل نہیں یعنی صفاتِ خالق میں شراکت کے اعتبار سے ساری مخلوق بے حیثیت ہے (ملاحظہ ہو : شوریٰ 42آیت 11) اللہ تعالیٰ کے ان حقوق اور صفات کی وضاحت قرآن کریم پر غور و فکر سے ہی ممکن ہے چنانچہ عقیدۂ توحید کی سمجھ کے لئے قرآن کریم کو

سمجھ کر پڑھنا انتہائی اہم ضرورت ہے اور دنیا کے کسی انسان کے افکاروملفوظات کو کلام اللہ پر فوقیت حاصل نہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام، سمیت سارے انسان کلامِ الہٰی کی پیروی کرنے کے پابند ہیں۔(ملاحظہ ہو :الانعام 6آیت 106)

اس دنیا میں زندگی گذارنے کے لئے عملی نمونہ صرف محمد مصطفی ﷺ کا اسوہ حسنہ ہے اور کسی بھی انسان بشمول ائمہ دین رحمہم اللہ،ا ولیاء اللہ رحمہم اللہ، صوفی ، بزرگ کے افکار اور طریقوں کو محمد مصطفی ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر مقدم نہیں کیا جاسکتا۔ (ملاحظہ ہو :الاحزاب 33آیت 21)

الغرض عقیدہ توحید کے بنیادی نکات اور اس کے متعلقات کی عدم پہچان اور معاملات میں اسوہ حسنہ کی خلاف ورزیوں کی وجہ سے عبادات میں وہ اثر پیدا نہیں ہوتا جو مزاج میں مطلوبہ تبدیلی لانے کے لئے ضروری ہے ۔ اور جس کے اثرات بعد از رمضان بھی باقی رہیں۔

عبادت کی قبولیت کی علامات

روزوں کی قبولیت کی علامت یہ ہے کہ روزے دار اپنی سابقہ کیفیت سے بہتر حالت میں آجائے یعنی گناہوں سے اجتناب جاری رکھے اور نیکیوں میں آگے آگے جا رہا ہو۔ اگر آپ نے اپنے آپ کو پرہیزگاروں کے اوصاف سے متصف کرلیا تو آپ نے حقیقی روزے رکھے ، حقیقی قیام اللیل کیا اوراپنے نفس سے حقیقی مجاہدہ کر لیا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیجئے اور اُسی سے ہمیشہ ثابت قدمی کی دعا مانگتے رہیئے ۔

لائحہ عمل

انسان کو چاہیے کہ وہ مسلسل اپنے رب کا فرمانبردار رہے ، شریعت پر ثابت قدم رہے ، ایسا نہ ہو کہ ایک مہینے میں اللہ کی عبادت کو ہی اوڑھنا بچھونا بنالیا اور دوسرے مہینوں میں عبادت کا راستہ ہی بھول گیا۔ کبھی بڑا نیک اور عبادت گذار بنا پھر رہا ہے اور کبھی عبادت کی جگہ کسی اور غیر شرعی مصروفیت نے لے لی۔ زیادہ ثواب کی جستجو میں رمضان المبارک میں عبادات کی کثرت اور بعد از رمضان لازمی عبادات سے پہلو تہی بہت بڑا جرم ہے ۔ ایسا نہ کریں! بلکہ یہ ذہن میں رکھیں کہ جو رمضان المبارک میں ہمارا رب تھا دوسرے مہینوں میں بھی وہی رب ہے، اگر یہ تصور اپنے ذہن میں پختہ کرلیں گے تو ہمیشہ ہی شریعت الہٰی پر کاربند رہینگے یہاں تک کہ آپ اپنے رب سے جاملیں گے اور وہ آپ سے بہت خوش ہوگا ۔ محترمی ! یہ حدیث رسول ﷺ ذہن میں رکھیئے ''اللہ تعالیٰ کو محبوب ترین وہ عمل ہے جس پر ہمیشگی ہو چاہے وہ عمل تھوڑا ہی ہو۔'' (بخاری)

اب اگر رمضـــان کے فرض روزے ختم ہوگئے تو روزوں ســـے چھٹی نہیں ہوگئی بلکہ نفلی روزوں کو اپنا شعار بنا ئیے۔ جیسا کہ شوال کے چھ روزے، یوم عرفہ اور عاشورہ وغیرہ کے روزے ۔ اسی طرح اگررمضان میں راتوں کا قیام ختم ہوگیا تو قیام اللیل تو اب بھی ہےاس پر پابندی کریں اور تہجد گذار بن جایں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ مومنوں کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں :
كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ
الذاریات – 17
اور وہ راتوں کو بہت کم سوتے ہیں۔
اسی طرح رمضـان المبارک میں آپ نے زکوٰۃ اور صـدقۃ الفطر ادا کر لیا تو مال خرچ کرنے کے لئے اور بھی بہت سے مصارف ہیں۔ یتیموں ، مسکینوں پر خرچ کیجئے۔ اســی طرح تعمیر مســاجد اور مدارس میں اپنا حصــہ ڈالتے رہیئے۔اسـی طرح کیا رمضــان میں ہی تلاوت قرآن مجید فرض ہے باقی دنوں میں قرآن ســــے اس قدر دوری۔ !! بلکہ ہمیں تو اس کو اپنا مشـــعلِ راہ بنانا چاہیئے ۔ الغرض رمضان کے بعد کسی بھی نیکی کا دروازہ بند نہیں ہوتا بس آپ کی رغبت اور شـوق ہونا چاہئے۔ اگر آپ نوافل پر زور نہیں دے سـکتے تو رمضـــان کے بعد فرض نمازوں ســـے چھٹی تو مت کریں کم از کم فرض نماز تو جماعت کے ســاتھ ادا کرتے رہیں اور گناہوں میں لت پت ہونے ســے اپنے آپ کو بچا کے رکھیں۔ اور جس طرح رمضـــــان المبارک میں ہم نے TV،ڈش، کیبل وغیرہ سے اجتناب کیا اسی طرح بقیہ مہینے بھی گناہوں سے اجتناب کریں ایسا نہ ہو ہمیں موت آئے اور ہم گناہونمیں مصروف ہوں ؟؟؟؟
دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے روزے قبول فرمائے ہماری نمازوں، قرآن کریم کی تلاوت اور دیگر تمام اعمال کو شــرفِ قبولیت بخشــے ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر رمضـان سے بھرپور نیکیاں سمیٹنے کی توفیق بخشے اور رمضـان کے بعد ہماری حالت پہلے سے بہتر ہو۔ آمین ۔

(16) صدقۃ الفطر ضروری احکام و مسائل

الشیخ حافظ محمد یونس اثری حفظہ اللہ

صدقہ فطر ایک اہم عبادت جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ یہ ہر مسلمان خواہ چھوٹا ہو یا بڑا غلام ہو یا آزاد ہر ایک پر فرض ہے ۔ اسے صدقہ الفطر ، زکوۃ الفطر ، ہمارے یہاں فطرہ ، فطرانہ کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ فطرانہ نماز عید سے پہلے پہلے ادا کرنا ضروری ہے اور ایک دو دن پہلے بھی ادا کیا جاسکتا ہے ، بہت زیادہ دن پہلے ادا کرنے سے بچنا چاہیے ۔

صدقۃ الفطر کی فرضیت کی حکمت :

حدیث رسول ﷺ سے صدقہ الفطر کی دو اہم حکمتیں معلوم ہوتی ہیں ،جوکہ یہ ہیں :

پہلی حکمت:

یہ روزے دار سے ہونے والی اخطاء کمی ، کوتاہی کے کفارے کا سبب بنتا ہے ، جیساکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت میں اسکی حکمت بیان کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

طُهرةً للصَّائمِ مِنَ اللَّغوِ والرَّفَثِ

یعنی روزے دارکو پاک کرنے کے لیے -1

اسی حکمت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے امام وکیع بن الجراح رحمہ اللہ اسے سجدہ سہو سے تشبیہ دیتے ہیں وہ فرماتے ہیں

زَكَاةُ الْفِطْرِ لِشَهْرِ رَمَضَانَ كَسَجْدَتِي السَّهْوِ لِلصَّلاةِ، تَجْبُرُ نُقْصَانَ الصَّوْمِ كَمَا يَجْبُرُ السُّجُودُ نُقْصَانَ الصَّلاةِ.2

صدقۃ الفطر سجدۃ السھو کی طرح ہے ،جس طرح سجدۃ السھو نماز کی کمی کوتاہی کو دور کردیتا ہے اسی طرح صدقۃ الفطر روزے کو کمی کوتاہی سے پاک کردیتا ہے۔

دوسری حکمت :

دوسری حکمت حدیث میں طعمۃ للمساکین بیان کی گئی ہے کہ ان کے کھانے کا بندو بست ہوجائے ۔ یہ دونوں حکمتیں بڑی اہم ہیں کہ روزے دار کی کمی کوتاہیوں کی تلافی ہوجائے اور مسکین بھی عید کی خوشیوں میں شریک ہوجائے۔

کیا صدقۃ الفطر کا کوئی نصاب ہے ؟

صدقہ الفطرکے وجوب کے لیے کسی نصاب کی شرط نہیں لہذا یہ ہر مسلمان پر فرض ہے3

خواہ وہ مالدار ہو یا مسکین چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر چھوٹے ،بڑے ، آزداورغلام کی جانب سے صدقہ الفطر ادا کرنے کا کا حکم دیا4

یہی وجہ ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہا کا اپنا عمل بھی ملتا ہےکہ وہ اپنے زیر کفالت ہر چھوٹے ،بڑے،اپنے غلاموں،اپنی بیوی کے غلاموں کی طرف سے صدقۃ الفطرادا کرتے5 حمل (پیٹ کے بچے) کی زکوۃ الفطر ؟

گوکہ بعض اہل علم اسے بھی واجب گردانتے ہیں لیکن جمہور اہل علم کی رائے کے مطابق یہ مستحب ہے ، اس لیے حمل کی طرف سے زکاۃ الفطر ادا کرنا بہتر ہے ، واجب نہیں۔

صدقہ الفطر کسے دیا جائے ؟

حدیث میں موجود ’’طعمة للمساكين ‘‘ یعنی : ’’مسکین کے لئے خوراک ہے۔ ‘‘ کے الفاظ سے واضح ہوجاتا ہے کہ یہ صدقۃ الفطر مساکین کو دیا جائے ۔

صدقۃ الفطر کیسے دیا جائے ؟

احادیث میں اجناس طعام کا ذکر ہے ، چنانچہ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

” كنَّا نُخرِجُ إذ كان فينا رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم زكاةَ الفِطرِ عَن كلِّ صغيرٍ وكبيرٍ، حرٍّ أو مملوكٍ، صاعًا من طعامٍ، أو صاعًا من أقِطٍ، أو صاعًا من شَعيرٍ، أو صاعًا من تَمرٍ، أو صاعًا مِن زَبيبٍ ‘‘6

یعنی : ہم ایک صاع خوراک یاایک صاع جویا ایک صاع کھجور یا ایک صاع پنیر یا ایک صاع منقی بطور صدقہ فطر دیا کرتے تھے۔

ایک روایت کے الفاظ ہیں :

’’ كنَّا نُخرِجُ في عهدِ رَسولِ اللهِ صلَّى الله عليه وسلَّم يومَ الفِطرِ صاعًا مِن طَعامٍ.
وقال أبو سعيدٍ: وكان طعامُنا الشَّعيرَ والزَّبيبَ، والأقِطَ والتَّمر‘‘
ہم رسول اللہ کے عہد مبارک میں عید الفطر کے دن خوراک میں سے ایک صاع ادا کیا کرتے تھے، ان دنوں ہماری خوراک جو، کشمکش، پنیر اور کھجوریں ہواکرتی تھی۔
لہذا بہتر تو یہی ہے کہ اجناس طعام ہی میں دیا جائے البتہ بعض اہل علم کی رائے کے مطابق نقدی میں دینا بھی جائز ہے۔
صدقۃ الفطر کی مقدار :
جیساکہ بیان ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں ہر فرد کی طرف سے ایک صاع صدقہ فطر ادا کیا جاتا تھا ۔ ایک صاع کی مقدار کے تعین میں اہل علم کا اختلاف نظر آتا ہے ، ایک قول سوا دو کلو ، دوسرا قول ڈھائی کلو ، تیسرا قول تین کلو کا ہے ، اکثر اہل علم کی رائے ڈھائی کلو کی ہے ، لہذا ڈھائی کلو گندم یا چاول یا دیگر اجناس میں سے کچھ بھی ایک فرد کی جانب سے ادا کیا جائے گا۔
صدقۃ الفطر کب واجب ہوتا ہے؟
صدقہ فطر کے وجوب کا وقت عید الفطر کے چاند کا دکھائی دینا ہے،لہذا ہر وہ مسلمان جو شوال کے ہلا لِ نو کےظہورکے وقت بقیدِ حیاۃ ہے۔اس کی طرف سے صدقہ فطر نکالنا واجب ہوگا،چنانچہ اگر کسی کے یہاں بچےکی پیدائش رمضان المبارک کا مہینہ ختم ہونے سے چند لمحے پہلے ہو رہی ہے تو اس کی طرف سے صدقہ فطردیاجائےگا۔اسی طرح اگر کسی کا انتقال عید کے چاند دکھائی دینے سے چند لمحہ پہلے ہوجاتا ہے تو اس کی طرف سے صدقہ فطر نکالنا واجب نہ ہوگا۔7‘
صدقۃ الفطر کب ادا کریں؟
1)صدقہ فطر عید کاچاند نظر آنے سےلیکر عید کی نماز تک کے دوران ادا کیا جاسکتا ہے جبکہ بلا عذر شرعی عید کی نماز کے بعد دیا جانے والا صدقہ فطر شمار نہیں ہوگا8
2) نیز صدقہ فطر عید سے ایک یا دو دن پہلے بھی ادا کیا جاسکتا ہے۔
9البتہ صدقہ فطر کو شروع رمضان یا آدھے رمضان کے فوراََ بعد ہی دے دینا جائز نہیں۔
آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن و سنت پر مکمل طور پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عنایت فرمائے ۔آمین
1(سنن أبو داود 1609، سنن ابن ماجه (1827)، سنن الدارقطنی (138/2)، المستدرک للحاکم 568/1 ، صحیح ابی داؤد:1427

2.(المجموع للنووی،140/6)
3(صحیح البخاری : 1504)
4.(سنن دارقطنی:12)
5(سنن دارقطنی:13)
6(صحیح بخاری : 1506 ، صحیح مسلم : 985)
7المغنی 316/4
8صحیح بخاری 1509
9صحیح بخاری 1511

(17) حقیقت اختلاف مطالع ومسئلہ رُویَت ہلال

الشیخ عبدالوکیل ناصر حفظہ اللہ

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم وعلی آله وصحبه اجمعین۔

امابعد!

دینِ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے،جس میں عقائد، اعمال، معاملات وغیرہ کو بڑی وضاحت سے بیان کردیاگیاہے۔ اسلام اللہ کی نازل کردہ وحی کانام ہے۔اور اسی کی اعتباع کاحکم ہے۔

اتَّبِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ

الاعراف – 3

تم لوگ اس کا اتباع کرو جو تمہارے رب کی طرف سے آئی ہے اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر من گھڑت سرپرستوں کی اتباع مت کرو۔

کسی بھی دینی مسئلے کی صحیح تعبیر کےلیے قرآن وسنت کو دیکھنا اور اسی سے مسئلے کے حکم کو اخذ کرلینا عین منشاء اطاعت رسول ﷺ ہے۔

مگریہ اخذ حکم یا اس کا ترک منہج سلف اور فہم سلف صالحین کے عین مطابق ہونا چاہیے کہ ابتداءً یہی سبیل المومنین ہے۔

اس سبیل سے انحراف بالکل اسی طرح قابل مذمت ہے کہ جس طرح اطاعت واتباع رسولﷺ سے انحراف قابل مذمت ہے۔ احکام اسلام کی تبلیغ وتفہیم میں سلف صالحین کے فہم کوہی مقدم رکھا جانا ضروری ہے، ان کی بیان کردہ تعبیر وتشریح بسلسلہ سند صحیح ہم تک پہنچتی ہے۔ اور جب کسی تعبیر وتشریح کا تسلسل اور ربط خیر القرون کے سلف صالحین سے نہ جوڑا جاسکے توسمجھ لیناچاہیے کہ ’’آج کی‘‘ بیان کردہ تعبیر وتشریح از خود ’’محل نظر‘‘ ہے اور قابل ترک بھی ہے۔

اس تمہید کے بعد سمجھ لیجیے کہ احکامات اسلامی نماز، روزہ، حج،زکٰوۃ وغیرہ''مقررہ'' اوقات کے ساتھ منسلک ہیں اور ان کے ابتداء وانتہاءکے احکام اور ان پر عمل کاطریقہ کار بالکل واضح ہے خواہ دلائل وبراہین سے ہو اور خواہ امت مسلمہ کے اجتماعی عمل سے۔
زیرنظر''تحریر'' رُویَت ہلال کے مسئلے پر ایک خلاصہ ہے جوکہ اصل کتاب''حقیقت اختلاف مطالع ومسئلہ رُویَت ہلال'' سے ماخوذ ہے۔اگرچہ بعض جگہ کچھ الفاظ اضافی یا کمی کے مواد کو سمیٹےہوئے ہیں۔
مسئلہ رُویَت ہلال: ''بھی دیگر مسائل کی طرح بالکل ظرہ وبارہ ہے اگر فہم سلف صالحین کو مقدم رکھاجائے۔''
ملک عزیز پاکستان میں رمضان المبارک اور عیدین کے موقعوں پر خصوصاً آوازیں بلند ہوتی ہیں کہ چاند تو ایک ہی ہے لہٰذا ساری دنیا کو ایک ہی جگہ کی رُویَت کاپابند کردیاجائے یا پھر بعض لوگوں کا خیال یہ ہوتاہے کہ صرف مکہ مکرمہ کی رُویَت کو ساری دنیا پر لاگو کردیاجائے۔وغیرہ وغیرہ اس سلسلےمیں صحیح بات کیاہے؟؟؟
اسی بات کے پیش نظر اس''تحریر''کو بطور''خلاصہ'' کےپیش کیاجارہاہے تاکہ کم وقت میں ''مسئلہ رُویَت ہلال'' کو سمجھنے میں آسانی ہو۔ تفصیلی مباحث کےلیے اصل کتاب کامطالعہ کرلیاجائے۔
واللہ ولی التوفیق۔
اختلاف مطالع ایک حقیقت:
مطالع مطلع کی جمع ہے اور مطلع کامعنی چاندکے طلوع ہونے کی جگہ ہے۔ چاند اور سورج دونوں کے طلوع ہونے کی جگہ کو مطلع کہاجاتاہے۔
رُویَت ہلال کے سلسلےمیں اختلاف مطلع ایک ایسی حقیقت ہے جس پر علماء دین اور اہل فلک کااتفاق ہے۔اس پر سبھی علماء متفق ہیں کہ جس طرح ایک شہر سے دوسرے شہر میں سورج کے طلوع اور غروب کافرق ہے بعینہ اسی طرح ہلال ماہ نو کے طلوع اور عدم طلوع کافرق رہتاہے۔
شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے لکھاہےکہ:''فلک کی معرفت رکھنے والے اہل علم اس پر متفق ہیں کہ اختلاف مطلع ایک حقیقت ہے، اس لیے اگر مطلع ایک رہا تو روزہ رکھنا(سب پر) واجب ہوگا ورنہ تو نہیں۔''مذہب شافعی کاصحیح قول یہی ہے۔ اورامام احمد aکے مذہب میں ایک قول اسی کی تائید میں ہے۔
مزید لکھاہےکہ: شمس وقمر کا طلوع اور غروب تمام زمین پر ایک وقت میں نہیں ہوتا۔(الاختیارات الفقہیہ،مجموع الفتاویٰ)

اختلاف مطلع کی حقیقت کو درج ذیل کتب میں بھی بیا کیاگیاہے۔(فتاویٰ احکام الصــــیام از ابن عثیمین، مجموع فتـاویٰ ومقـالات متنوعـہ از ابن بـاز،الفقـہ الاســـلامی ازوھیہ ،زحیلی،فتاویٰ اللجنہ الدائمہ،ردالمختار علی الدرالمختار، ضیاء القرآن از کرم علی شاہ)

رُویَت ہلال کےسلسلےمیں اختلاف مطلع کااعتبار ایک حقیقت ہے۔

اگر چہ اہل علم اس مسئلہ میں مختلف آراء رکھتےہیں مگر صحیح ترین بات جو مشـــاہدہ اور واعق کے بھی عین مطابق ہے وہ یہی ہے کہ رُویَت ہلال کےســلســلےمیں مختلف المطالع رکھنے والے علاقوں کا حکم بھی ایک دوسرے سے جداہوگا۔ سب کو ایک ہی جگہ کی رُویَت کاپابند نہیں کیاجاسکتا۔ سطور بالا میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی عبارت اس سلسلےمیں بالکل واضح ہے تمام مکاتب فکر کے محقق علماء کی یہی رائے ہے۔

شـــیخ عبیداللہ رحمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:حنفیہ ،مـالکیہ اور شـــافعیہ کےمحققین کہتے ہیں کہ اگر دو شـہروں میں بعد نہ ہو اور(وہ دونوں) قریب قریب ہوں۔ جس کی وجہ سے اختلاف مطالع نہ ہوتو وہ دونوں (شـہر) رُویَت میں ایک دوســرے کااعتبار کریں گے اور روزہ رکھیں گے۔ جیســاکہ بغداد وبصرہ وغیرہ۔ اور اگر دونوں شہروں میں دوری ہو توہر ایک اپنی ہی رُویَت کو معتبر جانےگا۔ جیسے حجاز اور عراق وغیرہ۔

فقہاء احناف کے اقوال کی تفصـیلی بحث میں لکھتے ہیں کہ اختلاف مطالع کا اعتبار کیے بغیر چارہ ہی نہیں ہے۔امام زیلعی حنفی کا قول(اعتبار اختلاف مطالع دوسر کے شہروں میں) نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: زیلعی کاقول تسلیم کیے بغیر چارہ ہی نہیں(وگرنہ بصـورت دیگر کہیں عید سـتائیسـویں رمضـان کو اورکہیں تو اکتیسویں یا بتیس کو(مرعاۃ المفاتیح)اس سلسلے میں احناف کی معتبر ترین شـــخصـــیت مولاناعبدالحہ لکھنوی رحمہ اللہ تحقیق فرماتے ہیں:اور محققین کے نزدیک یہ ہےکہ جوبلادقواعد ہیئت کے اعتبار سے اختلاف مطالع رکھتے ہیں، ان میں اختلاف مطالع کااعتبار کیاجائےگا۔اور ایک شـہر کی رُویَت سے دوسـرے شـہر پر رُویَت کاحکم نہ لگا یاجائےگا۔ بعضوں کے نزدیک اختلاف مطلع سے حکم بھی بدل جاتاہے اسی کو صاحب تجرید نے اختیار کیاہے۔اور ظہیریہ میں سـیدنا ابن عباس سـےمنقول ہے کہ شہرشہر میں وہاں کے لوگوں کی رُویَت معتبر ہے...زیلعی نے کہا: شبہ یہ ہےکہ اختلاف مطالع کااعتبار کیاجائےگا۔ کیونکہ ہر قوم اسی کی مخاطب ہے جو اس کے پیش نظر ہے۔(مجموع الفتاویٰ عبدالحئی لکھنوی جلد اول)

نیز تفصـیلی بحث کےلیےایک حنفی عالم دین مولانا سـیف اللہ خالد رحمانی کی’’جدید فقہی مسـائل‘‘ کامطالعہ کیجیے(یادرہے کہ’’ عدم اعتبار اختلاف

مطالع‘‘ مقتدمین احناف کاقول تھا جو کہ اس قدر وزنی دلائل سے مزین نہ تھا جتنا کہ اعتبار اختلاف مطالع کاقول)

اسلامی تاریخ میں ایساکبھی نہیں ہوا کہ تمام مسلمانوں کو ایک ہی جگہ کی رُویَت کاپابند کیاگیاہو۔ اور نہ ہی اس وقت یہ ممکن تھا۔ اللہ کادین جدید مواصلاتی نظام کانہ محتاج کبھی تھا اور نہ آج ہے۔

معیار جاوداں آج بھی وہی ہے:

صُوْمُوا لِرُؤْيَتِهِ،وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ

’’روزہ کی ابتداء چاند کی رُویَت سے کرو اور روزہ کی انتہاء بھی چاند کی رُویَت سے کرو۔(یعنی شوال کاچاند دیکھ کر عید مناؤ)شہری، دیہاتی،پڑھالکھا اور گنوار، جدید مواصلاتی نظام سے آراستہ یا تہی دست فقط اسی معیار کاپابندہے۔ نہ دور دراز کی خبروں کاانتظار اور نہ دور دراز خبر پہنچانے کاذمہ دار۔

’’مکہ مکرمہ کی رُویَت سب کےلیے‘‘ یہ قول بلادلیل ہے؟؟

قرآن وسنت میں یہ بات کہیں بیان نہیں ہوئی کہ تمام عالم اسلام کو فقط مکہ مکرمہ کی رُویَت کے تابع کردیاجائے۔

*شیخ ابن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جو یہ کہتاہے کہ مکہ مکرمہ کی رُویَت ہی فقط معتبر ہے تو اس کے قول کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ اور اس سے یہ لازم آتاہے کہ دیگر علاقوں میں چاند نظر آنے کے باوجود ان پر روزہ وعید کے احکام لاگونہ ہوں کیونکہ مکہ میں تو نظر آیاہی نہیں۔ (مجموعی فتاویٰ مقالات متنوعہ جلد: 15)اور یہ بات بھی مسلمہ ہے کہ مکہ مکرمہ کے مغربی ممالک میں چاند مکہ مکرمہ سے بھی پہلے نظر آجاتاہے۔ وہاں کے مسلمان باشندے کیاکریں گے؟؟؟چاند دیکھ کر آنکھیں بند کرلیں یا پھر روزہ رکھنے سے انکار کردیں حالانکہ چاند وہ دیکھ چکے ہیں۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ ،شیخ ابوالسلام محمد صدیق رحمہ اللہ ،شیخ عبدالرحمٰن کیلانی رحمہ اللہ ،شیخ مقصود الحسن فیضی اور مولانا ضیاء الدین لاہوری نے اس نظریہ کابڑی سختی سے ردکیاہے اور اس نظریہ کو بلادلیل بتلایاہے۔ (تفصیل کےلیے دیکھیے حقیقت اختلاف مطالع ومسئلہ رُویَت ہلال طبع ادارہ اشاعت قرآن وحدیث کراچی پاکستان)لہٰذا قول بالا فقط جذبات پر مبنی موقف تو ہوسکتاہے مگر دلائل سے عاری ہے۔

(لکل أهل بلد رؤيتهم)’’کاموقف ہی صحیح ہے‘‘

اختلاف مطالع یابعد شاسع کی وجہ سے محققین علماء دین کایہی موقف رہاہے اور اس کی دلیل(تمام محدثین وعلماء نے) حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کو قرار دیاہے۔ یہ حدیث صحیح مسلم،ابوداؤد، جامع ترمذی،سنن نسائی،

مصـــنف ابن ابی شـــیبہ، صـــحیح ابن خزیمہ اور منتقلی الاخبار میں دیکھی جاسکتی ہے۔
اس حدیث میں ہے کہ سیدناعبداللہ بن عباس رضـی اللہ عنہ نے ملک شام کی رُویَت کو مدینہ کےلیے نہ کافی قراردیتے ہوئے فرمایا:
هٰكَذا أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ
’’ہمیں اللہ کے رسولﷺ نے اسی طرح حکم دیاتھا۔‘‘
امام قرطبّی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ ابن عباس رضـــی اللہ عنہ نے جو کچھ کہا وہ حقیقتاً مرفوع ہے یعنی اس بات کے قول رسول اللہﷺ ہونے کی تصریح ہے۔
اسلامی تاریخ میں کہیں بھی یہ بیان نہیں ہواکہ کسی صحابی رضی اللہ عنہم یاتابعی رحمہم اللہ نے ابن عباس رضـــی اللہ عنہ کے اس موقف کی تردید کی ہو۔ گویا اجماع سکوتی ہوگیا۔
اوراجماع (لَاتَجْتَمِعُ عَلَى ضَــلَالَةٍ)کے بمصـــداق گمراہی پر نہیں ہوســکتا۔ امام ترمذی کے دور تک صرف یہ ایک قول تھاکہ: (لكل أهل بلد رؤيتهم)اسی لیے امام ترمذی نے صــرف اســی پر اکتفاکیا۔ اختلاف بعد کے لوگوں کا پیداکردہ ہے۔ اس موقف کےحامل علماء کاایک جم غفیر ہے، جن میں ســـے چند ایک درج ذیل ہیں:
صحابی رسول ﷺ سیدناعبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ،قاسم بن محمد،سالم بن عبداللہ،سیدنا عکرمہ، امام اسحٰق ابن راہویہ،شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ، امام نووی، امام قرطبّی،علامہ ابن رشـد،حافظ عبدالبر، علامہ نواب صـدیق حسـن خان، شیخ احمد اللہ پرتاب گڑھی، شیخ عبداللہ حمید، مولانا عبدالجبار بن شیخ عبداللہ غزنوی،مولانایحییٰ اعظمی، شـــیخ محمد عاصـــم الحداد، شـــیخ عبیداللہ رحمانی،شیخ ثناء اللہ امرتسری، خطیب الہند محمد جوناگڑھی، شیخ ابوسعید شـــرف الدین دھلوی، پروفیســـر محمد اســـماعیل ســـلفی، علامہ حافظ محمد گوندلوی، مولانا عطاءاللہ حنیف، حافظ عبداللہ روپڑی،مولانا عبدالحہ لکھنوی، مولانا صـــادق ســـیالکوٹی، مولانا عبدالســـتار محدث دھلوی، شـــیخ عبدالرحمٰن کیلانی،شیخ ابن باز،شیخ ابن عثیمین(رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) حافظ عبدالمنان نورپوری،شیخ عبداللہ ناصـررحمانی،حافظ سلیم ابو عمر اور اہل حدیث فتویٰ کمیٹی کے جملہ اہل علم ارکان جن کافتویٰ دارالحدیث رحمانیہ کراچی ســـے شائع ہوچکاہے۔
وطن عزیز پاکستان میں انتشارکیوں؟؟
جب یہ بات بالکل واضح ہے کہ ہر اہل بلد کی اپنی رُویَت کااعتبارہے تو پھر ہر رمضان وعیدین میں انتشار کیوں؟اس کی وجہ ظاہر ہے کہ دلائل سے ہٹ

کر خود ساختہ نظریہ کو اختیار کرناہے، کیاعوام کیاعلماء سب ہی آزاد ہیں اور اب توخیر سے نام نہاد علم کے دعوے دار ’’مفتی‘‘ بنتے جارہےہیں۔
اسلامی تاریخ گواہ ہے کہ کبھی بھی ایسانہیں ہواکہ تمام لوگوں کو کسی ایک جگہ یا صرف مکہ مکرمہ کی رُویَت کاپابند کیاگیاہو۔ خود پاکستان میں ہمیشہ بنوں وغیرہ میں علیحدہ رُویَت سے عید ہوتی رہی ہے۔ اب یہ کونسا ’’گناہ کبیرہ‘‘ ہوگیا کہ فتویٰ بازی شروع ہوگئی۔ مکہ مکرمہ کی رُویَت کااعتبار فقط جذباتی نعرہ ہے وگرنہ کون نہیں جانتا کہ مکہ مکرمہ کے دینی منہج ونظریاتی فکر کے یہ ’’نعرہ باز‘‘ کس قدر دشمن ہیں۔
دوسری وجہ انتشار کی صحیح موقف کوگڈمڈ کردیناہے۔اگر (لکل أهل بلد رؤيتهم)کاموقف صحیح ہے تواس کایہ معنی سمجھ لینا کہ بس جی کراچی،نوری آباد وحیدر آباد وہالہ سب کو الگ الگ کردیاجائے بالکل غلط اور خود ساختہ ہے۔
بات سمجھ لینی چاہیے کہ بلد کااطلاق کبھی شہر پر ہوتاہے اور کبھی ملک و وطن پر مگر رُویَت ہلال کے اعتبار کے سلسلےمیں اہل علم نے نہ تو سرحدی حد بندی کااعتبار کیاہے اور نہ ہی مسافت قصر وغیرہ کابلکہ اس سلسلےمیں اتحاد مطلع کے تمام علاقوں کو ایک’’بلد‘‘ قراردیاگیاہے اور اختلاف مطلع کے علاقوں کو علیحدہ علیحدہ ’’بلد‘‘ قراردیاگیاہے۔(تفصیل کےلیے دیکھیے حقیقت اختلاف مطالع ومسئلہ رُویَت ہلال)
لہٰذا اگر ملک پاکستان میں تمام علاقوں کے مابین اختلاف مطلع نہیں ہے تو گویا یہ ایک ہی بلد ہوگا اور تمام پاکستانیوں کےلیے ایک ہی دن روزہ کی ابتداء ممکن ہے اور اسی طرح ایک ہی دن ان کےلیے عید منا نا بھی ممکن ہے۔بشرطیکہ رُویَت محققہ ہو اور اپنی ہی ہو نہ کہ کسی دور دراز علاقے کی جیسے کے حجاز و اندلس کی۔ (ہماری معلومات کے مطابق برصغیر پاک وہند کے مطلع میں کوئی خاص اختلاف نہیں ہے) واللہ اعلم لہٰذا یہ بات بالکل واضح ہے کہ انتشار کی وجہ صحیح موقف سے انحراف ہے اور یا پھر صحیح موقف کی خود ساختہ من مانی ترجمانی نتیجہ وہی ہے جو ہونا چاہیے۔
چاند تو ایک ہی ہے۔
بعض احباب بڑی معصومیت سے کہہ دیتے ہیں کہ’’چاند ایک ہی ہے‘‘ ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ جب چاندہے ہی ایک تواحکام میں اس کااعتبار(لوگوں کےلیے)الگ الگ کیسے ہوسکتاہے۔ تواس سلسلےمیں عرض ہے کہ’’سورج بھی ایک ہی ہے‘‘ آخر احکام میں اس کا اعتبار بھی تمام لوگ جداجدا ہی کرتے ہیں اور کوئی بھی اس عمل کو اختلاف امت سے تعبیر نہیں کرتا۔قرآن

مجید میں کہیں بھی نہیں کہ لوگوں کا سورج ازروئے احکام کے جداجدا ہے مطلقاً ارشاد ہوتاہے:
اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیْلِ
الاسراء – 17
’’سورج ڈھلنےسے لے کر رات گئے تک نماز کو قائم کیجیے‘‘ ۔
یہ حکم نہ صرف سعودیہ والوں کےلیے ہے اور نہ ہی صرف پاکستان والوں کےلیے ساری دنیا کے لوگ اس کے مخاطب ہیں اور سورج توہے بھی ایک تو گویا یہ معنی لے لیاجائے کہ بس جہاں سے بھی سورج ڈھلنےکی خبر آجائے نماز کے اوقات سب کےلیے شروع ہوجائیں گے؟؟
یقیناً کوئی اس معنی ومفہوم کےلینے پر آمادہ نہیں ہوگا کیونکہ اس میں جو قباحتیں ومشقتیں پوشیدہ ہیں ا سے سب سمجھ سکتے ہیں۔ اپنے اپنے وقتوں میں اپنے اپنے علاقوں میں نماز قائم کرنا نہ توشرعاً ممنوع ہے اور نہ ہی عقلاً اس پر کوئی اعتراض ہوسکتاہے اور نہ ہی کسی نے آج تک اس عمل کوانتشار امت سے تعبیر کیاہے۔تو پھر روزے اور عیدین میں اپنے چاند کااعتبار کس بنیاد پر اتحاد مت کے منافی ہے؟
کیادوسرے شہر کے(ملک کے)لوگ اس خبرپر روزہ افطار کرسکتے ہیں؟ کہ فلاں علاقے میں سورج غروب ہوگیاہے۔ جبکہ ان کے ہاں ابھی سورج غروب ہی نہیں ہوا۔
یقیناً نہیں تو یاد رکھیں چاند مکمل سورج کی طرح ہے کہ چاند کا وقت باعتبار ماہ کے ہے اور سورج کاوقت باعتبار یوم کےہے۔ بہرحال جس طرح آج شریعت مطہرہ کے احکام کامعنی ومفہوم بیان کیاجارہاہے اسے دیکھ کر یہ کہاجاسکتاہے کہ وہ دن دور نہیں جب اپنے اپنے وقتوں پر نماز ادا کرنے زکوٰۃ دینے اور سحر وافطار کرنے کو بھی انتشار امت کی سبیل اور یہود وہنود کی سازش قرار دے دیاجائےاور یہ بھی کہاجائے کہ اتحا امت ایک ساتھ نماز پنجگانہ ادا کرنے اور ایک ساتھ سحر وافطار کرنے میں ہے۔واللہ المستعان۔
پورے ملک میں ایک ہی دن عید کےلیے حکومت ِوقت کالائحہ عمل:
اگر حکومت وقت واقعی اس مسئلے کے سنجیدہ ہو جائے تو تمام مکتب فکر کے اہل علم وفضل اور ماہرین فلکیات کے اشتراک سے ایسی کمیٹیاں تشکیل دی جاسکتی ہیں جو صرف رُویَت ہلال سے متعلق کام پرمامور ہوں اور انتہائی ذمہ داری و دیانت داری سے اس بات کی تحقیق پر سب سے پہلے آمادہ ہوں کہ کیا واقعی کراچی سے پشاور تک ازروئے قواعد ریاضی ایسا اختلاف مطالع کہیں ہوسکتاہےیانہیں، جس کی بنا پر ایک جگہ کی شہادت

کااعتبار کرنے سے دوری جگہ مہینہ صرف 28 دن کارہ جائے یا پھر 31 دن کابن جائےاگرایسااختلاف مطالع نہیں تو پورے پاکستان میں ایک ہی دن عید منائی جاسکتی ہے۔ اور اگر ایسا اختلاف ہے تو جس حصہ ملک میں ایسا اختلاف ہے اس کو علیحدہ کرکے باقی ملک میں ایک دن عید منانے کااہتمام ہو اور اس دوسرے حصہ کو وہاں کی اپنی رُویَت کے تابع چھوڑ دیاجائے۔

پورے ملک یا اس کے اکثر حصے میں جہاں یہ ثابت ہوجائے کہ اختلاف مطالع کامذکورۃ الصدر اثر نہیں پڑتا۔ ایک ہی دن عید منانے کی جائز صورت کچھ اس طرح ممکن ہے۔

*پورے ملک میں تمام میڈیائی اور مواصلاتی مراکز کو اپنے اپنے طورپر رُویَت ہلاک کااعلان کرنے سے روک دیاجائے اور حکومت کی سطح پر تشکیل دی جانے والی کمیٹی کے فیصلے کونشر کرنے کی اجازت دی جائے۔

*اس کمیٹی کے ذیلی ونگز میں ہر قصبہ کی ایک مختصر کمیٹی شامل ہو جس کی رہنمائی کسی مستندومقامی عالم دین کے سپرد ہو اور انتظامی نظم وضبط کی درستگی کےلیے ایک آفیسر بھی اس کانگراں ہو۔

یہ کمیٹی اپنے شہر وقصبے سے آنے والی شہادتوں کی سماعت کرے اور اگر شرعی ظابطوں کے مطابق اسےمعتبر سمجھے تو خود اعلان کرنے کے بجائے تحریراً دو گواہوں کے ہاتھ اپنے سے بڑی کمیٹی کو بھیج دے۔اور اگر کسی بستی میں کوئی ایساعالم موجود نہ ہو جو شرعی ضابطہ شہادت کو بروئے کار لاسکے تو اس بستی کو کسی اور قریبی بستی کے تابع کردیاجائے جہاں ایساعالم دستیاب ہو۔

*بڑی وضلعی کمیٹی اس طرح تمام قصبوں اور شہروں سے اس طریق پر شہادت کو جمع کرکے اور تمام ذمہ داران اہل اعلم وفضل اور ماہرین فلکیات کی نظر ثانی اور توثیق کے بعد حکومت وقت کو یہ اطلاع دینے کے بعد ملکی سطح پر جدید وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے رُویَت ہلال کے اثبات یا عدم ثبوت کااعلان کرے۔

سعودیہ عربیہ میں بھی اہل علم وفضل اور جدید ماہرین فلکیات کی باہمی مشاورت سے عرصہ دراز سے مسئلہ رُویَت ہلال کنڑول میں ہے۔ حکومت وقت متفقہ فیصلے سے انحراف کرنے والے اور نعرہ یکجہتی کے خود ساختہ علمبرداروں کےلیے بھی اسی طرح کوئی لائحہ عمل طے کرسکتی ہے۔ واللہ ولی التوفیق۔

علماء اور عوام کی ذمہ داری

علماء حق کی ذمہ داری یہ ہے کہ جب ان سے علم (صحیح مسئلہ) کے متعلق سوال ہو تو وہ اسے بیان کریں وگرنہ یہ وعید ہے کہ قیامت کے دن انہیں (کتمان علم کی وجہ سے) آگ کی لگام پہنائی جائے گی، صحیح موقف کو کھل کربیان کریں عوام کی رہنمائی فرمائیں، اور مسئلہ ہذاکی حقیقت سے آگاہ فرمائیں۔ حالات وشخصیات سے گھبراکر موقف بدل لینا یا احساس کمتری کاشکار ہوکر گھر بیٹھ جانا اور تیرونشتر برسانا کوئی دانشورانہ عمل نہیں ہے۔ مرکزی رُویَت ہلال کےذمہ داران سے کوئی شکوہ ہے، تواس کےلیے کوئی لائحہ عمل تیارکریں رائے عامہ ہموار کریں،مسئلے کاحل تلاش کریں۔ اور عوام کو چاہیے کہ ادھراُدھر منہ اٹھا کر دوڑ پڑنا صحیح نہیں بلکہ وہ دلائل وبراہین سے لیس ہو کر صحیح موقف کی ترجمانی میں اپنا کردار ادا کریں۔ اہل علم سے نظریات کی دلیل کامطالبہ کریں اور ملکی سطحی پر اتفاق واتھاد بر قرار رکھنے کی ہر ممکنہ کو شش میں حصہ ڈالیں۔

(18) ماہ رمضان احکام و مسائل

الشیخ عبدالوکیل ناصر حفظہ اللہ

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ
البقرۃ – 185
ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا۔
*نزول قرآن کامہینہ...
*لیلۃ القدر کامہینہ رمضان...
*اپنی ہررات میں کچھ لوگوں کو جہنم سے آزاد کروا دینے کامہینہ رمضان...
*جنت کے سارے دروازے کھول دیے جانے کامہینہ رمضان...
*جہنم کے سارے دروازے بند کردیےجانے کامہینہ رمضان...
* اللہ کی طرف سے بھلائی کی طرف ندادیے جانے کامہینہ رمضان...
*سرکش شیاطین کوجکڑدیے جانے کامہینہ رمضان...
*روزانہ جنت کو جس مہینہ میں سنوارا جائے وہ مہینہ رمضان...
*روزہ رکھ کربخشش حاصل کرنے والوں کامہینہ رمضان...
*روزہ کی حالت میں فرشتوں کی دعائیں حاصل کرنے کامہینہ رمضان...
*روزہ دار کی منہ کی بو کا کستوری پر غالب آجانے کامہینہ رمضان...
*غزوہ بدر کی یاد تازہ کردینے والامہینہ رمضان... * فتح مکہ کی یادگار رمضان۔ اس کااستعبال کیسے کریں؟ غفلت کے پردوں کوچاک رکے توبہ واستغفار کے ساتھ یہ عزم مصمم کرتے ہوئےکہ اللہ تعالیٰ نے پھرہمیں یہ ماہ مبارک دکھا دیاہے اب کہ اس موقع کی غنیمت جانیں گے، اپنے اوقات کو اللہ کی عبادت، اعمال صالحہ کے بجالانے اور زیادہ سے زیادہ نیکیاں سمیٹ لینے میں صرف کریں گے،ان شاءاللہ۔

رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِي ذُرِّيَّتِيْ اِنِّي تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ
النمل – 19
اے پروردگار! تو مجھے توفیق دے کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکر بجا لاؤں جو تو نے مجھ پر انعام کی ہیں اور میرے ماں باپ پر اور میں ایسے نیک اعمال کرتا رہوں جن سے تو خوش رہے مجھے اپنی رحمت سے نیک بندوں میں شامل کر لے۔

استقبالی روزہ رکھنا منع ہے

کچھ لوگ رمضان کے استقبال میں ایک یا دو دن قبل ہی روزے رکھنا شروع کردیتے ہیں صحیحین کی حدیث میں اس کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔رسول اللہﷺ کافرمان ہے:

لَایَتَقَدَّمَنَّ أَحَدُكُمْ رَمَضَانَ بِصَوْمِ يوْمٍ أَوْيوْمَيْنِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ رَجُلٌ كَانَ يَصُومُ صَوْمَهُ فلْيَصُمْ ذَلِكَ الْيوْمَ

’’یعنی کوئی شخص بھی رمجان سے قبل ایک دن پہلے یا دو دن پہلے روزہ نہ رکھنا شروع کرے، صرف اس شخص کو اجازت ہے جو شعبان سے روزے رکھتاچلا آرہاہے۔‘‘ (بخاری۱۹۱۴)

جبکہ رسول اللہﷺ نےفرمایا: چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کرہی افطار کرو لیکن اگر مطلع ابر آلود ہونے کے باعث چاند چھپ جائےتو۔

أَكْمِلُوا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِينَ

’’شعبان کے تیس دن پورے کرلو۔‘‘ (بخاری۱۹۰۹)

اسی طرح عمار بن یاسر سےمروی ہےکہ:

مَنْ صَامَ الْيوْمَ الَّذِي يَشُكُّ فِيهِ النَّاسُ فقَدْ عَصَى أَبَا الْقَاسِمِﷺ

نوٹ: مشکوک دن سے مراد شعبان کاتیسواں دن ہے ۔ جب اس رات ابرآلودگی کے باعث چاند ناظرنہ آئے اور یہ شک ہوجائے کہ آیا رمضان ہے یا نہیں؟

فجر سے ہی نیت روزہ ضروری ہے

رسول اللہﷺ نےفرمایا:

مَنْ لَمْ يُجْمِعِ الصِّيَامَ قَبْلَ الْفَجْرِ, فَلَاصِيَامَ لَهُ

’’جس نے فجر(صبح صادق) سے پہلے نیت نہ کی اس کاروزہ نہیں۔‘‘(سنن ابی داؤد:۲۴۵۲وجامع ترمذی:۷۳۰)

حدیث انما الاعمال بالنیات بھی ہر عمل سے قبل اس کی نیت کرنے پر ڈالاہے۔(واضح رہے کہ نیت محض دل کے ارادے کانام ہے جیساکہ علماء نے صراحت کی ہے)

لہٰذا روزے کی نیت کےلیے زبان سے کوئی الفاظ ادا نہیں کیے جائیں گے مثلاً: (وبصوم غد نویت من شھر رمضان)وغیرہ۔ یہ کسی حدیث میں نہیں لہٰذا بدعت قرار پائے گی۔ نیز یہ کہ’’غد‘‘ آنے والے کل کو کہتے ہیں جبکہ سحری اسی صبح کی کی جاتی ہے جس دن روزہ رکھا جاتاہےتو گویا منکل کی صبح فجر میں سحری کھاکر کہنا (وبصوم غد نویت)بدھ کی نیت پردلالت کرےگا۔ یہ نہ نقلاً منقول ہے اور نہ عقلاً درست اسے ترک ہی کرنا ہوگا۔

روزہ کاوقت

طلوع فجرسے غروعب شمس تک، صبح صادق سے پہلے سحری کھالی جائے اور پھر سورج کے غروب ہونے تک تمام مفطرات سے اجتناب کیاجائے۔ اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے:

وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۖ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ

البقرة – 187

تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ صبح کا سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے ظاہر ہوجائے۔ پھر رات تک روزے کو پورا کرو۔

سحری ضرور کھائیں اگر چہ مختصر اور قلیل ہی کیوں نہ ہو

بعض لوگ سحری کھانا ضروری نہیں سمجھتے اور رات ہی کو کھاپی کر سوجاتے ہیں یا آدھی رات کو کھالیتے ہیں یہ دونوں ہی باتیں غلط ہیں،نبیﷺ کا فرمان ہے:

فَصْلُ ما بيْنَ صِيامِناوَصِيَامِ أَهْلِ الكِتاب،أَكْلَةُ السَّحَرِ

”ہمارے اور اہل کتاب کے روزہ کے درمیان فرق کرنے والی چیز سحری کاکھانا ہے۔“(صحیح مسلم:۱۰۹۶)

لہذا اہل کتاب کی مخالفت کرتے ہوئے ہمیں صحری ضرور کھانی چاہیے کیونکہ ان کی مخالفت شریعت کو مطلوب ہے۔رسول اللہﷺ نے سحری کےکھانے کوطعام مبارک قراردیاہے۔(ابوداؤد) اور فرمایا:

وَلَوْ أَنْ يَّجْرَعَ أَحَدُكُمْ جُرْعَةً مِنْ مَاءٍ،فَإِنَّ اللهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى الْمُتَسَحِّرِيْن

یعنی تم ایک گھونٹ پانی ہی پی لو کیونکہ اللہ عزوجل اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر رحمت بھیجتے ہیں۔(اللہ رحمت نازل کرتاہے اور فرشتے ان کے حق میں استغفار کرتے ہیں۔)(الفتح الربانی) بحوالہ رمضان المبارک فضائل وفوائد ثمرات)۔

سحری فجرسے کچھ دیرپہلے کریں

نبی علیہ السلام اور آپ کے اصحاب بالکل آخری وقت میں سحری کھایاکرتے تھے، سیدنا زیدبن ثابت بیان کرتے ہیں کہ:

سَحَّرْنَا مَعَ النَّبِيِّﷺثُمَّ قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ قلْتُ كَمْ كَانَ بيْنَ الْأَذَانِ وَالسَّحُورِ قَالَ:قَدْرُ خَمْسِينَ آيَةً

ہم نے نبیﷺ کے ساتھ سحری کھائی پھر نبیﷺ نماز کےلیے اٹھ کھڑے ہوئے۔(بخاری:۱۹۲۱)

سیدنا انس کہتے ہیں میں نے(زید سے) پوچھا اذان اور سحری کے درمیان کتنا وقفہ تھا؟ کہنےلگے صرف اتنا کہ پچاس آیات کی تلاوت ہوسکے۔اس کے بہت سے فادے ہیں مثلاً: فجرکی نماز میں سستی نہ ہوگی، سحری کے

فورا بعد نماز اداکریں۔ اسی طرح روزے کی ابتداء اورانتہا کے درمیان وقفہ کم ہوجاتاہے۔

روزہ کھولنے میں جلدی کریں

نبی کریم ﷺ کی ایک سنت یہ بھی ہے کہ روزہ کھولنےمی تاخیر نہ کی جائے بلکہ جلدی کی جائے، جلدی کامطلب، سورج کے غروب ہونے سے قبل روزہ کھولنا نہیں ہے بلکہ اس سے مراد سورج کے غروب ہونے کے بعد فوراً بلا تاخیر روزہ کھولنا ہے، بعض لوگ سورج غروب ہونے کے بعد اتنا اندھیرا چھاجانےکو ضروری سمجھتے ہیں کہ تارے نظر آنے لگ جائیں ،نبی علیہ السلام کی حدیث کے مطابق یہ یہود ونصاریٰ کامعمول تھا اور ہمیں ان کی مخالفت کرنے کاحکم ہے، اسی لیے فرمایا:

لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ

”یعنی لوگ اس وقت تک بھلائی پر ہیں گے جب تک روزہ کھولنےمیں جلدی کریں گے۔“(بخاری۱۹۵۷)

افطار کے وقت اللہ سے دعا مانگنا

نبی کریم ﷺ نماز مغرب سے قبل تازہ کھجوروں سے یاپھر چھواروں سے روزہ کھولتے ار وہ بھی نہ ہوتو پھر چند گھونٹ پانی تناول فرمالیتے یہ ایک سنت طریقہ ہے افطاری سے چند لمحہ قبل اگر مسلمان اللہ سے دعامانگے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو قبول فرماتاہے کیونکہ وہ روزہ رکھ کر عند اللہ ایک مخصوص مقام حاصل کرچکاہے۔رسول اللہﷺ کاارشاد گرامی ہے:

إِنَّ لِلصَّائِمِ عِنْدَ فِطْرِهِ لَدَعْوَةً مَاتَرَدُّ

”افطاری کے وقت روزہ دار کی دعا رد نہیں کی جاتی۔“(سنن ابن ماجہ:۱۷۵۳)

افطار کے وقت یہ دعاپڑھی جاسکتی ہے

ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابتَلَّتِ الْعُرُوقُ، وَثَبَتَ الْأَجْرُ إِنْ شَاءَ اللهُ

سنن ابی داؤد – 2357

کسی دوسرے کو افطار کرانے کاثواب

نبی علیہ السلام نے فرمایا:

مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ

”جس نے کسی روزے دار کا روزہ کھلوایا، یا پھر کسی غازی کو تیار کیا تو اس کےلیے انھیں کی مثل اجر ہوگا۔“(جامع الترمذی:۸۰۷)

اپنی استطاعت کے مطابق ہم یہ فضیلت واجر حاصل کرسکتے ہیں۔

روزہ دار کو روزہ کی حفاظت کرنا ہوگی

روزہ دار کو مکمل طور ســـے روزہ کی حفاظت کرنا ہوگی تاکہ وہ کماحقہ روزہ کی فضیلت واجر وثواب کو حاصل کرسکے۔ اسے چاہیے کہ جھوٹ سے،چغلی سے،اور غیبت وغیرہ سے مکمل اجتناب کرے۔
رسول اللہﷺ کافرمان ہے:
مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلَ بِهِ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ أَنْ يَّدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ
’’جو شخص روزی کی حالت میں قول زُور یا عمل زُور سے باز نہیں آتا تو اللہ تعالیٰ کو اس کے بھوکا اور پیاسا رہنے کی کوئی ضـــرورت نہیں ہے۔‘(بخاری:۱۹۰۳)
اس سے مراد ہر وہ کام ہے جوشریعت کے خلاف ہو۔دوسری حدیث میں ہے:
الصِّيَامُ جُنَّةٌوَإِذَاكَانَ يوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلَا يرْفُثْ وَلَايَصْخَبْ فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌأَوْ قَاتَلَهُ فَلْيقُلْ:إِنِّي امْرُؤٌصَائِمٌ
’’روزہ (گناہوں سے) ڈھال ہے جس دن تمھارا روزہ ہو کسی فسق وفجور کا ارتکاب نہ کرو نہ ہی چیخ وپکار کرو حتی کہ اگر کوئی تمھیں گالی دے یا تم سے لڑائی کرے تو اس سے کہہ دو میں روزہ دار ہوں۔‘‘ (بخاری:۱۹۰۴)
سیدنا جابرکہاکرتے تھے:’’جب تم روزہ رکھو توچاہیے کہ تمھارے کان، آنکھ اور زبان سب کاروزہ ہو، پڑﷺسیوں کو تکلیف نہ دو اور تم پر ایک وقار اور سکون ہو تمھارے افطار اور تمھارے روزہ کا دن برابر نہ ہو۔‘‘(بحوالہ روزہ حقیقت اور ثمرات)
وہ کام جو روزہ دار کے لیے جائز ہیں
حالت جنابت میں سحری کھا کر روزہ رکھ سکتاہے، تاہم نماز کےلیے غسل کرنا فرض ہے۔(بخاری،مسلم)
*روزہ دار مسواک کرسکتاہے(کیونکہ مسواک کا حکم عام ہے) (بخاری)...
*روزہ دار کلی بھی کرســـکتاہے ار ناک میں پانی بھی ڈال ســـکتاہے، مگر مبالغہ سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔(ابوداؤد)...
*سینگی کے ذریعہ سے(گندہ) خون نکلوایا جاسکتاہے۔(بخاری)...
*روزہ دار کےلیے سرمہ لگانا بھی جائز (بخاری تعلیقا)...
*روزہ کی حالت میں ایسـاٹیکہ لگوانا بھی جائز ہے جس کامقصد خوراک یا قوت کی فراہمی نہ ہو بلکہ صرف بیماری کاعلاج مقصد ہو۔(فقہ الحدیث جلد نمبر:۱،صفحہ نمبر:۷۲۶،دیکھیں)واللہ اعلم۔
روزہ کن امور سے ٹوٹ سکتاہے
*جان بوجھ کر کھانا پینا،جماع کرنے ســـے روزہ ٹوٹ جاتاہے البتہ بھول چوک سے کھانے پر روزہ برقرار رہتاہے۔(بخاری دیکھیں)

*جان بوجھ کر قے کرنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا، البتہ طبیعت کی خرابی کے باعث قے آجائے تو روزہ برقرار رہےگا۔ان شاء اللہ۔ (ابوداؤد)...
*حیض ونفاس کی وجہ سے روزہ ٹوٹ جائے گا اور بعد میں قضاء دینی ہوگی۔(بخاری)...
*بیوی سے ہمبستری کرنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا اور کفارہ بھی اداکر نا ہوگا(کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کرنا یا ناغہ متواتر 60 روزے رکھنا یا پھر60 مسکینوں کو کھاناکھلانا)۔ (بخاری)...
*نکسیر پھوٹ جانے سے روزہ نہیں ٹوٹےگا۔...
*کلی کرنا، بیوی کابوسہ لےلینا یاگرمی کی وجہ سے نہانے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ (ابوداؤد)...
نوٹ:بے نمازی آدمی کاروزہ رکھنا بے کار ہے مگر اسے روزہ رکھنے سے روکنا صحیح نہیں۔واللہ اعلم
رسول اللہﷺ کا ارشاد ہے:
مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَاحْتِسَابًاغُفِرَ لَهُ مَاتقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ
’’جس نے ایمان کی حالت میں اور ثواب کی نیت سے رمضان کے روزے رکھے تواس کے سابقہ گناہ معاف کردیے گئے۔(بخاری۲۰۱۴)
مزیدفرمایا:
رَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ عَلَيْهِ رَمَضَانُ ثُمَّ انْسَلَخَ قبْلَ أَنْ يغْفَرَلَهُ
’’ناک خاک آلود ہوجائے اس شخص کی جس کی زندگی میں رمضان آگیا اور پھر گزر بھی گیا مگر اس کی بخشش نہ ہوسکی۔‘‘(جامع ترمذی:۳۵۴۵) ایک روایت میں ہے کہ جبریل امین نے اس پر آمین کہی تھی۔اللہ تعالیٰ ہمیں بھر پور فائدہ اٹھا نے کی توفیق عطافرمائے۔آمین
رمضان المبارک میں کیے جانے والے دیگر خصوصی اعمال
لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ
الاحزاب – 21
’’تمھارے لیےہر معاملہ میں رسول اللہﷺ کی زندگی آئیڈیل ہے...۔‘‘
روزہ اور تلاوت قرآن
یہ معلوم ومعروف ہے کہ قرآن مجید کا نزول رمضان المبارک میں ہواتھا۔ اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے:
شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ
البقرة – 185
ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا۔
اور یہ نزول لیلۃ القدر میں ہوا تھا اور یہی لیلۃ مبارکہ ہے فرمایا:

إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ ۚ
الدخان – 3
إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ
القدر – 1
ان آیات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قرآن مجید کے نزول کامہینہ شعبان کو اور پھر پندرہویں شعبان کو قراردینا سراسر قرآنی نص کی مخالفت۶ ہے اور پھر اس مسئلہ کو ثابت کرنے کےلیے بے شمار رویتیں گھڑی گئیں جن میں سے ایک بھی پا یہ ثبوت کو نہیں پہنچتی۔ شعبا ن کی پندرہویں شب کو فضیلت دینااور اسے جاگ کر، چراغاں کرکر منانا اور در حقیقت رافضیت کو فروغ دینا ہے جو کہ بار ہا یہ اقرارکرچکے ہیں کہ یہ رات ہماری ہے اس میں ہم اپنے بارہویں امام کا انتظار کرتے ہیں اس رات کااہل السنۃ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔
قرآن مجید کا رمضان المبارک کے ساتھ خصوصی تعلق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خود محمد رسول اللہﷺ جبریل امین کے ساتھ ہر رمضان میں قرآن مجید کادور کیاکرتے تھے اور جس سال آپ کی وفات ہوئی اس سال آپ نے دومرتبہ دورکیا۔(بخاری)
نبی علیہ السلام کو تو ویسے ہی قرآن مجید سے بہت گھرا شغف تھا آپ جبریل امین کی تلاوت کے پیچھے جلدی جلدی پڑھا کرتے تھے۔یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ مِن قَبْلِ أَن يُقْضَىٰ إِلَيْكَ وَحْيُهُ ۖ وَقُل رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا
طه – 114
تو قرآن پڑھنے میں جلدی نہ کر اس سے پہلے کہ تیری طرف جو وحی کی جاتی ہے وہ پوری کی جائے، ہاں یہ دعا کر کہ پروردگار! میرا علم بڑھا
امام کائنات محمد رسول اللہﷺ قرآن اپنے صحابہ سے بھی سنا کرتے تھے جس طرح کہ صحیح بخاری میں آتا ہے کہ آپ علیہ السلام نے ایک دن اب مسعود سے قرآن سنا نے کاکہا وہ کہنے لگے یا رسول اللہ آپ پر تو قرآن پورا ہی نازل ہواہے۔ میں آپ کوسناؤں؟ فرمایا: میں چاہتاہوں کہ آپ سے سنوں اور پھر تلاوت سن کرنبی کائناﷺ کارونا مذکورہے۔
رمضان میں تلاوت قرآن کی اہمیت
سیدنا عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا:
الصِّيَامُ وَالْقُرْآنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ يوْمَ الْقِيَامَةِ،يقُولُ الصِّيَامُ:إِلَى رَبِّ إِنِّيْ مَنعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ فَشَفِّعْنِي فِيهِ،وَيقُولُ الْقُرْآنُ إِنِّىْ مَنعْتُهُ النومَ بِاللَّيْلِ،فَشَفِّعْنِي فِيهِ،قَالَ:فيُشَفَّعَانِ

’’یعنی روزہ اور قرآن قیامت کے دن بندے کی سفارش کریں گے، روزہ کہے گا اےمیرے رب! میں نے اس بندے کو دن بھر کھانےپینے اورخواہشات نفسانی کی تکمیل سے باز رکھا تھاتو اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما، قرآن کہے گا:اے اللہ!میں اسے رات کے وقت سونے سے روک دیاتھا(یعنی تلاوت کرتاتھا) تواس کے حق میں میری سفارش قبول فرما۔ نبیﷺ فرماتےہیں ان دونوں کی سفارش قبول کی جائےگی۔ (مسنداحمد۶۶۲۶)
صحیح مسلم میں حدیث ہےکہ رسول اللہﷺ نے فرمایا:
اقْرَؤُوا القرْآنَ؛ فَإِنَّهُ يَأتِي يَوْمَ القِيَامَةِ شَفِيعًا لأَصْحَابِهِ
’’ قرآن پڑھا کرو کیونکہ قیامت کے دن اصحاب قرآن(حفظ وقراءت اور عمل کرنے والوں) کا سفارشی بن کر آئےگا۔‘‘(مسلم:۸۰۴)
لہٰذا قرآن کی تلاوت اس کی آیات میں غورو فکر اور عند التلاوۃ گریہ وزاری مطلوب ہے اس کااہتمام رمضان میں اور غیر رمضان میں ضرور ہوناچاہیے۔(واللہ والی التوفیق)
رمضان میں صدقہ وخیرات کرنا
سیدنا عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں:
كَانَ رَسُولُ اللهِﷺأَجْوَدَالنَّاسِ وَكَانَ أَجْوَدُ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ حِينَ يلْقَاهُ جِبْرِيلُ، وَكَانَ يلْقَاهُ فِي كُلِّ لَيلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ فيُدَارِسُهُ الْقُرْآنَ، فلَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدُ بِالخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ المُرْسَلَةِ
’’رسول اللہﷺ سب سے بڑھ کر سخی تھے،اور سب سے زیادہ سخاوت آپ رمضان میں کیاکرتے تھے جبکہ جبریل امین سےمل کرقرآن جید کادورکیاکرتے تھے۔جب جبریل امین کے ساتھ آپ کی ملاقات ہوجاتی اور آپﷺ قرآن مجید کادور کرتے توآپ کی سخاوت اتنی بڑھ جاتی کہ اسے آپ تیز ترین ہواسے تشبیہ دے سکتے ہیں۔‘‘(بخاری:۶ومسلم۲۳۰۸)
سیدنا انس بن مالک سے بخاری میں یہ روایت ہے کہ نبیﷺ اجودالناس تھے جو نبیﷺ عام دنوں میں سب سےبڑھ کرسخی ہو کبھی سائل کو نہ لوٹا تا ہو اور جو یہ کہتاہو کہ اگر احدپہاڑ اللہ سونے کابنا کر مجھ دے دے تو میں اسے تین دن میں مکمل تقسیم کردوں اور بانٹ دوں۔
وہ پیغمبر کائناتﷺ کی سخاوت رمضان میں کیسی ہوگی...؟؟ صدقہ وسخاوت کاایک یہ بھی انداز ہے کہ :
مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا فلَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ غَيرَ أَنَّهُ لَا ينقُصُ مِنْ أَجْرِ الصَّائِمِ شَيْئًا
’’جو کسی کاروزہ افطار کرائے گا اسے اس کے روزے کامکمل اجر دیاجائےگا اس طرح کہ اس روز دار کے اجر سے کوئی کمی نہ کی جائےگی۔(جامع ترمذی۸۰۷)

صـــدقہ وخیرات اورســـخاوت بندے کے رحمدل ہونے کی اور شـــفیق ومشـــفق ہونے کی دلیل ہے اور حدیث میں ہے کہ:

إِنَّمَايرْحَمُ اللهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ

’’اللہ تعالیٰ توصـــــرف ان ہی پر رحم کرتاہے جو اس کے بندوں کےلیے رحم دل ہوتے ہیں۔‘‘ (بخاری:۱۲۸۴)

آخر میں دعا ہے کہ اللہ رب العزت ماہ رمضـــــان کی مبارک ســـــعادتوں میں خوب نیکیاں کر نے کی اور برائیوں سے دور ر ہنے کی توفیق عطا فرمائے ۔آمین

(19) الحاد کی طرف بڑھتا ہوا پاکستان

الشیخ محمد ارشد کمال حفظہ اللہ

تحریر: الشیخ محمد ارشد کمال

پچھلے دنوں سندھ کے ایک معروف ادیب اور ناول نگار امر جلیل صاحب کا سوشل میڈیا پر ایک کلپ وائرل ہوا جس میں وہ لوگوں سے داد وصول کرنے کے لیے ذات باری تعالی کے بارےمیں ہفوات بک رہے ہیں اور لوگوں کو ہنسا رہے ہیں ۔

امر جلیل صـــاحب ایک معروف کالم نگار ،کہانی نویس اور ڈراما نگار ہیں ،ریڈیو پاکســتان کراچی میں ریجنل مینجر، علامہ اقبال اوپن یونیورســٹی کے انســـٹیٹیوٹ آف ایجوکیشــــنل ٹیکنالوجی کے بانی ڈائریکٹر، بعد ازاں وائس چانسلر، سندھی لینگویج اتھارٹی کے چئیرمین اور پھر اتھارٹی کے بورڈ آف گورنرز کے رکن رہ چکے ہیں ۔

یہ سب باتیں بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ موصوف پڑھے لکھے اور بڑے بڑے عہدوں پر فائز رہے ہیں -84 ســـالہ یہ بابا جی چہ جائیکہ مرنے کی تیاری کریں حشــر نشــر کی فکر کریں، شــیطان نے ایســا دماغ خراب کیا کہ خالق کائنات ہی کے متعلق بکواسات پر اتر آئے ہیں اور ایسی ایسی بے ہودہ باتیں کیں جنہیں بیان کرتے ہوئے قلم کانپتا ہے مثلا:

*ایک مرتبہ میں نے اللہ کو الجھن میں ڈال دیا -----

*اللہ جواب دینے کی بجائے ادھر ادھر دیکھنے لگا----

* اللہ کو مــاں اور ممتــا کے بــارے میں پتــا ہی نہیں اگر پتــا ہوتــا تو 10،15عورتوں کو نبی بنا کر بھیج دیتا-----

* خدا بد نصیب ہے------

یہ اور اس طرح کی کئی باتیں ہیں جو اللہ تعالی کے بارےمیں اس بڈھے نے بکی ہیں، ایسی باتیں تو کوئی داہریہ صفت ملحد انسان ہی کہہ سکتا ہے ۔

وطن عزیز پاکستان میں الحادجس تیزی سے پھیل رہا ہے ماضی میں اس کی نظیر نہیں ملتی، ایک منظم طریقے ســـے مذہب بیزاری پیدا کی جارہی ہے، الحاد کے ایجنٹ جگہ جگہ پھیلے ہوئے ہیں کالجز اور یونیورســـٹیاں بھری پڑی ہیں، بات مولوی سے شـروع ہوتی ہے اور رب العالمین کی گسـتاخی پر جا پہنچتی ہے، آے دن کوئی نہ کوئی عجیب بکواس ســـننے کو ملتی ہے، ہم لوگ چند روز چیخ و پکار کر کے چپ ہو جـاتے ہیں اور ہم کر بھی کیا سکتے ہیں کہ اصل ذمہ داری جن کی ہے وہ تو خواب غفلت میں خراٹے لے رہے ہیں اپنی کرسی کے علاوہ نہ کچھ نظر آتا ہے اور نہ سنائی دیتا ہے ۔

ابھی حال ہی میں عورت مارچ میں کیا کچھ سننے اور دیکھنے کو نہیں ملا؟مگر مجال ہے کہ کسی کے کان پر جوں تک رینگی ہو ۔اب ضرورت اس امر کی ہے کہ مذہب پسند طبقہ اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کرے کہ مستقبل میں آپ کے مد مقابل الحاد اور اس کے ہمنوا بننے والے ہیں، اب وجود باری تعالی پر مناظرے ہوں گے عقیدہ بعث بعد الموت پر گفتگو ہوا کرے گی، الحاد اور ملحدین کے لیے اپنے آپ کو تیار کریں، اس کے لئے جامع اور موثر پروگرام ترتیب دیں، خصوصاً نوجوان طبقے پر محنت کریں انھیں اسلام کی حقانیت بتائی جاے، الحاد اور سیکولر ازم کی تباہ کاریوں سے آگاہ کیا جاے ۔

اگر کوئی مذہب کو ہدف تنقید بناتا ہے، ذات باری تعالی کے بارےمیں ہفوات بکتا ہے، انبیاء کرام کی توہین کرتا ہے یا شعائر اسلام کا مذاق اڑاتا ہے تو ایسے شخص کو منہ توڑ جواب دیا جاے تاکہ آئندہ کسی سانپ کو پھنکارنے کی جرات نہ ہو، کسی کتے کو بھونکنے کی ہمت نہ پڑے۔

(20) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تاریخ و سیرت کے مطالعے کے چند رہنما اصول !

الشیخ خالد حسین گورایہ حفظہ اللہ

تحریر : الشیخ خالد حسین گورایہ

الحمد للہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ وعلی آلہ وصحبہ ومن والاہ، وبعد :

روئے زمین پر انبیاء ورسل کرام علیہم السلام کے بعد سب سے مقدس ومطہر اور پاکیزہ نفوس قدسیہ اصحاب رسول نبی کریم ﷺ ہیں ۔ یہ ہستیاں اللہ تعالیٰ کی چنی ہوئی ہستیاں ہیں ۔ جس کی گواہی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دی اور فرمایا:

يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ ۚ

الاحزاب – 32

اے نبی کی بیویوں! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو“۔

سیدناعبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

إِنَّ اللهَ نَظَرَ فِي قُلُوبِ الْعِبَادِ، فَوَجَدَ قَلْبَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرَ قُلُوبِ الْعِبَادِ، فَاصْطَفَاهُ لِنَفْسِهِ، فَابْتَعَثَهُ بِرِسَالَتِهِ، ثُمَّ نَظَرَ فِي قُلُوبِ الْعِبَادِ بَعْدَ قَلْبِ مُحَمَّدٍ، فَوَجَدَ قُلُوبَ أَصْحَابِهِ خَيْرَ قُلُوبِ الْعِبَادِ، فَجَعَلَهُمْ وُزَرَاءَ نَبِيِّهِ، يُقَاتِلُونَ عَلَى دِينِهِ

مسند احمد – 3600

اللہ تعالیٰ نے بندوں کے دلوں پر نظر ڈالی تو محمد ﷺ کے دل کو سب سے بہترین پایا، تو انہیں اپنے لئے چن لیا ، اور اپنی رسالت دے کر انہیں مبعوث فرمادیا ، پھر رب تعالیٰ نےمحمد ﷺ کے بعد دوبارہ نظر ڈالی تو اصحاب محمد کے دلوں کو سب سے بہترین پایا ، تو انہیں اپنے نبی کا وزیر بنادیا ، جنہوں نے اس کے دین کے لئے جہاد کیا “۔

صحابہ کرام ایمان کو پرکھنے کی کسوٹی اور معیار ہیں : چنانچہ فرمان باری تعالیٰ ہے :

فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا ۖ وَّإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ ۖ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

البقرۃ – 137

”اگر وہ تم جیسا ایمان لائیں تو ہدایت پائیں، اور اگر منہ موڑیں تو وہ صریح اختلاف میں ہیں، اللہ تعالیٰ ان سے عنقریب آپ کی کفایت کرے گا اور وہ خوب سننے اور جاننے والا ہے“۔

ان کا دور سب سے بہترین دور قرار دیا گیا : چنانچہ فرمان نبوی ﷺ ہے :

خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ
صحیح البخاری: 2652 / صحیح المسلم:2533
سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو میرے زمانہ میں ہیں پھر وہ لوگ جو ان کے بعد آئیں گے پھر وہ لوگ جو ان کے بعد آئیں گے‘‘۔
یہ ہستیاں امت کی امین ہیں :رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے :
أَصْحَابِي أَمَنَةٌ لِأُمَّتِي، فَإِذَا ذَهَبَ أَصْحَابِي أَتَى أُمَّتِي ما يُوعَدُونَ
مصنف ابن ابی شیبة : 32406
’’میرے صحابہ رضی اللہ عنہم میری امت کے لئے امان ہیں تو جب صحابہ کرام رضـــی اللہ عنہم چلے جائیں گے تو ان پر وہ فتنے آن پڑیں گے کہ جن سے ڈرایا جاتا ہے‘‘۔
اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہی انہیں جنت اور مغفرت کا پروانہ عطا فرمادیا :
چنانچہ فرمان باری تعالیٰ ہے :
لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ
التوبة – 117
اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کے حال پر توجہ فرمائی اور مہاجرین اور انصـــار کے حال پر بھی جنہوں نے ایسی تنگی کے وقت پیغمبر کا ساتھ دیا‘‘۔
نیز فرمایا:
وَكُلًّا وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنَى
النساء – 95
’’ ان میں ہر ایک کے لیے اللہ نے بھلائی ہی کا وعدہ فرمایا ہے‘‘۔
جب صحابہ کرام یہ تمام اعلیٰ صفات اور مقام رکھنے والی شخصیات ہیں تو بداہۃ یہ بات ســـامنے آجاتی ہے ان کی ســـیرت اور تاریخ کوجب پڑھا جائےتو اسے ایسے نہ پڑھا جائے کہ جیسے کسی سابقہ حکومت وبادشاہت کی تاریخ کو پڑھاجاتاہے بلکہ یہ نفوس قدسیہ کی تاریخ وسیرت ہے اس کے مطالعہ میں انتہائی احتیاط اور تحقیق کی ضرورت ہے ۔لہذا ہم نے ضروری سمجھا کہ تاریخ صحابہ کو پڑھنے کے لئے جو بنیادی اصول ہیں انہیں بیان کردیاجائے تاکہ ان کی سیرت کے مطالعہ میں احتیاط کا دامن نہ چھوٹے اور مقدس ہستیوں کی طرف اٹھنے والے الزامات کا جھوٹاہونا قاری کیلئے واضح ہوجائے ۔
پہلا اصول : صحابہ کرام کے حوالے سے روایات کی تحقیق حدیثی اصولوں کے مطابق کی جائے:
اس حوالے ســـے اول بات تو یہ ہے کہ وہ تاریخی روایت جو صـــحابہ کرام سے متعلق اور ان کے مابین ہونے والے معاملات سے متعلق ہو اسے حدیثی

اصولوں پر پرکھیں کیونکہ مؤرخین نے اپنی کتب میں صحیح وضعیف اور سچ وجھوٹ کو الگ کرنے کا کوئی اہتمام نہیں کیا ۔ تاریخ کی کتابوں میں بکثرت جھوٹی ضعیف اور من گھڑت روایات موجود ہیں ،جیساکہ امام ابن جریر طبری اپنی تاریخ طبری کے مقدمے میں لکھتے ہیں:
فما يكن في كتابي هذا من خبر ذكرناه عن بعض الماضين مما يستنكره قارئه أو يستشنعه سامعه من أجل أنه لم يعرف له وجها في الصحة ولا معنى في الحقيقة فليعلم أنه لم يؤت في ذلك من قبلنا وإنما أتي من قبل بعض ناقليه إلينا وأنا إنما أدينا ذلك على نحو ما أدي إلينا
الطلبري – 1/8
فرماتے ہیں : ’’ میری اس کتاب میں کوئی خبر آپ بعض ماضی کے لوگوں سے متعلق ملاحظہ کریں گے جسے سننے والا جھٹلائےاور اسے برا محسوس کرے اس وجہ سے کہ اسے اس کی صحت کی کوئی وجہ معلوم نہ ہوئی ہو ، اور نہ اس کا کوئی حقیقت سے تعلق ہو ، تو اسے جان لینا چاہئے کہ یہ ہماری طرف سے نہیں آئی بلکہ یہ اس کے ناقلین کی طرف سے آئی بلکہ ہم نے تو اسے جیسے سنا ویسے ہی آگے بیان کردیا ‘‘۔
اس عبارت سے یہ چیز واضح ہوئی کہ تاریخ کی جو اولین کتاب تاریخ طبری ہے امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے خود اس امر کی وضاحت کی کہ انہوں نے اپنی کتاب میں صحت کا اہتمام نہیں کیا ۔ اب ہم تاریخ طبری اور تفسیر طبری کے حوالے سے چند ایک راویوں کی حقیقت آپ کے سامنے رکھتے ہیں ۔
ابی مخنف لوط بن یحییٰ : امام طبری نے اس راوی سے ۵۸۵ کے قریب روایات نقل کی ہیں ۔ جن میں اکثر حساس نوعیت کے واقعات سے متعلق ہیں جن میں (سقیفہ بنی ساعدہ ، قصہ شوریٰ ، سیدنا عثمان کی شہادت اور ان کےخلاف ہونے والی بغاوت ، سیدنا علی کی خلافت ، معرکہ جمل ، معرکہ صفین ، قضیۃ تحکیم ، معرکہ نہروان ، خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ، شہادت حسین رضی اللہ عنہ) شامل ہیں ۔ اس شخص کا محدثین کے میزان جرح وتعدیل میں کیا مرتبہ ہے اسے ملاحظہ فرمائیں ۔
امام یحیٰ ابن معین فرماتے ہیں :
’’ یہ کوئی چیز نہیں ‘‘۔
علامہ ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں :
رافضی یشتم الصحابة ، ويروى الموضوعات عن الثقات
’’یہ رافضی ہے ،صحابہ پر سب وشتم کرتاہے ، اور ثقہ رایوں سے موضوع روایات نقل کرتاہے ۔‘‘

امام ذہبی فرماتے ہیں :
’’ اخباري تالف لا یوثق به ‘‘
’’ یہ گیا گزرا قصہ گوہے ‘‘۔
امام عقیلی نے اسے ضعفاء میں شمار کیاہے ۔
امام ابو حاتم نے اسے متروک الحدیث قرار دیاہے ۔ اور فرمایا :
’’ أحد یسأل عن هذا ‘‘
’’کیا کوئی اس کے بارے میں بھی سوال کرتاہے؟ ۔
الغرض اسے مبتدع ، کذاب ، اور مکثر من الروایات قرار دیاگیاہے۔
یہ شخص سقیفہ بنی ساعدہ کے واقعے کا ایسا ماحول بیان کرتاہے گویاکہ صحابہ (نعوذ باللہ) نبی اکرم ﷺ کی وفات کے منتظر تھے تاکہ خلافت پر قابض ہوسکیں (والعیاذ باللہ) ۔
صحابہ کرام جیسی پاکباز ہستیوں پر تہمت لگانے والے اس کذاب راوی کی روایات لیکر آج کل اہل شر وبدعت صحابہ کرام پر زبان درازی کرتے ہیں ۔ اب جس شخص کو اس کی حقیقت پتا نہیں وہ یقینی طور پر اس کی روایات سے متاثر ہوکر مقدس شخصیات کے بارہ میں ہرزہ سرائی کرےگا۔
دوسراراوی هشام الکلبی ہے : یہ بھی شیعہ راوی ہے ۔ ابی مخنف کا شاگرد ہے امام طبری نے اپنی تاریخ اور تفسیر میں اس سے ۳۰۰ کے قریب روایات لی ہیں ۔ اس کے بارے میں امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں :’’ ما ظننت أحدا یحدث عنه ‘‘ میرا گمان نہیں کہ اس سے بھی کوئی روایت لے گا ۔
ابن حبان فرماتے ہیں :
کان غالیا فی التشیع
’’ یہ غالی شیعہ ہے ‘‘۔
اما م ذہبی فرماتے ہیں :
لا یوثق به
اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا‘‘۔
ابن عساکر فرماتے ہیں :
رافضی لیس بثقة
یہ رافضی ہے ثقہ نہیں۔
یہ روایات سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر طرح طرح کے الزامات عائد کرتاہے ۔ (والعیاذ باللہ)
اب جس شخص کو اس کا حدیث میں مقام پتہ نہیں وہ اس کی باتوں سے متاثر ہوگا ۔ لہذا جب اس کی جرح کے میزان میں حقیقت واضح ہوگئی تو قطعا اس کی روایات پر اعتماد نہیں کیاجاسکتا۔

یہی حال ۔ محمد بن حمید الرازی اور واقدی کا ہے ۔ لہذا جن روایات کے ناقلین یہ راویان ہوں اور ان میں صحابہ کرام پر طعن پایا جائے تو سمجھ لیا جائے کہ یہ ان راویوں کی کذب بیانی ہی ہے ۔
دوسرا اصول : جس روایت کی سند نہ ہو اس پر سرے سے اعتماد نہ کیا جائے ۔
تیسرا اصول : جن روایات کی سند موجود ہو اس کی تحقیق محدثین کے نقد سند ومتن کے اصولوں کے مطابق اس روایت کو جانچا جائے اگر وہ ان اصولوں پر پوری اترتی ہے تو ٹھیک ورنہ اسے رد کردیا جائے ۔
چوتھا اصول : تاریخی کتب میں اہل سنت مؤرخین کی کتابوں کو پڑھا جائے نہ کہ رافضی یا نیم رافضیوں کی کتب ۔
پانچواں اصول : کسی بھی تاریخی کتاب کے مطالعے سے قبل اس کے مؤلف کا تحریر کردہ مقدمہ پڑھا جائے ۔تاکہ اس مؤلف کے منہج سے مکمل واقفیت ہو ۔
چھٹا اصول : ان کتب سے بچیں جو قصہ گوئی طرز پر تحریر کی گئی ہوں ، کیونکہ ان کتابوں میں واقعے کی استنادی حیثت کو چھوڑ کر جمالِ قصہ کو مقدم رکھاجاتاہے ۔ جیساکہ طہ حسین کی کتابیں (موقعة الجمل ، علی وبنوه، اور الفتنة الکبریٰ) ہیں ۔ یا خالد محمد خالد کی کتابیں (خلفاء الرسول ، رجال حول الرسول) وغیرہ ہیں ۔
یہ وہ بنیادی طور پر سرسری چند رہنما اصول تھے جنہیں کسی اور موقعے پر تفصیلی طور پر تحریر کیا جائے گا ۔ إن شاء اللہ تعالیٰ
یہاں ان کے بیان سے غرض یہی تھا کہ قارئین کو چند ان اصولوں کا بتادیا جائے جنہیں سامنے رکھتے ہوئے سیرت صحابہ کو پڑھا جائے تاکہ ان پاکدامن ہستیوں کی طرف کسی بھی غیر ثابت بات کی نسبت کرنے سے ہم سب محفوظ رہ سکیں تاکہ ایمان محفوظ رہے ۔
هذا ما عندی واللہ ولی التوفیق

(21) کرنٹ اکاؤنٹ اور سیونگ اکاؤنٹ

الشیخ عثمان صفدر حفظہ اللہ

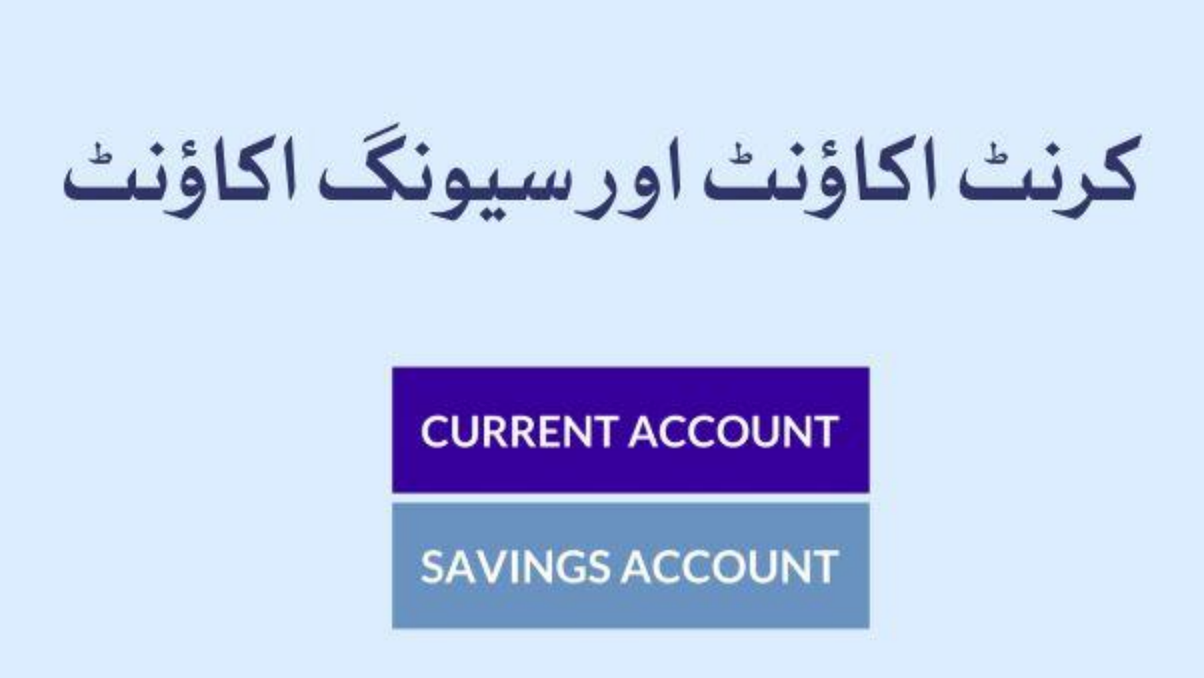

تحریر : الشیخ عثمان صفدر

بینک کا سودی نظام :

بینک کے کرنٹ اکاؤنٹ ((Current Accountیا سیونگ اکاؤنٹ (Saving Account)کے حوالے سے یہ پوچھا جاتاہے کہ کرنٹ اکاؤنٹ کھولنا یا سیونگ اکاؤنٹ کھولنا جائز ہے یا نا جائز ہے؟اس حوالے سے ایک بات واضح ہونی چاہیئے کہ جتنے بھی بینک ہیں وہ سُودی کاروبار کرتے ہیں۔یعنی ان کے کاروبارکی بنیاد سُود پر منحصر ہے۔جیسا کہ بینک صارف کو قرض دیتے ہیں اور اُس قرض پر سُود بھی لیتے ہیں۔ اس کے علاوہ صارف کی طرف سے جو ڈپازٹ ((Depositان کے پاس رکھوائے جاتے ہیں وہ بھی بنیادی طور پربینک کے اوپر قرض ہوتے ہیں ۔پھر ان ڈپازٹس کے اوپر جو بھی رقم بینک دیتا ہے وہ سُو د ہوتا ہے۔یعنی بینک کی کاروباری عمارت سُود کی بنیادوں پر کھڑی ہے جس کی وجہ سے بینک کی تجارت ایک سُودی تجارت بن جاتی ہے۔لہٰذا بینک کے معاملے میں کسی بھی قسم کی شراکت یاتعاون نہیں ہونا چاہیئے ۔ اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۚ

المائدة – 02

اور گناہ اور ظلم و زیادتی میں مدد نہ کرو۔

یعنی گناہ ،ظلم و زیادتی کے معاملات میں کسی سےبھی تعاون کی ممانعت ہے ، یہ ہمارے لئے جائز نہیں۔قرآن مجید کی اسی آیت کی روشنی میں بینک کے معاملے کو بھی سمجھا جاسکتا ہے ، کیونکہ بینک صارف کی جانب سے کرنٹ اکاؤنٹ یا سیونگ اکاؤنٹ میں رکھوائے گئے پیسوں کو ہی اپنی تجارت اور سُودی معاملات کے لئے استعمال کرتا ہے ۔ تو یہ ایک طرح سے بینک کے سُودی کاروبار میں شراکت یا تعاون ہے جو جائز نہیں۔

کرنٹ اکاؤنٹ کا جواز :

اب مسئلہ یہ ہے کہ موجودہ دور میں کچھ امور ایسے ہیں جن کے باعث بینک اکاؤنٹ کی ضرورت محسوس ہوتی ہے ، مثلاً :

۞ بینک کے ذریعے رقوم کی منتقلی بہت عام ہوچکی ،اسی باعث موجودہ دور میں بینک کے بغیر تجارت کا تصور ہی نہیں گویا کہ تجارت کے لئے بینک ایک لازمی چیز ہے۔

۞تاجر اگر اندرونِ شہر تجارت کرتا ہے تو بھی رقم کی ضرورت ہے ،بیرونِ شہر تجارت کرتا ہے تو بھی معاملہ یہ ہی ہے ۔

۞اسی طرح اگر اس کا کام اشیاء کی درآمدگی ((Importیا برآمدگی ((Exportپر مشتمل ہے،تو ایسے شخص کے لئے بینک اکاؤنٹ لازم ہے ۔

۞پھر موجودہ دور میں امن و امان کا معاملہ بھی ایسی صورت اختیار کرچکا ہے کہ تاجر اپنے سرمائے کی حفاظت کے لئے اسے بینک میں رکھنا ہی مناسب سمجھتا ہے ۔

ان وجوہات کے باعث اگر امن و امان کی صورتِ حال بہتر نہ ہو اور مال کے چوری ہوجانے یا چھن جانے کا اندیشہ ہو تو ہمیں شریعت کی رُو سے کرنٹ اکاؤنٹ کی حد تک کھلوانے کی اجازت ہے۔کیونکہ کرنٹ اکاؤنٹ کے لئے صارف اور بینک کے درمیان جو معاہدہ ہوتا ہے اس میں یہ لکھا ہوتا ہے کہ صارف کی طرف سے جو بھی رقم بینک میں رکھوائی جائے گی وہ صارف کے مطالبے تک اُس بینک میں محفوظ ہے اور جب کبھی صارف اُ س رقم کی ادائیگی کا مطالبہ کرےگا بینک وہ رقم صارف کو ادا کرنے کا پابند ہوگا۔صارف جب چاہے بینک میں رکھی ہوئی اپنی رقم کو نکلوا سکتا ہے اور اسے استعمال کرسکتا ہے۔

اہم وضاحت :

کرنٹ اکاؤنٹ میں پیسے جمع کرنےکا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ بینک وہ رقم آپ کے لئے مخصوص کسی تجوری ((Lockerمیں رکھ دے گا۔ بلکہ بینک اُس رقم کوبھی اپنے سُودی کاروبار میں استعمال کرےگا لیکن چونکہ آپ کے اور بینک کے درمیان ایک معاہدہ ہے جس کے مطابق آپ بینک سے

اپنی رکھوائی ہوئی رقم پر کوئی سُود نہیں لیں گےاور اِس معاہدے میں ایسی کوئی شق بھی نہیں جس میں کسی سُودی لین دین پر رضامندی کا اظہار ہو ۔لہٰذا اس حد تک شریعت ہمیں کرنٹ اکاؤنٹ کے استعمال کی اجازت دیتی ہےاور اس میں بھی یہ بات پیشِ نظر رہنی چاہیئے کہ اگر کوئی دوسری صورت ہو جو تجارتی لین دین میں معاون ہو تو اس صورت میں کرنٹ اکاؤنٹ کی بھی اجازت نہیں ہے۔ یعنی ہم کرنٹ اکاؤنٹ کی طرف تب ہی جائیں جب ہمارے پاس دوسرا کوئی راستہ نہ ہو۔اور ایسا شخص جس کو بینک میں اکاؤنٹ کھلوانے کی کوئی خاص ضرورت نہ ہو تو اس کے لئے کرنٹ اکاؤنٹ بھی رکھنا جائز نہیں۔ کیونکہ وہ بلا ضرورت یہ اکاؤنٹ کھلوارہا ہے جو کہ صراحتاً بینک کے ساتھ تعاون ہےاور فرمانِ الہٰی کے مطابق وہ شخص مجرم ہے۔

سیونگ اکاؤنٹ کسی صورت جائز نہیں :

دوسری طرف سیونگ اکاؤنٹ ہے ۔ سیونگ اکاؤنٹ کا معاملہ یہ ہے کہ بینک اور صارف کے درمیان ایک معاہدہ ہوتا ہے جس میں یہ تحریر ہوتا ہے کہ صارف جو رقم بینک میں رکھوا رہا ہے وہ اُسے ایک مخصوص مدت سے پہلے طلب نہیں کرسکتا جیسے کم از کم چھ ماہ کے عرصے سے پہلے صارف اس رقم کے مطالبے کا مجاز نہیں ۔پھر یہ کہ اگر وہ رقم چھ ماہ تک بینک کے پاس رہےگی اور اس کے بعد صارف رقم کی واپسی کا مطالبہ کرے گا تو بینک تین فیصد کے حساب سے رقم پر سُود ادا کرےگا ۔پھر جیسے جیسے صارف کی رقم پر مدت بڑھتی جائے گی بینک کی طرف سے سُود کی رقم فیصد کے حساب سے بڑھتی جائےگی۔بہرکیف دونوں ہی صورتوں میں معاملہ سُود کا ہے جو کہ قطعاً ناجائز و حرام ہے ۔ یعنی سیونگ اکاؤنٹ کھولنا کسی بھی صورت میں جائز نہیں ہےاور نہ ہی اس میں کوئی گنجائش ہے۔چاہے آپ کی کوئی بھی مجبوری یا عذر ہو ،کیونکہ سُود کے معاملےمیں کسی بھی مجبوری یا عذر کا کوئی جواز نہیں ہے۔

اللہ رب العالمین نے قرآن مجید میں مردار کا ذکر کیا ،پھر خون کا ذکر کیا اور پھر خنزیر کا ذکر کر کے فرمایا کہ مسلمانوں کے لئے یہ چیزیں حرام ہیں ۔ لیکن اس کے بعد انتہائی ناگزیر صورت میں ان کے استعمال کی اجازت بھی دی یعنی شدید مجبوری کی حالت میں گنجائش کا ایک راستہ بھی رکھا۔بس سُود کے معاملے میں اللہ تعالیٰ نے ایک قطعی حکم نازل فرما دیا کہ :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا

البقرة – 278

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے وہ چھوڑ دو۔
یعنی کسی مجبوری یا عذر کی صورت میں بھی سُود کی اجازت نہیں دی گئی۔لہٰذا سیونگ اکاؤنٹ کسی بھی حالت میں جائز نہیں ہے۔
عوام الناس کی طرف سے پیش کردہ مجبوریوں کی حقیقت :
سیونگ اکاؤنٹ کے جواز کے لیے پوچھے گئے سوالات میں عموماً عذر اس طرح کے ہوتے ہیں ،جیسے کوئی بیوہ عورت ہے اور اس کے پاس کچھ رقم ہے تو اگر وہ اس رقم کو کسی کاروبار میں لگاتی ہے تو اس بات کا اندیشہ ہے کہ اس عورت کو اس کاروبار میں نقصان ہو جائے اور وہ رقم ضائع ہوجائے ۔تو ایسے کسی نقصان سے بچنے کے لئے وہ یہ رقم بینک میں رکھوا دیتی ہے جس پر اسے منافع(سُود) ملتا رہتا ہے ۔تو ایسا کوئی بھی عذر شرعاً قابلِ قبول نہیں ہے ۔ پھر ایسے ہی کچھ بھونڈے عذر پیش کر کے بعض لوگ اپنے ناجائز اور حرام کام کو جائز اور حلال کرنے کی کوشش کرتے ہیں ۔ اس کی مثال یوں سمجھ لیجئے کہ کوئی ایسی عورت جو پیسہ کمانے کے لئے زنا کرتی ہے اور وہ یہ عذر پیش کرتی ہے کہ چونکہ اس کے پاس کوئی ذریعہ آمدنی نہیں تو کیا اِس جواز پر اُسے اس قبیح عمل کی اجازت دے دی جائے؟!یقیناًنہیں۔ تو اسی طرح کا معاملہ سُود کے حوالے سے پیش کئے جائے والے دلائل اور مجبوریوں کا ہے۔
خلاصہ کلام :
خلاصہ کلام یہ ہے کہ کرنٹ اکاؤنٹ مجبوری یا شدید ضرورت کی صورت میں جائز ہے اور سیونگ اکاؤنٹ کسی صورت جائز نہیں ہو سکتا ، بحیثیت مسلمان ہمارا یہ ایمان ہے کہ اللہ رب العالمین رزاق ہےاو روہ ہی رزق دینے والا ہے ۔ اسی بات پر ہمار اتوکل ہونا چاہیئے۔
اللہ رب العالمین ہمیں حلال اختیار کرنے اور حرام سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین

(22) ماہ شعبان شریعت کے آئینے میں

الشیخ عبدالمجید محمد حسین بلتستانی حفظہ اللہ

شعبان کی وجہ تسمیہ

شعبان ہجری سال کا آٹھواں مہینہ ہے۔ لفظ شعب اس وقت کے لیے استعمال ہوتا ہے جس میں علیحدگی اختیار کی جاتی ہو۔ اہل عرب اس ماہ میں پانی کی تلاش میں دور نکل جاتے تھے اور انھیں ایک دوسرے سے علیحدہ ہونا پڑتا تھا۔ شعبان کو مکرم بھی کہا جاتا ہے۔ شعبان کی پندرہویں شب کو عرف عام میں شب برات بھی کہا جاتا ہے۔

ماہ شعبان میں جائز عمل

1-ماہ شعبان کا روزہ

ماہ شعبان بڑی عظمت والا ہے اور اس کی فضیلت اس لیے مسلم ہے کہ یہ مہینہ رمضان کے مقدس مہینہ کے لیےپیشگی تیاری کا مہینہ ہے،اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ اس مہینہ میں کثرت سے روزہ رکھا کرتے تھے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

مارایتہ اکثر صیاما منہ فی شعبان 1

’’میں نے نبی ﷺ کو کسی ماہ میں شعبان سے زیادہ روزہ رکھتے نہیں دیکھا

ایک اور روایت میں سیدہ عائشہ رضی اللہ فرماتی ہیں

ما رأیت النبی ﷺ فی شہر اکثر صیاما منہ فی شعبان کان یصومہ الا قلیلاً بل کان یصومہ کلہ 2

میں نے نبی ﷺ کو کسی ماہ میں شعبان سے زیادہ روزہ رکھتے نہیں دیکھا اس ماہ میں چند دنوں کے علاوہ بقیہ دنوں میں روزہ رکھتے بلکہ پورے شعبان کا روزہ رکھتے
سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے آپﷺ سے شعبان میں کثرت سے روزر رکھنے کی وجہ دریافت کی تو آپﷺ نے فرمایا:لوگ اس ماہ (میں روزہ)سے غافل رہتے ہیں ،یہ ایسا مہینہ ہے کہ اس میں اعمال اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیے جاتے ہیں میں چاہتاہوں کہ میرے عمل بھی روزے کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوں 3
لیکن ہمارے لیے حکم یہ ہےکہ نصف شعبان کے بعد روزہ نہ رکھا جائے،منع کا حکم دیاہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے
اذا انتصف شعبان فلا تصوموا4
جب شعبان آدھا گزر جائے تو روزہ مت رکھو
ان احادیث سے معلوم ہواکہ نصف شعبان کے بعد روزہ رکھنا ممنوع ہے،پہلے نصف میں رکھاجاسکتاہے
2-ماہ شعبان میں سلف صالحین کی حالت
سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ ماہ شعبان میں اصحاب رسول ﷺ کی حالت کوبیان کرتےہوئے فرماتے ہیں کہ جب شعبان کا مہینہ شروع ہوتا تو سب کے سب تلاوت قرآن کی طرف متوجہ ہوجاتے۔
عمرو بن قیس رحمہ اللہ شعبان کی آمد کے ساتھ ہی اپنی دکان بند کرلیتے اور تلاوت قرآن کےلیے اپنے آپ کو مکمل طور پر فارغ کرلیتے۔
سلف صالحین کےاس قسم کے واقعات امام ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب”لطائف المعارف“ میں ذکرکیے ہیں۔
اس ماہ میں کی جانے والی بدعات و خرافات کا تذکرہ
اسلامی تعلیمات سے غافل بعض مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ اس رات میں گناہوں کی بخشش ہوتی ہے، عمراوررزق میں اضافہ ہوتاہے۔ بعض مسلمان پوری رات جاگ کر بلند آواز سے دعائیں کرتے ہیں۔ یہ دعائیں بھی من گھڑت ہوتی ہیں ۔اس ماہ کی پندرہ تاریخ کی رات میں قبروں کی زیارت اور روشنی و چراغاں کرتے ہیں، حلوے کا اہتمام ہوتاہے اور قبروں پر پھول چڑھائے جاتے ہیں۔ بیوہ عورت کا یہ عقیدہ ہوتاہے کہ اس کے شوہر کی روح پندرہویں شعبان کی رات میں آتی ہے، اس لیے اس کے استقبال کےلیے اس کے پسندیدہ کھانا پکاتی ہے۔ بعض زر پرست مولوی اس رات کی فضیلت کو لیلۃ القدر جیسی بتاکر سخت قسم کی ضعیف وموضوع احادیث کا سہارا لے کر لوگوں کی ذہن سازی کرتےہیں کہ شب قدر میں جس روح کے

نزول کا ذکر قرآن مجید میں ہے اس سے مراد مُردوں کی روحیں ہیں۔ اس رات میں لوگ شب بیداری کا اہتمام کرتے، مسجدوں میں جمع ہوکر رات بھر باجماعت نوافل پڑھنے کا اہتمام ہوتاہے ۔
اس پندرہویں کے رات کے قیام سے متعلق جتنی بھی روایات ہیں ان کی بابت شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:" علمائے حجاز و فقہائے مدینہ نےپندرہویں شعبان کی رات کی بابت وارد ساری روایات کو ضعیف موضوع اور اس رات کو ہونے والے اعمال و افعال کو بدعت قرار دیاہے5
1-شب برات
بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قرآن کریم میں سور دخان کی آیت:
اِنَّـآ اَنْزَلْنٰـہُ فِیْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ، فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ6
ہم نے اس قرآن کو مبارک رات میں اتارا ہے ہم لوگوں کو ڈرانے والے ہیں اسی مبارک رات میں ہر محکم معاملہ طے پاتا ہے۔
میں جو رات مذکور ہے یہ پندرہ شعبان کی رات ہے اور اسی میں قرآن کا نزول ہواہے ،جبکہ یہ رائے درست نہیں ،وہ اس لیے کہ سورہ بقر ہ میں ہے کہ قرآن مجید کا نزول رمضان ہے میں ہواہے
شَہرُ رَمْضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْآنَ7
رمضان کا مہینہ ایک بابرکت مہینہ ہے جس میں قرآن مجید نازل کیا گیا
اور سورہ قدر میں مزید وضاحت ہوگئی کہ وہ رات لیلۃ القدر ہے جوکہ رمضان کے آخری عشرے میں آتی ہے
اِنَّـآ اَنْزَلْنٰـہُ فِیْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ8
ہم نے اس قرآن کو شب قدر میں نازل کیا۔
تو ان آیات نے واضح کردیا کہ سورہ دخان کی آیت میں "لیلۃ مبارکۃ" مذکور ہے اس سے مراد رمضان المبارک کی "لیلۃ القدر" ہے، ناکہ شعبان کی پندرہویں رات۔
اسی حوالے سےعلامہ شوکانی رحمہ اللہ اپنی تفسیر فتح القدیر میں تحریر فرماتے ہیں:"لیلۃ المبارکۃ سے مراد شب قدر ہے اس سے مراد پندرہ شعبان کی رات نہیں اس لیے کہ سورہ دخان والی آیت میں اگرچہ اس رات کی وضاحت نہیں لیکن سورہ بقرہ کی آیت میں اس رات کو وضاحت ہوگئی کہ یہ رات رمضان کے مہینہ میں ہوتی ہے
2-پندرہ شعبان کا روزہ
پندرہ شعبان کے دن کو روزہ کےلیے خاص کرنا اس حوالے سے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں

فاما صـــوم یوم النصـــف مفردا فلا اصـــل لہ بل افراده مكروه وكذلک اتخاذه موسما تصنع فیہ الاطعمۃ و تظہر فیہ الزینۃ وہو من المواسم المحدثۃ المبتدعۃ التی لا اصل لہ9

البتہ صرف پندرہویں شعبان کا روزہ رکھنے کی روایت بے اصل ہے، بلکہ محض اس دن کا روزہ رکھنا مکروہ ہے۔ اسی طرح اس دن کو ایسے تہوار کے طور پر منانا کہ جس میں خاص کھانے تیار کیے جائیں اور زیب و زینت کا اظہار کیا جائے تو یہ ان بدعات میں ســـے ہے جن کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔

3-پندرہ شعبان کی شب میں قبرستان جانا

پندرہ کی رات کو قبرستان جانے کا خاص اہتمام کرنا یہ کسی حدیث سے ثابت نہیں ،بلکہ حدیث میں زیارت قبور کے حوالے ســـے عمومی حکم یہ آیاہے کہ

كنت نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها فانها تذكرالآخرة10

میں نے پہلے زیارت قبور سے منع کیاتھا اب اجازت دیتاہوں یہ(زیارت)آخرت کی یاد دلاتی ہے۔

اس سے علم ہوا کہ زیار قبور کسی بھی وقت ہوسکتی ہے کسی دن یارات کے ساتھ اسے سنت سمجھ کر خاص کرنا اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

اس رات کو خاص اہتمام کے ساتھ زیارت قبور کے حوالے سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت نہایت شد ومد کے ساتھ پیش کی جاتی ہے جس میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:’’ایک شب میں نے رسول اللہ ﷺ کو موجود نہیں پایا۔ میں آپ ﷺ کی تلاش میں نکلی سو آپ ﷺ بقیع میں تھے تو فرمایا: کیا تمھیں اندیشـــہ تھا کہ اللہ اور اس کا رســـول تجھ پر ظلم کرے گا۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے جانا آپ ﷺ اپنی کسی بیوی کے پاس تشریف لے گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اترتا ہے پندرہ شعبان کی رات میں آسمان دنیا کی طرف، اپنے بندوں کو بخشـتا ہے قبیلہ بنی کلب کی بکریوں کے بالوں کے عدد سے زیادہ‘‘۔سنن ترمذی:739۔

اس حدیث کی صحت کے بارے میں اسی حدیث کے بعد امام ترمذ ی رحمہ اللہ نے امام بخاری رحمہ اللہ کا قول نقل کرکے اس کے ضعیف ہونےکوبیان کیاہے،اس سے واضح ہواکہ یہ روایت صحیح نہیں ہے۔

دوسری بات اگر اس رات کو خاص قبرستان میں جانے کی کوئی فضیلت ہوتی تو آپ ﷺ اپنے صحابہ کو اس فضیلت سے ضرور آگاہ کرتے۔

4-چراغاں کرنا مجوسی سازش ہے

اس رات کو چراغاں کیا جاتاہے، جوکہ بدعت بھی ہے اور مجوسـیوں(غیر مسـلوں) کا طریقہ اور مشـابہت ہے،اور ہمیں ان کی مشـابہت سـے روکاگیاہے،11

مولانا عبدالسلام ندوی رحمہ اللہ امام شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ کے حوالے سـے اپنے ایک مضـمون بعنوان"بدعت میں تغیر مذہبی کے سـبب اختلاط مذاہب" میں اس چراغاں سـے متعلق لکھتےہیں:"—-اس زمانہ میں شـعبان کی پندرہ شب کو ایک مبتدعانہ نماز پڑھی جاتی تھی اور اس کے لیے نہایت اہتمام کیا جاتا تھا۔ برامکہ پہلے مجوسـی مذہب رکھتے تھے اور آگ مجوس کا معبود ہے۔ اس طرح انہوں نے قدیم مذہب کی محبت میں آگ کو روشـنی اور چراغاں کی صورت میں اسلام کا بھی ایک شعار قرار دے دیا۔"12

1(صحیح بخاری:1969 ، صحیح مسلم:782)

2(سنن ترمذی:736)

3سنن نسائی:2357،مسند احمد:21753)

4(سنن ابی داؤد :2337، سنن ترمذی :738-)

5(اقتضاء الصراط المستقیم ،ازشیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ 126/2)

6(الدخان3-4)

7(سورة الأنفال: 17)

8(سورة القدر آیت 1)

9(اقتضاءالصراط المستقیم،ص:302)

10(سنن ترمذی:1054)

11(سنن ابی داؤد:4031-)

12(رسالہ الندوہ، جلد 8، شمارہ 11، ص: 8،ماہ نومبر 1911ء-)

(23) سپر اسٹورز کی انعامی اسکیموں کا حکم!

الشیخ عثمان صفدر حفظہ اللہ

انعامی اسکیموں کی مختلف صورتوں کی وضاحت :

آج کل ایک نیا رجحان پیدا ہوا ہے کہ لوگ خریداری کے لئے بڑے شاپنگ ما لز یا اسٹورز میں جاتے ہیں جیسے "امتیاز سپر اسٹور"یا دیگر شاپنگ مالز۔ لوگوں کے اِس رجحان کو دیکھتے ہوئے کچھ کمپنیاں اپنی پروڈکٹ کی طرف صارف کو راغب کرنے کے لئے اُس پروڈکٹ کے ساتھ کوئی انعامی کوپن یا کوئی اور انعامی چیز منسلک کردیتے ہیں ۔ یہ طریقہ پہلے بھی استعمال ہوتا تھا اور محلے کی دکانوں پر بھی وہ کمپنیاں اپنی پروڈکٹ رکھواتی ہیں پر مالز یا اسٹورز میں اس کے لئے باقاعدہ اسٹال یا کاؤنٹر بنادئیے جاتے ہیں ۔

یا پھر شاپنگ مالز اور سپر اسٹورز خود اس طرح کی اسکیم متعارف کرواتے ہیں کہ اگر آپ پانچ ہزار یا دس ہزار روپے تک کی خریداری کرتے ہیں تو آپ کسی انعام(عمرے کا ٹکٹ یا گاڑی)کی قرعہ اندازی میں شامل ہوجائیں گے۔تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شریعت کی نظر میں اِس کا کیا حکم ہے؟

مذکورہ انعامی اسکیموں میں موجود قباحتیں:

پہلی قباحت :

سب سے پہلے تو یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ شریعت میں ایک چیز کا ذکر ہے جسے عربی زبان میں "قمار" کہا جاتا ہے اور یہی لفظ اُردو زبان میں جسے عام طور پر جوا کہتے ہیں ۔جس میں دو فریق کسی طرح کے لین دین میں شامل ہوتے ہیں یا کسی ایسے معاہدے کا حصہ بنتے ہیں جس میں دونوں پارٹیز کو یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ منافع میں کون رہے گا اور نقصان میں کون رہےگا پھر یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ اس کا انجام یا اختتام کیا ہوگا۔

یہ بنیادی طور پر جوئے کی ایک صورت ہے جس کے بارے میں علماء نے یہ کہا ہے کہ" مستور العاقبة " یعنی ایسی چیز جس کے انجام کا علم نہ ہو کہ کون منافع حاصل کرے گا اور کون نقصان اٹھائے گا۔

دوسری قباحت :

دوسری طرف سپر اسٹورز ((Super Storesجیسے امتیاز سپر اسٹورز کی طرف سے کوئی انعامی اسکیم متعارف ہوتی ہے اور اس میں شامل ہونے کے لئے ان کی طرف سے ایک شرط یہ ہوتی ہے کہ اگر آپ پانچ ہزار یا اس سے زائد رقم کی خریداری کرتے ہیں تو آپ اِس اسکیم کا حصہ بن

سکتے ہیں ۔پھر جب صارف اُس شرط کو مکمل کرلیتا ہے تو اسٹور کی جانب سے اُس صارف کا انعام یقینی ہونا چاہیئے ۔اگر ایسا نہیں ہے اور آپ وہ مخصوص رقم خرچ کرنے کے بعدقرعہ اندازی میں شامل ہوتے ہیں تو آپ کو انعام کا ملنا یا نہ ملنا غیر یقینی ہوتا ہےجو کہ صراحتاً جوا ہے۔

مثال کے طور پر :

" ایوری ڈے " ((Every dayایک پروڈکٹ ہے جو کہ خشک دددھ ہے اور چائے وغیرہ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اب اگر کمپنی ایک پیکٹ کے ساتھ ایک چائے کا کپ انعام کے طور پر رکھ دیتی ہے تو یہ ایک یقینی انعام ہے۔لیکن دوسری طرف اگر کمپنی کہتی ہے کہ اِس طرح کے پانچ یا دس پیکٹ خریدنے پر آپ ایک انعامی قرعہ اندازی میں شامل ہوجائیں گے۔پھر صارف اس انعام کو حاصل کرنے کے لئے وہ پیکٹس خریدلیتا ہے تو یہ جوا ہوجائے گا۔یا اسی طرح اگر "یو فون"یا "جیز" کی طرف سے صارف کے لئے یہ آفر آتی ہے کہ اگر وہ 200 روپے کا بیلنس تین دن میں استعمال کرے گا تو اسے عمرے کے ٹکٹ کی قرعہ اندازی میں شامل کر لیا جائے گا تو یہ طریقہ کار بھی جوا بن جائےگا۔کیونکہ اس میں صارف کو انعام کا ملنا یا نہ ملنا غیر یقینی ہے۔

اس کے برعکس اگر ""Jazzکمپنی کہے کہ ہم اپنے تمام کسٹمرز کو عمرے کی قرعہ اندازی میں شامل کرتے ہیں یا "امتیاز سپر اسٹورز"والے کہیں کہ ہم اپنے تمام صارفین کو گاڑی کی قرعہ اندازی میں شامل کرتے ہیں اور اس کے لئے کسٹمر پر کوئی شرط نہیں ہوگی، پھر چاہے کوئی پانچ روپے کی خریداری کرے یا پانچ ہزار کی، سب اس قرعہ اندازی میں شامل ہوں گے۔ اِسی طرح جیز کمپنی کے صارفین پر بھی بیلنس کی مد میں کوئی رقم خرچ کرنے کی پابندی نہ ہو گی تو یہ جائز ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔

خلاصہ :

مختصراً یہ کہ اگر کسی انعامی اسکیم میں شامل ہونے کےلئے آپ کو کوئی مخصوص رقم خرچ کرنی پڑتی ہے اور اس کے بعد بھی آپ کو انعام کا ملنا یقین نہیں ہوتا تو وہ جوا ہے جو کہ حرام ہے ۔ البتہ اگر آپ بنا رقم خرچ کئے کسی ایسی اسکیم میں شامل کئے جارہے ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں یا قرعہ اندازی میں انعام نکل آنے کی صورت میں انعام کو حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں یہ جائز ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو حلال اختیار کرنے کی اور حرام سے بچنے کی توفیق عطا ء فرمائے ۔ آمین

(24) ماہ رجب تعارف ، فضیلت اور بدعات کی حقیقت

الشیخ عبدالمجید محمد حسین بلتستانی حفظہ اللہ

تحریر: الشیخ عبدالمجید حسین بلتستانی حفظہ اللہ

اســـلام ایک دین فطرت ہے ،اس دین میں ســـنت کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے اس کی اتباع کا حکم دیاہے اور بدعات ســـے ســـختی کے ســـاتھ ڈراتے ہوئے اس ســـے بچنے کی تاکید کی ہے۔ انہی بدعات میں ســـے کچھ بدعات کا تعلق ماہ رجب کے حوالے سے ہے ، جسے یہاں بیان کرنا مقصود ہے۔

رجب کا معنی:

رجب کا لغوی معنی عزت واحترام کے ہے،یہ ماہ ان چارمہینوں میں ســـے ایک ہے جو حرمت والے کہلاتے ہیں،جن میں لڑائی وغیرہ کو ســـختی ســـے منع کیاگیاہے،اس کا ذکر سورہ توبہ کی آیت نمبر36میں اللہ تعالی نے کیاہے۔

نبیﷺ نے فرمایاہے : وقت (زمانہ) اس حالت میں پلٹ آیا ہے جس حالت میں اس روزتھا جب اللہ تعالیٰ نے زمین وآســـمان پیدا کیے تھے ســـال میں بارہ مہینے ہیں ان میں ســـے چار حرمت والے ہیں وہ بھی تین تو لگاتـار ہیں ذوالقعدہ، ذوالحجۃ اورمحرم جبکہ چوتھا رجب مضر ہے جو کہ جمادی الثانی اور شعبان کے درمیان آتاہے۔ ‘‘1

اســـلام ســـے قبل دور جاہلیت میں اس مہینے کا بہت زیادہ احترام کیا جاتا تھا،اس کی حرمت کو اسلام نے بھی برقرار رکھاہے ۔

ماہ رجب کے بارے میں وا رد شدہ آثار

ماہ رجب کے حوالے ســـے اوپر جو صـــحیح حدیث ذکر ہوئی ہے یہی ایک حدیث صـــحیح ہے جس میں اس کی حرمت کو بیان کیاگیاہے،باقی کچھ ضـــعیف اور موضـــوع احادیث ہیں جس میں کچھ فضـــائل بیان ہوئے لیکن ان کے ضعیف اور موضوع ہونے کی وجہ سے وہ قابل توجہ نہیں ۔

ماہ رجب کی بدعات:

ہوس کے پجاری مولویوں نے عوام الناس کے مذہبی جذبات ســـے کھیلتے ہوئے کچھ بدعات رائج کیں کہ جس کے ذریعے ســـے عوام کو حقیقی دین سے دور رکھاجائےضرورت اس امر کی ہے کہ عامۃ الناس میں دینی شعور کو بیدار کرتے ہوئے انھیں اس کی تباہ کاریوں ســـے آگاہ کیاجائے۔ ماہ رجب میں رائج بدعات درج ذیل ہیں:

1-ماہ رجب میں ’’صـــلاۃالرغائب‘‘ کے نام سے ایک نماز کی بدعت رائج کی گئی ہے ،یہ نماز رجب کی پہلی جمعرات کو مغرب اور عشاء کے درمیان ادا کی جاتی ہے،یہ بارہ رکعات پر مشـــتمل ہے اور دو دو کرکے ادا کی جاتی ہیں، جس کے ادا کرنے کا طریقہ اس طرح ہے:اس نماز کی ہر رکعت میں

سورہ فاتحہ ،سورہ قدر،سورہ اخلاص ترتیب کے ساتھ تین تین دفعہ پڑھے جاتے ہیں،نماز سے فراغت کے بعد ساٹھ بار یہ درود
اللھم صل علی محمد النبی الامی وعلی آلہ
پڑھاجاتاہے،سجدہ میں
سبوح قدوس رب الملائکۃ والروح
ساٹھ بارپڑھاجاتاہے، پھر سجدے سے اٹھ کر یہ دعا
رب اغفرلی وارحم وتجاوز عما تعلم انک انت العزیز الاعظم
ساٹھ بار پڑھی جاتی ہے،دوسرے سجدے میں بھی یہی کیاجاتاہے۔
اس نماز کے من گھڑت ہونے کے حوالے سے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:''اس نماز کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں ،نہ یہ باجماعت ادا کی جاسکتی ہے اور نہ ہی انفرادی''2
امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:''رجب کے پہلے جمعہ میں پڑھی جانےوالی نماز(الرغائب) کے بارے میں وارد شدہ تمام احادیث نبی ﷺ پر محض افتراء ہیں''3
امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ نماز نبی ﷺ نے اور نہ ہی آپ کے اصحاب نے پڑھی ہے یہ بہت بعد کی ایجاد(بدعت) ہے4

2-ماہ رجب میں خصوصی روزے رکھنا:

ماہ رجب کی بدعات میں سے ایک بدعت یہ بھی ہے کہ اس ماہ کو روزوں کے لیے خاص کرناہے،اس کی خصوصیت کی کوئی صحیح دلیل نبی ﷺ سے ثابت نہیں،شیخ البانی رحمہ اللہ نے امام ابن تیمیہ رحمہ کے حوالے سے نقل کیاہے:''اس مہینے میں روزوں کے حوالے سے نبی ﷺ سے کچھ بھی ثابت نہیں اور نا ہی اسلاف نے خاص طور پران کا اہتمام کیاہے،بلکہ حضرت عمر رضی اللہ نے اس ماہ میں روزوں کا اہتمام کرنے والوں کو تعزیراً سزا دیتے اور فرماتے کہ اس کو رمضان کی طرح مت بناؤ''5

3-شب معراج کی عبادت:

ماہ رجب کی بدعات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ شب معراج کو عباد کے لیے خاص کرنا ہے،حالانکہ اس رات کو عبات کے لیے خاص کرنے کا ذکر کتاب وسنت میں کہیں بھی وارد نہیں ہے ،اس امت کے بہترین لوگ جو سلف صالحین کہلاتے ہیں جوکہ نیکیوں میں شدید رغبت رکھنے والے تھے ان کے شب روز اس عمل سے خالی نظر آتے ہیں۔اس رات محافل کا انعقاد بھی کیاجاتاہے یہ سب بدعات کے زمرے میں آتی ہیں جو کہ صریح گمراہی ہے اور گمراہی بدعت اور ہر بدعت کا ٹھکانہ جہنم کی آگ ہے۔(اعاذنا اللہ منھا)

یاد رہے کہ معراج کی رات کے تعین میں ہی اختلاف ہے تو 27 رجب کی شب کو شب معراج قرار دے کر اس میں عبات کا اہتمام کرنا ہی مشکوک عمل ہے۔

4-رجب کے کونڈے:

اس ماہ کی 22 تاریخ کو کونڈوں کا اہتمام کیاجاتاہے جوکہ پیٹ کے پجاری ملاؤں نے اپنے کھانے پینے کے سلسلے کو دین سے جوڑ کر لوگوں کے دین ایمان اور مال پر ڈاکہ ڈالنا شروع کردیا اور اس حوالے سے امام جعفرصادق رحمہ اللہ کی طرف عجیب وغریب جھوٹ پر مبنی داستان منسوب کرکے یہ سلسلہ شروع کیاگیا۔ یہ رسم برصغیر میں رائج ہے ۔یہ رسم کہاں سے اور کب شروع ہوئی ؟ اس کے حوالے سے '' ماہنامہ دعوت اہل حدیث'' میں اس عنوان سے شائع ہونے والی تحریر کا یہ اقتباس ملاحظہ کیجیے:

''کونڈوں کی یہ رسم بعد میں عام مسلمانوں میں کس طرح پھیلی: ہوایوں کہ 1906ء میں ریاست رام پور میں امیرمینائی لکھنوی کے فرزند خورشید احمدمینائی نے ایک عجیب وغریب لکڑ ہارے کی کہانی چھپواکر رام پور کے مسلمانوں میں تقسیم کروادی اس کہانی کی کوئی سند نہیں ہے اور نہ ہی کسی مستند کتاب میں موجود ہے۔ اس جھوٹی داستان کانام ''داستانِ عجیب'' اور''نیازنامہ'' رکھاگیا۔ اس کہانی کا خلاصہ یہ ہے کہ ۲۲ رجب کو اگر کوئی شخص امام جعفررحمہ اللہ کے نام کی کونڈوں کی نیاز کرے گا تو اس کی ہرحاجت پوری ہوگی، اگر ایسا نہ ہوتوقیامت کے دن وہ میرا(امام جعفر) کا دامن پکڑسکتاہے۔ معاذاللہ6

یہ رسم بد اعدائےاسلام روافض کی کارستانی جوکہ بغض صحابہ کا کوئی بھی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے ،22 رجب المرجب(60ھ میں) کاتب وحی، جلیل القدر صحابی رسولﷺفاتح شام و قبرص عظیم سیاستدان اور 19سال تک 64 لاکھ مربع میل پر حکمرانی کرنے والے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ کی وفات کا دن ہے اس لیے یہ اسلام کے دشمن کونڈوں کی آڑ میں ان جلیل القدر صحابی کی وفات کا جشن مناتے ہیں۔قاتلھم اللہ

ہمارے سادہ لوح مسلمان امام جعفر صادق کے محترم نام سے دھوکہ کھا کر اس خوشی کا حصہ بنتے ہیں اور نادانی میں یہ جہالت کربیٹھتے ہیں۔

اللہ تعالی ہمیں صحیح دین کا فہم عطا کرے اور بدعات سے محفوظ رکھ کر سنت کی پیروی کرنے والا بنائے،صحابہ اکرام واہل بیت عظام رضوان علھیم اجمعین کی سچی محبت نصیب فرمائے ۔آمین۔

1(صحیح بخاری شریف،حدیث نمبر:3197)

2(مجموع فتاویٰ134/23)
3(المنار المنیف،ص:95،حدیث:167)
4(البدع الحولیۃ:74)
5(ارواءالغلیل113/4)
6(دعوت اہل حدیث،اپریل2017ء)

(25) ویلنٹائن ڈے! بے حیائی کا عالمی دن اور ہماری ذمہ داری

الشیخ حافظ محمد یونس اثری حفظہ اللہ

-Valentine's Day! World Obscenity Day and our responsibility

تحریر : الشیخ حافظ محمد یونس اثری حفظہ اللہ

محبت کے نام پر منایا جانے والا عالمی دن، جسے ویلنٹائن ڈے کے نام سے جانا جاتا ہے ، اسے ہر سال 14 فروری کو دنیا بھر میں سرکاری و غیر سرکاری سطح پر منایا جاتا ہے - اسے لوورز فیسٹیول (Lovers Festival) کا نام بھی دیا جاتا ہے- اس دن کو کسی طور پر محبت کا دن نہیں کہا جاسکتا ، حقیقت یہ ہے کہ محبتوں کا نہیں بلکہ نفرتوں کے بیج بونے کا عالمی دن ہے کیونکہ اس دن جو کچھ ہوتا ہے، ان تمام کاموں کا انجام محبت کے بجائے نفرت ہوتی ہے ، نیز یہ بے حیائی اور فحاشی و عریانیت کا عالمی دن ہے ،اس دن کی بنیاد میں ہی منفی پہلو موجود ہے، کہا جاتا ہے کہ ویلنٹائن نامی ایک پادری جب ایک راہبہ سے عشق کربیٹھا تو اسے گناہ کے لیے یہ کہہ کر آمادہ کیا کہ 14 فروری کو ہم جو کچھ کریں گے گناہ نہ ہوگا اورراہبہ پادری کی اس بات میں آ گئی اور یہ دونوں اس گناہ کے مرتکب ہوگئے ،یقیناً یہ ایسی بے حیائی تھی جسے کوئی قوم و ملت قبول نہیں کرسکتی اور انہیں اس گناہ پر قتل کردیا گیا ،(ویلنٹائن ڈے کے حوالے سے مزید داستانیں بھی بیان کی جاتی ہیں) بعد میں اسی مرض میں مبتلا لوگوں نے اس دن کو منانا شروع کردیا ، گویا کہ اس دن کو منانا اور اس کی تشہیر کرنا ہی آپ کی سوچ اور آپ کی مزاج کی نشاندہی کردیتا ہے ، دین اسلام تو

اس کامخالف ہے ہی ،عیسائی پادریوں نے بھی جمع ہوکر 2016ء میں اس دن کی شدید مذمت کی ، لہذا دین اسلام میں اس کی اجازت بہت دور کی بات ہے ، کسی بھی حیادار شخص یا عورت کا اسے قبول کرنا ممکن نہیں۔

پاکستان میں یوم حیا

2019ء میں اس دن کچھ لوگوں کی طرف سے اسی دن ایک اچھا اقدام یہ کیا گیا، شرم وحیا سے عاری بد طینت قسم کے لوگوں کی حوصلہ شکنی اور اس دن کی بھرپور مذمت کے لیے اسی دن یوم حیا کو بڑے زور و شور سے منایا گیا۔

قابلَ مذمت لوگ :

دوسری طرف افسوس تو ان لوگوں پر بھی ہے جو خوامخواہ اس قسم کےحیاباختہ دنوں کے منانے اور حیا باختگی پر خصوصی زور دیتے ہیں، بعض دھیمی زبان میں اس کی تشہیر یا ایسے گماشتہ لوگوں کی حوصلہ افزائی کا ’’فریضہ ‘‘ بھی نبھاتے ہیں ، مثلاً ایک نامور کالم نگار و صحافی اس حوالےسے لکھتے ہوئے اس دن کا تعارف اس انداز میں کرواتے ہیں کہ ’’پیار کرنے والوں کی مسرت میں اضافہ کرنے اور پیار کے اظہار کا ایک روایتی موقع فراہم کرنے کے لئے ’’ویلنٹائن ڈے ‘‘ پھر آن پہنچا ہے ‘‘ موصوف کہ یہ جملے ہی بتارہے ہیں کہ وہ کس مرض کا شکار ہیں اور کس قسم کی تشہیر چاہتے ہیں گوکہ اس کے متنازع ہونے کا تذکرہ بھی آخر میں انتہائی سرسری انداز میں ذکر کرکے ’’میانہ رو ‘‘ ہونے کا ’’شرف‘‘ بھی حاصل کرلیتے ہیں ۔ لیکن سوال یہ ہے کہ بے حیائی تو کسی مسلمان کے یہاں متنازع نہیں ہے، حیا کا تو تعلق ہی اسلام سے ایسا ہے کہ اسے ایمان میں سے قرار دیا گیا ، جب ایسی بنیادی قسم کی صفات جو اسلامی اخلاقیات لازمی جز ہیں ، انہیں متنازع بنانے کی کوشش کی جائے گی تو باقی کیا بچے گا ؟

مسلمان نوجوان اور ویلنٹائن ڈے

بالخصوص حیرت کا مقام ہے ان مسلمانوں کے حوالے سے جو خود کو بڑی خوشی اور فخر سے مسلمان بھی گردانتے ہیں ، لیکن اسلامی اخلاقیات کا پاس رکھنا تو کجا ایسے بے حیائی فحاشی و عریانیت پر مبنی دن بھی منانا چاہتے ہیں جس کے پیچھے صرف ایک ہی غرض ہے اور وہ اپنی شہوات کی تسکین خواہ اس کے لیے بے راہ روی کی آخری حدوں کو ہی پہنچنا پڑے،ایس ے لوگوں کی نصیحت کے لیے چند ایسے دلائل پیش کیے جارہے ہیں جن سے یہ بات معلوم ہوگی کہ حیا کی دین اسلام میں کتنی بڑی حیثیت ہے اور بے حیائی کے نقصانات کس قدر ہیں ۔

تمام انبیاء ، سلف صالحین اولیاء اللہ حیاء والے تھے :
تمام انبیاء ، صـــالحین ، اولیاء اللہ حیاء کے پیکر تھے ، تمام انبیاء کے کلا م میں ســے ایک یہ بھی ہے ” جب تم میں حیاء نہ رہے تو پھر جو چاہے کرو۔ “ (بخاری)
حیاء اور ایمان کا تعلق :
ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا ” حیاء ایمان کا حصہ ہے “ (بخاری مســلم) بلکہ ایک حدیث میں تو یہاں تک فرمایا:”حیاء اور ایمان دونوں ساتھی ہیں ، ان میں سے ایک چلا جائے تو دوسرا خود بخود چلاجاتا ہے۔ “
دین اسلام کی اخلاقیات اور حیا :
دین اســلام کے بارے میں تو واضــح طور پر فرمایا کہ” ہر دین کی اپنی اخلاقیات ہوتی ہیں ، اسلام کی اخلاقیات حیاء پر قائم ہیں۔ “ (سنن ابن ماجہ)
حیاء اور بھلائی کا تعلق :
ایک حدیث میں رســول اکرم ﷺ نے فرمایا: حیاء میں خیر ہی خیر ہے۔ “ (صحیح مسلم)
بے حیائی کا نقصان :
رســول اللہ ﷺ نے فرمایا: ” حیا جس میں داخل ہوجائے اســے خوبصــورت بنادیتی ہے اور جس میں بے حیائی آجائے تو برا بنادیتی ہے۔ “ (جامع ترمذی ، سنن ابن ماجہ)
خلاصہ کلام یہ ہے کہ ان دلائل کی روشنی میں حیاء کی مسلمہ حیثیت ، اس کا اسلام سے تعلق واضح ہوجاتا ہے ، اب جو بھی رسم و رواج یا کام ، اس کے خلاف ہو یا اس کو متاثر کرتا ہو وہ ناجائز اور گناہ ہے ، اور کبیرہ گناہوں کے حوالے سے یہ مسئلہ ذہن نشین رہنا چاہیے کہ کبیرہ گناہوں کا منکر اور ان کو حلال قرار دینے والے کا ایمان خطرے میں ہے ۔ اس لیے ویلنٹائن ڈے کو کسی صورت متنازع ، مختلف فیہ قرار نہیں دیا جاسکتا بلکہ یہ اسلامی دلائل کی رو سے متفقہ طور پر حرام اور ناجائز ہے ۔

(26) وہ دن جب راز کھولے جائیں گے

الشیخ عبدالمجید محمد حسین بلتستانی حفظہ اللہ

تحریر : الشیخ عبدالمجید محمد حسین بلتستانی حفظہ اللہ

گزشتہ دنوں جب واٹس ایپ نے یہ اعلان کیا کہ اس کے صارفین کی تمام خفیہ معلومات(پرائیویسی)کو ظاہر کردے گا ،اس اعلان کا ہوناتھا کہ واٹس ایپ کے صارفین میں طوفان بلکہ بھونچال آگیا۔ واٹس ایپ کے صارفین واٹس ایپ کو چھوڑکر اس قسم کے دوسرے ایپس((APPSپر منتقل ہوگئے۔انسان کو بلکہ ایک بندہ مؤمن کو یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی بھی چیز مخفی نہیں ہے ۔ اس اہم بات کو اللہ تعالیٰ نےقرآن پاک میں متعدد مقامات پر بیان فرمایاہے:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَخْفَى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ

آل عمران – 5

بے شک اللہ وہ ہے جس پر کوئی چیز نہ زمین میں چھپی رہتی ہے اور نہ آسمان میں۔

وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّونَ وَمَا تُعْلِنُونَ

النحل – 19

اور اللہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو۔

إِنَّهُ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفَى

الاعلیٰ – 7

یقینا وہ کھلی بات کو جانتا ہے اور اس بات کو بھی جو چھپی ہوئی ہے۔

وَإِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَإِنَّهُ يَعْلَمُ السِّرَّ وَأَخْفَى

طٰہ – 7

اور اگر تو اونچی آواز سے بات کرے تو وہ تو پوشیدہ اور اس سے بھی پوشیدہ بات کو جانتا ہے۔

إِنَّهُ يَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُونَ

الانبیاء – 110

بے شک وہ بلند آواز سے کی ہوئی بات کو جانتا ہے اور وہ بھی جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو۔

بلکہ اللہ تعالیٰ سرگوشیوں کو بھی جانتاہے:

مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَى ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا أَدْنَى مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا

المجادلة – 7

کوئی تین آدمیوں کی کوئی سرگوشی نہیں ہوتی مگر وہ ان کا چوتھا ہوتا ہے اور نہ کوئی پانچ آدمیوں کی مگر وہ ان کا چھٹا ہوتا ہے اور نہ اس سے کم ہوتے ہیں اور نہ زیادہ مگر وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے، جہاں بھی ہوں۔

ان آیات سے واضح ہواکہ اللہ تعالی سے کوئی چیز دنیا میں چھپی ہوئی نہیں ہے تو انسان کو سوچنا چاہیے کہ کل قیامت کو اس کی ساری زندگی کے کرتوت کھلی کتاب کی مانند اس کے سامنے ہوگی ۔

دنیا میں تو انسان چند لوگوں سے اپنی خفیہ معلومات کو چھپانے کےلیے سارے جتن کرتاہے ، لیکن اس دن اس کی ساری زندگی کچا چٹھا پوری کائنات کے سامنے لایاجائےگا اور منہ چھپانے کوبھی جگہ نہ ہوگی۔اس دن اپنے گناہوں کو دیکھ کر شدت کے ساتھ اس بات کی تمنا کرےگا:

يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُحْضَرًا وَمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوءٍ تَوَدُّ لَوْ أَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهُ أَمَدًا بَعِيدًا وَيُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ

آل عمران – 30

جس دن ہر شخص حاضر کیا ہوا پائے گا جو اس نے نیکی میں سے کیا اور وہ بھی جو اس نے برائی میں سے کیا، چاہے گا کاش! اس کے درمیان اور اس کے درمیان بہت دور کا فاصلہ ہوتا اور اللہ تمھیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے اور اللہ بندوں سے بے حد نرمی کرنے والا ہے۔

وَوُضِعَ الْكِتَابُ فَتَرَى الْمُجْرِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا فِيهِ وَيَقُولُونَ يَا وَيْلَتَنَا مَالِ هَذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً إِلَّا أَحْصَاهَا وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا

الکھف – 49

اور کتاب رکھی جائے گی، پس تو مجرموں کو دیکھے گا کہ اس سے ڈرنے والے ہوں گے جو اس میں ہوگا اور کہیں گے ہائے ہماری بربادی! اس کتاب کو کیا ہے، نہ کوئی چھوٹی بات چھوڑتی ہے اور نہ بڑی مگر اس نے اسے ضبط کر رکھا ہے، اور انھوں نے جو کچھ کیا اسے موجود پائیں گے اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

ایک رائی کے دانے کے برابر بھی نیکی یا برائی کو بھی ظاہر کردیاجائے گا۔جب یہ کیفیت اس دن

ہم سب کے ساتھ پیش آنی ہے تو ہمیں اس دن کے لیے بخوبی تیاری کرنا چاہیے تاکہ اس دن کی رسوائی سے بچ سکیں ۔

اللہ تعالی سے دعاہے کہ ہمیں کتاب وسنت پر قائم ودائم رکھے۔ آمین

(27) کیا ایزی پیسہ اور جیز کیش آفرز استعمال کرنا جائز ہے؟

تحریر : الشیخ عثمان صفدر

دورِ جدید میں جہاں دیگر چیزوں نے ترقی کی وہیں تجارتی ذرائع اور کاروباری طریقو ں میں بھی جدت آگئی ہے۔ جیسے پہلے بینک کے معمولی معاملات کے لئے بھی صارف کا بینک کی برانچ میں جانا ضروری ہوتا تھا ۔پھر انٹرنیٹ آیا اور آہستہ آہستہ سارے بینک اپنے سسٹم سمیت آن لائن ہوگئے۔ اب ہمارے پاس موبائل فون ہے جس میں مو بائل بینکنگ کی سہولت بھی میسر ہے۔ اسی طرح ترسیلِ زر کےلئے دیگر کئی سروسز جن میں معروف نام "ایزی پیسہ "،"جیز کیش"اور اس قسم کی دیگر کمپنیاں ہیں جن کی سروسز دراصل موبائل بینکنگ ہیں۔

موبائل بینکنگ کی آفر :

ہم موبائل بینکنگ کی طرح ان سروسز کے اکاؤنٹس میں رقم ڈپازٹ کرواتے ہیں ،پھر ان موبائل ایپلی کیشنز کے ذریعے مطلوبہ خریداری کرتے ہیں یعنی خریدی ہوئی چیز کی قیمت اداکردیتے ہیں۔اس میں کوئی قباحت بھی نہیں ہے کیونکہ یہ سب چیزیں روزمرہ کے معاملات میں آسانی اور سہولت کے لئے ہی بنائی گئی ہیں۔لیکن ایک چیز جس کے بارے میں اکثر پوچھا جاتا ہے جو کہ مشتبہ بھی ہےکہ ایزی پیسہ یا جیز کیش کی طرف سے آفرز ملتی ہے کہ اگر آپ اپنے ایزی پیسہ یا جیز کیش اکاؤنٹ

میں مقررہ رقم ڈپازٹ کریں گےتو آپ کے موبائل بیلنس میں مقررہ رقم ریچارج ہوجائے گی ۔
مذکورہ آفر کی حقیقت :
یہاں جس بات کو سمجھنے کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ ایزی پیسہ یا جیز کیش کے ذریعے خریداری یا رقم کی ترسیل حقیقتاً موبائل بینکنگ ہے۔مثال کے طور پر جس طرح ہم بینک اکاؤنٹ میں جب اپنی رقم ڈپازٹ کرواتے ہیں تووہ رقم بینک پر ایک قرض ہوتا ہے۔اور شریعت کا ایک اُصول ہے جس کو علماء نے اس طرح بیان کیا گیا کہ :
کلُّ قرْضٍ جَرَّ نفعًا فهو رِبًا
جس قرض کے ذریعے سے کوئی نفع حاصل کیا جائے تو وہ سُود ہوجاتا ہے۔
لہٰذا اگر ہم ایسی کسی ایپلی کیشن کو استعمال کرتے ہوئے اُ س میں رقم ڈپازٹ کریں اور اُ س ڈپازٹ پر ہمیں کوئی انعام ملے تواسے استعمال کرنا ہمارے لئے جائز نہیں ہے۔کیونکہ جو چیز انعام کی صورت میں ہمیں ملی ہے وہ رقم اکاؤنٹ میں ڈپازٹ کروانے کی وجہ سے ملی ہے۔ایزی پیسہ یا جیز کیش کی سروس کو استعمال کرتے ہوئے اگر ہم اپنی رقم کی ترسیل کررہے ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے ۔
البتہ اگر اِن ایپلی کیشنز میں رقم ڈپازٹ کرواکر کوئی انعام لیا جائےتو یہ بینک کے سیونگ اکاؤنٹ کی طرح کا معاملہ ہوگا جس طرح صارف کی طرف سے سیونگ اکاؤنٹ میں رقم رکھوائی جاتی ہے جس پر بینک ہر ماہ منافع کے نام سے صارف کو ایک مخصوص رقم ادا کرتا ہے اور صارف کی اصل رقم بینک میں اُسی طرح رکھی رہتی ہے۔ یا پھر یہ کہ کمپنی کی طرف سے بعض اوقات یہ کہا جاتا ہے کہ اگر آپ اتنی رقم اکاؤنٹ میں رکھتے ہیں تو آپ کو اتنا بیلنس ملے گا ۔
خلاصہ :
خلاصہ یہ ہے کہ ایسی کسی آفر یا انعام سے فائدہ حاصل کرنا شریعت کی رُو سے جائز نہیں ہے۔
اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو حلال اختیار کرنے کی اور حرام سے بچنے کی توفیق عطا ء فرمائے ۔ آمین

(28) تصنیف کے لیے سازگار ماحول کا انتخاب

الشیخ محمد خبیب احمد حفظہ اللہ

امام ابن الوزیر الیمانی (وفات 840ھ) مجتہد مطلق، علوم شــرعیہ وعقلیہ میں اوجِ کمال کو پہنچے ہوے، آٹھویں صـــدی ہجری کے مجدد، شـــاعر، ادیب، نسابہ، اصولی، المتکلم اور مفسر تھے. آپ کے کلام میں بلا کی گہرائی اور غور وفکر کی گیرائی تھی، ان کا علم ان کے سبھی اساتذہ کے علم پر بھاری تھا، جب دلائل کے انبار لگاتے اور فریقِ مخالف کا تعاقب کرتے تو شـــیخ الاسلام ابن تیمیہ، شیخ الاسلام ابن قیم الجوزیہ اور حافظ ابن حزم رحمھم اللہ کی یاد تازہ کر دیتے، غرض کہ اسلوب نگارش ہی یگانہ ہوتا.علمی وسعتوں کا دائرہ اتنا طویل کہ "ارداہ" کے بارے میں 1200عربی اشعار لکھ ڈالے.ابن الوزیر للحربی(:90).ایثار الحق لابن الوزیر :(183/2).

بعض اوقات ایک ہی مسـئلہ میں دو سـو سـے زائد احادیث ذکر کرتے چلے جاتے،اســی پر بس نہیں بلکہ ان کے راویوں پر بڑی گہری نگاہ تھی.مقدمہ :الروض الباسم للشیخ عمران :(11/1).

ان کی معرکہ کتب میں العواصم والقواصم فی الذب عن سنۃ ابی القاسم ﷺ،جو 3 ضخیم جلدوں میں شائع شدہ ہے. یہ کتاب انھوں نے ملک یمن کے مشہور شہر صنعاء سے 200کلو میٹر دور بنی مسلم کے پہاڑی سلسلے میں جا کر لکھی. کچھ حصہ صنعا کی مشرقی جانب جبلِ نقم کے غار میں جا کر لکھا. ابن الوزیر وآراؤہ الاعتقادیہ للعلی بن علی جابر الحربی :(97).مقدمہ تحقیق :ایثار الحق لابی نوح الیمنی: (54/1).

اسی طرح دوسری کتاب :ایثار الحق علی الخلق فی رد الخلافات الی المذھب الحق من اصول التوحید، بھی یحصب کے پہاڑی سلسلے میں جا کر لکھی.مقدمہ تحقیق :ایثار الحق (54/1).
اسی طرح دو مزید کتب میں پہاڑی سلسلے میں جا کر لکھیں.
1:انیس الاکیاس فی الاعتزال عن الناس.ابن الوزیر للحربی :(90).
2:کتاب العزلۃ.ابن الوزیر للحربی :(100).
انھوں نے کل 42کتب ورسائل لکھے، جو اپنے موضوع پر مرجع کی حیثیت رکھتے ہیں. جن میں تنقیح الأنظار فی علوم الآثار(اس کی شرح :توضیح الافکار للصنعانی ہے). الروض الباسم (العواصم والقواصم کا اختصار) ہے.
نیز ملاحظہ ہو :ابن الوزیر :(89_101).
(29) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں اہلِ سنہ کا مؤقف کیا ہے؟
امت محمدیہ کے سب سے افضل اور ارفع شخصیات صحابہ کرام رضی اللہ عنھم تھے قرآن و سنت میں اہل ایمان کے جتنے خصائص بیان ہوئے ہیں وہ بدرجہ اتم صحابہ کرام میں موجود تھے اور یہ وہ لوگ تھے جنھیں وحی کے ذریعے بار بار براہ راست مخاطب کیا گیا اور بہت سوں کو نام لے کر مختلف اوقات میں جنت کی بشارت دی گئی اور ان سب سے اللہ عزوجل نے "الحسنیٰ" کا وعدہ کیا اور مفسرین نے یہاں حسنی سے مراد جنت لیا ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے زمانے اور پھر اسکے بعد کے زمانے کو بہترین قرار دیا کیونکہ اس میں وہ لوگ موجود تھے جنھوں نے براہ راست رسول اللہ ﷺکو دیکھا اور شریعت کو دیکھا صحابہ کرام پہ ایمان کو علماء کرام نے بالاجماع عقیدے کے مسائل میں شمار کیا ہے اور یہ اس وقت ہوا جب خوارج اور روافض نے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کو سب وشتم کا نشانہ بنایا اور انکی شان میں تنقیص کی کوشش کی اور صحابہ کرام کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کئے کیونکہ قرآن اور رسول اللہ علیہ الصلاۃ والسلام کے بارے شک پیدا کرنا مشکل تھا لہذا اصحاب رسول ایسے شریر لوگوں کے لئے چور رستہ تھا جس سے انھوں نے کبھی انھیں منافق کہاکبھی مرتد کہا اور کبھی کہا کہ وہ جاہل اور غیر فقیہ تھے جو قرآن وسنت کو صحیح سمجھ نا سکے۔ ان سب کے مقابلے میں اہل السنّۃ اعتدال کے مذہب پہ ہیں اور اس چور راستے کو بند کرنے کے لئے اصحاب رسول کے متعلق امور کو عقیدےمیں شمارکرتے ہیں اور درج ذیل امور کو لازم جانتے ہیں:
1اہل السنہ یہ مؤقف رکھتے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سب کے سب عادل تھے اور ان میں سے ہر ایک پاکیزہ دل اور حب ایمان

سے بھرپور تھا انھوں نے من وعن کتاب و سنت میں جو حکم ان کے لئے آیا اسے قبول کیا وہ نفاق اور ارتداد دونوں سے بری تھے وہ رسول اللہ ﷺاور انکے اہل وعیال سے شدید محبت رکھتے تھے۔

2 اہل السنّۃ ان صحابہ کو افضل مانتے ہیں جو صلح حدیبیہ سے پہلے مسلمان ہوئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جانیں اور مال دونوں پیش کئے اور اللہ تعالیٰ ان دونوں گروہوں یعنی صلح حدیبیہ سے قبل اور بعد اسلام لانے والے دونوں سے اچھائی کا وعدہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ سے بہتر کس کا وعدہ ہو سکتا ہے!

3اہل السنّۃ قرآن و سنت کی نصوص کی روشنی میں مہاجرین صحابہ کو انصار مدینہ سے افضل مانتے ہیں۔

4اہل السنّۃ اہل بدر اور بیعت رضوان میں حصہ لینے والوں کو سب سے افضل مانتے ہیں؛ کیونکہ اہل بدر کے بارے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وکانوا ثلاث مائة وبضعة عشر -: اعملوا ما شئتم؛ فقد غفرتُ لكم

صحیح مسلم – رقم/2195

وہ تین سو دس اور کچھ تھے'' تم چاہے جو مرضی کرو میں نے تمھیں معاف کر دیا ہے''۔ اور اسی طرح صلح حدیبیہ میں بیعت رضوان میں حصے لینے والوں کے بارے یہ یقین رکھتے ہیں کہ درخت کے نیچے چودہ سوسے زائد جنھوں نے رسول اللہ ﷺکے ہاتھ پہ بیعت کی ان پہ جہنم کی آگ حرام کر دی گئی جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت موجود ہے:

لا يدخل النارَ إن شاء الله من أصحاب الشجرة أحدُ الذين بايعوا تحتها

صحیح مسلم – رقم 2496

5اہل السنّۃ ان سب کی جنت کی گواہی دیتے ہیں جن کا نام لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے جنتی ہونے کی گواہی دی اور ان میں سب سے پہلے وہ دس صحابہ کرام شامل ہیں جنھیں ایک ہی مجلس میں جنت کی بشارت دی گئی اور وہ یہ ہیں: ابوبکر، عمر، عثمان، علی،طلحہ ،زبیر، عبدالرحمن بن عوف، ابو عبیدہ بن الجراح،سعد اور سعید رضی اللہ عنھم ہیں۔ اور اسی طرح وہ صحابہ کرام ہیں جنھیں وقتاً فوقتاً زبان رسالت سے جنت کی بشارت دی گئی۔

6اہل السنّۃ اس چیز پہ ایمان لاتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے بعد بہترین امتی جناب سیدنا ابو بکر صدیق ہیں اسکے بعد سیدنا عمر بن الخطاب پھر سیدناعثمان بن عفان اور پھر سیدناعلی بن ابو طالب رضی اللہ عنھم ہیں۔

7اہل السنّۃ کا ایمان ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے درمیان جناب عثمان رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت کے بعد جو تنازعات اور فتنے برپا

ہوئے انکے بارے خاموشی اختیار کی جائے اور ان معاملات میں اپنی زبانوں کو آلودہ نا کیا جائے اور اہل السنّۃ کا ایمان ہے کہ جنگ جمل کا فتنہ جناب علی جناب طلحہ بن عبیداللہ زبیر بن عوام اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنھم کسی کے اختیار میں نہیں رہا تھا اور یہ سب مسلمانوں کے درمیان اصلاح کے لئے نکلے تھے اور یہ سب وہ بھی ہیں جنھیں زبان رسالت سے جنت کی بشارت دی گئی ہے۔

8اہل السنّۃ تمام اصحاب رسول سے محبت کرتے ہیں اور کسی ایک فضائل بیان کرتے ہوئے کسی دوسرے کی تنقیص نہیں کرتے سب وشتم کا اظہار نہیں کرتے اور کسی صحابی سے برات کا اظہار نہیں کرتے اور جو صحابہ کرام رضی اللہ عنھم سے بغض رکھے ان سے بغض رکھتے ہیں۔

9اہل السنّۃ کا یہ موقف ہے کہ سیدنا علی اور سیدنا معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنھما کے درمیان جو بھی ہوا اس پہ توقف اختیار کیا جائے اور اسکے ساتھ یہ مؤقف رکھا جائے کہ ان دونوں کے درمیان جو کچھ تنزاع ہوا اس میں جناب علی حق پہ تھے اور جناب معاویہ کا اجتہاد سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے لڑنے میں درست نہیں تھا۔

10اہل السنّۃ یہ مؤقف رکھتے ہیں اہل بیت سے محبت ایمان کا تقاضا ہے اور یہ کہ اہل بیت میں رسول اللہ ﷺ کی تمام بیویاں شامل ہیں اور اسکے علاؤہ آپ کی تمام بیٹیاں(زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ)سیدنا علی، حسن وحسین اور زینب بنت علی رضی اللہ عنھم یہ سب اہل بیت میں شامل ہیں اور یہ کہ رسول اللہ ﷺ کی تمام بیویاں صحابیات میں سے سب سے افضل ہیں اور مومنوں کی مائیں ہیں ان کے بارے جو زبان درازی کرے وہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہے اور جو ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے زبان درازی کرے وہ کافر ہے جیسا کہ سورہ النور میں اللہ عزوجل نے وضاحت کر دی اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں اور حسنین کریمین جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔

!اہل السنّۃ کا یہ مؤقف ہے کہ سبط رسول سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے سیدنا امیر معاویہ سے صلح کر کے اور خلافت سے دستبردار ہو کے نبی کریم ﷺکی اس پیشگوئی کو پورا کیا کہ میرا یہ بیٹا امت کے دو گروہوں کے درمیان صلح کروائے گا اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی کربلا میں شہادت مظلومانہ تھی اور انکے قاتل ظالم اور فاسق تھے۔

اہل السنّۃ کا یہ مؤقف ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم انبیاء علیھم السلام کی طرح معصوم عن الخطاء نہیں ہیں بلکہ ان سے صغیرہ اور کبیرہ گناہ سرزد ہو سکتے تھے لیکن وہ ایمان میں سبقت لے جانے والے تھے اور

انکے ایسے فضائل ہیں کہ ان سے جو غلطیاں سرزد ہوئی ہیں اس پہ انکی مغفرت یقینی ہیں اور یہ فضل انکے علاؤہ کسی امتی کو بالیقین حاصل نہیں ہے بلکہ انکے لئے یہ فضـــل بھی تھا کہ انکے قبل ایمان کی خطاؤں کو نیکیوں میں بدل دیا گیااور انکو یہ اعزاز بخشـــا گیا کہ انکی اللہ کی راہ میں خرچ ایک مدّ بعد میں آنے والوں کے احد پہاڑ کے برابر نفاق فی ســـبیل اللہ سے افضل ہے۔ انکی ہجرت حق العین تھی انکا جہاد اور قتال سب سے افضل تھا۔

اہل السنّۃ یہ مؤقف رکھتے ہیں قرآن اور فرمودات رسول علیہ الصلاۃ والسلام کی جو تشریحات صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے بیان کی ہیں وہی اصح اور درست ترین ہیں اور جس چیز پہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اتفاق کیا وہ درست ترین اجماع ہے جیسے صحابہ کرام کا مانعین زکوٰۃ سے جہاد اور قرآن کو جمع کرنا۔

اللہ عزوجل ہمیں اہل بیت ازواج مطہرات اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے دلی محبت عطا فرمائے کہ یہی حب اللہ اور حب رسول کا راستہ اور تقاضا ہے اور ہمیں انکی روشن سیرت پہ عمل کرنے کی توفیق دے۔آمین

---

(30) کرائے کی ماں

ڈاکٹر حافظ محمد زبیر حفظہ اللہ

Surrogate Mother]]

دوست کا سوال ہے کہ غامدی صاحب نے سروگیسی (surrogacy) یعنی کسی دوسری عورت کی کوکھ یا رحم کرائے پر لینے کو جائز قرار دیا ہے، آپ کی اس بارے کیا رائے ہے؟ میں نے غامدی صاحب کا وہ ویڈیو کلپ دیکھا ہے اور غالبا جو میں نے دیکھا ہے، یہ اس موضوع پر ان کا دوسرا کلپ ہے اور اس کا لنک پہلے کمنٹ میں موجود ہے۔ غامدی صاحب سے سوال یہ ہوا کہ اگر میاں بیوی کے اولاد نہ ہو سکتی ہو اور ان دونوں میاں بیوی کا نطفہ (sperm) کسی اور عورت کا رحم (uterus) کرائے پر لے کر اس میں رکھا جائے تو اس طرح سے بچے کی پیدائش جائز ہے یا نہیں؟
جواب: غامدی صاحب نے اس طرح سے بچے کے حصول کو جائز قرار دیا اور دلیل یہ بیان کی ہے کہ جس طرح سے کسی عورت کی چھاتیاں کرائے پر لی جا سکتی ہیں، اسی طرح سے اس کا رحم بھی کرائے پر لیا جا سکتا ہے۔ یعنی انہوں نے اس کو رضاعت کے مسئلے پر قیاس کیا ہے کہ عربوں میں یہ رواج عام تھا کہ کسی دوسری عورت سے اجرت پر اپنے بچے کو دودھ پلوا لیتے تھے تو یہ اس عورت کی چھاتیاں کرائے پر لینے کے مترادف ہے۔ تو جب میاں بیوی کسی دوسری عورت کی چھاتیاں کرائے پر لے سکتے ہیں تو اسی پر قیاس کرتے ہوئے اس کا رحم بھی کرائے پر لیا جا سکتا ہے۔
اہل علم کی اجتماعی اجتہاد کی علمی مجالس اور کمیٹیوں نے اس طرح بچہ حاصل کرنے کو شرعا حرام قرار دیا ہے۔ تنظیم تعاون اسلامی (OIC) کے تحت اسلامی فقہ اکیڈمی کے مجموعہ علماء نے 1986ء کے اپنے ایک اجلاس میں اس کی سات صورتیں بیان کرتے ہوئے دو کو جائز قرار دیا جبکہ پانچ کو حرام قرار دیا۔ جو دو صورتیں ضرورتا جائز ہیں؛ ان میں سے ایک یہ ہے کہ میاں بیوی کا سپرم لے کر اس کو رحم سے باہر فرٹیلائز کر کے بیوی ہی کے رحم میں انجیکٹ کر دیا جائے۔ دوسرا یہ کہ شوہر کا سپرم لے کر اس کو بیوی کے رحم میں انجیکٹ کر دیا جائے۔ لیکن جن صورتوں میں بیوی کے علاوہ کسی غیر عورت کے رحم میں میاں بیوی کا سپرم انجیکٹ کیا جاتا ہے تو اس کو حرام قرار دیا گیا۔
اسی طرح رابطہ عالم اسلامی کے تحت اسلامی فقہ اکیڈمی نے بھی اپنے 1985ء کے اجلاس میں صرف اسی صورت کو جائز قرار دیا ہے کہ میاں بیوی کا سپرم، بیوی ہی کے رحم میں انجیکٹ کیا جائے، کسی اور عورت کے رحم میں نہیں۔ اسی طرح مجمع البحوث اسلامیہ، مصر نے بھی اپنی ایک اجتماعی قرار داد میں کرائے پر رحم لینے کو ناجائز قرار دیا ہے۔ اور یہی عام طور اہل علم کا موقف ہے۔ اگرچہ بعض عربی آرٹیکلز میں اُس

رائے اور دلیل کا تذکرہ پڑھنے کو ملا جو غامدی صـــاحب نے بیان کی ہے لیکن اس کے قائل کا ذکر نہیں تھا۔ تو یہ رائے اگرچہ کافی عرصـــہ ســـے موجود ہے لیکن ایک غیر معروف رائے ہے۔

اب ہم دلیل کی طرف آتے ہیں۔ تو اہل علم کا رویہ ہے کہ وہ کسی بھی مسئلے میں سب سے پہلے کوئی نص تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں، پھر قیاس کی طرف جاتے ہیں اور قیاس بھی کسی نص ہی سے مربوط ہوتا ہے۔ غامدی صاحب کا کہنا ہے کہ یہ مسئلہ منصوص نہیں ہے۔ ہماری رائے میں ان کی یہ بات غلط ہے۔ یہ مســئلہ منصــوص ہے کہ اس بارے کئی ایک آیات اور احادیث میں رہنمائی موجود ہے۔

منصـــوص ہونے کے دو مفاہیم ہیں؛ ایک یہ کہ اس مســئلے میں کوئی نص موجود ہے اور یہاں نص سے مراد اصـول فقہ کی اصـطلاح میں نص ہے یعنی "ما سیق الکلام لاجلہ"۔ تو اس معنی میں یہ مسئلہ منصـوص نہیں ہے۔ دوسـرا منصـوص کا معنی یہ ہے کہ یہ مسئلہ نص میں آ گیا ہے یعنی کتاب وســنت کے متن میں اس کا ذکر موجود ہے تو اس معنی میں یہ مســئلہ منصـوص ہے۔ ہمارے فقہاء نے اسـتدلال کا ایک پورا نظام وضـع کیا ہے کہ جس کی بناء قواعد لغویہ عربیہ پر رکھی گئی ہے۔ اس نظام اســتدلال میں "نص" ســے نیچے "ظاہر" کی اصــطلاح موجود ہے۔ تو وہ نص کے علاوہ ظاہر کلام سے بھی اسـتدلال کے قائل ہیں جب تک کہ وہ نص کے خلاف نہ ہو۔

تو کلام اپنے معنی پر کســی طرح دلالت کرتا ہے، اس کو ســمجھنے کی ضـــرورت ہے۔ ہمارے فقہاء نے کلام کی اپنے معانی پر دلالت کو پانچ ڈائیمینشـنز سے دیکھا ہے یعنی معنی کی وسـعت کے اعتبار سے، لفظ کے اپنے معنی میں واضـح اور خفی ہونے کے اعتبار سے، لفظ کے اپنے معنی پر دلالت کے اعتبار ســے، لفظ کے اپنے معنی پر دلالت کی نوعیت کے اعتبار سے، اور مفہوم مخالف کے پہلو سے۔ پھر ہر ڈائمینشن میں آگے تہیں (layers) ہیں جیسـا کہ لفظ اپنے معنی میں واضـح ہے یا خفی، اس میں ایک لفظ میں آٹھ تہیں دریافت کی گئیں کہ لفظ کا معنی ان آٹھ تہوں میں سے کسی بھی تہہ میں ہو سـکتا ہے۔ یعنی لفظ کی مثال ایک آٹھ منزلہ عمارت کی سـی ہے کہ جس کے چار فلورز زیر زمین ہیں اور چار زمین کے اوپر ہیں اور معنی ان میں سے کسـی بھی فلور پر ہو سـکتا ہے۔ تو یہ لفظ اور معنی میں باہمی تعلق کی گہرائی ہے کہ جس ســے قائم ہونے والے نظام اســتدلال کو ہزاروں نہیں لاکھوں اہل علم نے قبول بھی کیا ہے اور اس میں کانٹری بیوٹ بھی کیا ہے۔ تو قرآن مجید کی آیت:

إِنْ أُمَّهَاتُهُمْ إِلا اللائِي وَلَدْنَهُمْ
المجادلة – 2
یعنی ان کی مائیں وہی ہیں کہ جنہوں نے ان کو پیدا کیا ہے۔
اس بارے میں ظاہر ہے کہ ماں پیدا کرنے والی ہی ہے اور جس کا سپرم ہے، اس کا کچھ بھی نہیں ہے۔
اسی بات کو اللہ کے رسولﷺ نے یوں ارشاد فرمایا:
الولد للفراش، وللعاهر الحجر
یعنی بچہ اسی کا ہے کہ جس کے بستر پر پیدا ہوا ہے اور زانی کو کچھ نہیں ملے گا۔ یہ روایت صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی ہے۔
تو یہ روایت بھی اس معاملے میں ظاہر ہے کہ بچہ اسی کا ہے کہ جس کے بستر پر پیدا ہوا ہے اور ماں بھی وہی ہے۔ تو اس آیت اور اس حدیث کا ایک مفہوم وہ ہے جو کہ نص ہے یعنی سیاق وسباق سے واضح ہو رہا ہے۔ اور ایک مفہوم وہ ہے جو ظاہر ہے۔ تو ظاہر سے استدلال قواعد لغویہ عربیہ کے عین مطابق صحیح اور درست ہے۔ لفظ کا معنی صرف نص یعنی "ما سیق الکلام لاجلہ" ہی نہیں ہوتا بلکہ ظاہر مفہوم بھی اس کا معنی ہی ہوتا ہے اور وہ لفظ اس معنی پر دلالت کر رہا ہوتا ہے اور ہر زبان میں اہل زبان اس دلالت کو قبول کرتے ہیں۔
اس بات کو ایک اور طرح سے سمجھیں کہ قرآن مجید نے مومن مردوں اور عورتوں کو "حفظ فروج" یعنی اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کا حکم دیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:
قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ
النور – 30
مسلمان مردوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت رکھیں۔
اور
وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ﴿٥﴾ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ
المؤمنون – 6/5
جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ بجز اپنی بیویوں اور ملکیت کی لونڈیوں کے یقیناً یہ ملامتیوں میں سے نہیں ہیں۔
حفظ فروج سے یہی مراد ہے کہ کوئی مومن مرد اپنا مادہ منویہ یعنی سپرم کسی غیر محرم عورت کے رحم میں نہ ڈالے اور صرف اپنی بیوی یا لونڈی ہی کے رحم میں اپنا مادہ منویہ ڈالے تا کہ وہ رحم اس کے مادہ منویہ کے

لیے ایک کھیتی کا کام دے۔ تو ان آیات کا بھی ظاہر مفہوم یہی ہے کہ ایک مرد کا سپرم صرف اپنی بیوی یا لونڈی کے رحم یعنی کھیت میں ایک بیج کی طرح بویا جا سکتا ہے۔

رہی غامدی صاحب کی یہ دلیل کہ قرآن مجید نے رضاعی ماں کو بھی تو ماں کہا ہے تو پھر آپ کی یہ دلیل کدھر گئی کہ ان کی ماں وہی ہے کہ جس نے ان کو پیدا کیا ہے؟ تو یہ کمزور استدلال ہے۔ قرآن مجید نے رضاعی ماں کو احتراما ماں کا درجہ دیا ہے اور وہ اس کی حقیقی ماں کی طرح نہیں ہے۔ بس ایک اعتبار سے اس کی ماں کی طرح ہے یعنی حرمت میں جیسا کہ قرآن مجید میں ازواج مطہرات کو اہل ایمان کی مائیں قرار دیا گیا ہے۔ اب اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ عام اہل ایمان ازواج مطہرات کو اپنی ماں کی طرح چھو بھی سکتے تھے اور پیار بھی کر سکتے تھے۔ تو یہ مجازا ماں کہا گیا ہے کہ ان دونوں کیسز میں من وجہ یعنی ایک اعتبار سے حقیقی ماں سے مشابہت ہے یعنی ان عورتوں سے نکاح کے حرام ہونے کے اعتبار سے۔

تو قرآن مجید کا یہ اسلوب حصر کا اسلوب ہے کہ ان کی ماں تو وہی ہے کہ جس نے ان کو پیدا کیا ہے۔ اور جب کلام میں حصر پیدا ہو جائے تو اس کا مفہوم لاکڈ ہو جاتا ہے۔ تو محل اختلاف یہ تھا کہ جس کا سپرم ہے، وہ ماں ہے یا جس نے پیدا کیا ہے، وہ ماں ہے۔ تو کتاب وسنت اس بارے واضح ہیں کہ جس نے پیدا کیا ہے، وہ ماں ہے یعنی حقیقی ماں وہی ہے۔ البتہ مجازا اس کو ماں کہا جا سکتا ہے کہ جس کا سپرم ہو جیسا کہ رضاعی ماں کو ماں کہہ دیا گیا ہے۔

رہی یہ دلیل کہ جب عورت کی چھاتیاں کرائے پر لی جا سکتی ہیں تو کوکھ کیوں نہیں؟ تو اس پر یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ جب کوکھ کرائے پر لی جا سکتی ہے تو عورت کی شرم گاہ کیوں نہیں کرائے پر لی جا سکتی؟ جب استئجار رحم جائز ہے تو استئجار فرج جائز کیوں نہیں ہے یعنی جسے عرف عام میں نکاح متعہ کہتے ہیں؟ تو اصل بات یہ ہے کہ قرآن مجید نے رضاعت کو جائز قرار دیا ہے، بس بات ختم ہو گئی۔ کسی عورت کا رحم کرائے پر لیا جا سکتا ہے، اس کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے بلکہ دلیل اس کے خلاف ہے۔

اور غامدی صاحب کا قیاس، قیاس مع الفارق ہے۔ قیاس کا ایک پورا نظام ہے، اور اصول فقہ میں سب سے گہری بحث قیاس کی بحث ہے۔ آپ کو علت نکالنی پڑتی ہے، پہلے تخریج یا تنقیح المناط کریں گے، پھر تحقیق المناط کا مرحلہ آئے گا، پھر اس علت کی شرائط کو پورا کریں گے کہ جو آپ نے

نکالی ہے کہ وہ متعدی بھی ہے یا نہیں، ظاہر وصـــف ہے یا نہیں، اس کی حکم سے مناسبت ہے یا نہیں، اگر ہے تو کسی طرح کی مناسبت ہے وغیرہ وغیرہ۔ اسے قیاس تھوڑا کہتے ہیں کہ یہ جائز ہے تو وہ بھی جائز ہے۔

نہ تو یہ قیاس ہے اور نہ ہی قواعد عامہ ســے اســتدلال ہے۔ قواعد عامہ میں بھی پہلے اس قاعدے کو بیان کریں کہ آپ مصلحت کے اصول سے استدلال کر رہے ہیں، آپ اســتحســان کے قاعدے کو اســتعمال کر رہے ہیں یا آپ کی دلیل استصحاب کا قاعدہ ہے۔ بس یہ کہہ دینا کہ یہ قواعد عامہ سے استدلال ہے، یہ کیا بیان ہوا؟ اور یہ کیا استدلال ہوا؟

(31) اسلامی ثقافت نہ تو عربی ہے نہ عجمی

میرا خیال ہے کہ ثقافت کو اگر ہم طرز معاشرت کے الفاظ سے تعبیر کریں تو بات آسانی سے سمجھ میں آجائے گی اور طرز معاشرت کا تعلق انسا ن کے اندر سے بھی ہے اور باہر سے بھی یعنی ظاہر و باطن سےاس بات سے ہی یہ مترشح ہوتا ہے کہ عمل اور عقیدہ طرزمعاشرت کا اہم اور بنیادی عنصر ہیں۔ عقیدے کی صحت اور خرابی عمل کی صحت اور خرابی کا باعث ہوتی ہے۔ عربوں کے طرز معاشرت کا جو حال مولانا الطاف حسین حالی نے اپنی مسدس میں منظوم کیا ہے۔ وہ عربی ثقافت کو سمجھنے میں ہماری مدد کرے گا۔

وہ ایک جگہ لکھتے ہیں

کہیں پانی پینے پلانے پہ جھگڑا
کہیں گھوڑا آگے بڑھانے پہ جھگڑا

اور عبادت کا معاملہ آتا تھا تو ہر قبیلے کا علیحدہ علیحدہ ایک بت تھا اور ان کے طرز فکر میں جمود تھا آسمانوں پر کمندیں ڈالنا ان کی سوچ میں نہ تھا اس لئے کہ ان کی سوچ ترقی پسند نہ تھی جبکہ اس دور میں قیصر و کسری روم اور ایران کی بڑی منظم حکومتیں موجود تھیں ۔ وہ ترقی پسند سوچ اس لئے بھی نہیں رکھتے تھے کہ ان کے اباؤاجداد نےبھی کبھی ایسا سوچانہ تھا کہ جس مورتی کو ہم بنا رہے ہیں اور پھر اس کے آگےمنتیں مانگتے ہیں یہ تو خود اپنے وجود کے محتاج ہیں یہ اتنی کمزور ہیں کہ اس کو اگر کوئی توڑناچاہےتو اپنے آپ کو بچانے پر قادر نہیں ہیں لھٰذا ہم یہ کیا کر رہے ہیں ؟ ہمیں یہ نہیں کرنا چاہیے۔

بدکاری کی باتیں اپنی مجلسوں میں فخر سے کرتے وہ اس حد تک وحشی تھے کہ کھڑے جانور کا گوشت کاٹ لیتے اور پکا کر کھا جاتے اور تڑپتے جانور کو چھوڑ دیتے ، لوٹ مار ان کا پیشہ بنا ہوا تھا ۔ بیٹیوں کو زندہ درگور کرنا ان کے ہاں کوئی بری بات نہ تھی۔

یعنی عرب قوم برائیوں کی ساری حدود پھلا نگ چکی تھی۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی قوم کی اصلاح کے لئے مبعوث کیا گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بنایا سنوارا ان کو مہذّب بنایا ان کے مجمعوں میں گئے ان کو اللہ تعالیٰ کا تعارف کرایا ان کے دل کی دنیا جگانے کی انتھک کوشش کی مگر وہ حق قبول کرنے میں ایسے تھے جیسے پتھر ہوں آپ کی بات کو سننے کے بجائے آپ سے لڑتے جھگڑتے گڑے کھودتے آپ کو دیوانہ کہتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کچھ برداشت کیا آپ ان

کی زندگی بدلنے کے لئے مگن رہے ان کے عقائد بدلنے کی کوشش کرتے رہے ان کو مل جل کر رہنے کی تلقین کرتے رہے، انہیں جانوروں پر رحم کرنے کا درس دیتے رہے بیٹیوں سے محبت کرنے کی تلقین کرتے رہے ،یہ کرتے کرتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو 13 سال کا عرصہ بیت گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اجڈ گنوار قوم کومہذّب بنانے میں اپنی ساری صلاحیتیں ، تمام تر کوششیں بروئے کار لائیناوراپنا آرام سکون بھی داؤ پر لگا دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پتھروں سے ہیرے تراشے لعل ویاقوت بنائےمیں اسی بنیاد پر کہتا ہوں کہ کائنات کا سب سے ترقی یافتہ نفع مند روشن خیال اور قیمتی ترین علم ،علم نبوت ہے علم الوحی ہےجس نے اس کی حفاظت نہ کی وہ قوم قبائل اور ملکوں کے ملک موت کے راستے پر چل پڑے اور اگر اس آســمانی علم کو خود جلایا اس کی توہین اور تذلیل کی یا اس میں ردّ بدل کرنے کی کوشش

کی تو ایسے لوگ تخریب کار وحشی اور دہشتگرد ہیں ، انسانیت کے دشمن ہیں -

قارئین کرام !

اس با ت سے اندازہ کر لیں کہ جو عقیدہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کے ســامنے پیش کیا وہ دیگر اقوام کے مروجہ سب عقیدوں سے اعلیٰ ترین تھا۔

یعنی سب انسان صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں مگر اس وقت صورتحال یہ تھی کہ خود انسان انسان کا خدا بنا ہوا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمہ توحید کی دعوت کو زنجیروں میں جکڑے ہوئے انسانونکوانسانی آزادی کا تحفہ دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلامانہ زندگی کی حکیمانہ انداز سے نفی کی، غلاموں کو بہت سارے حقوق دیدئے ان کو آزاد کرنے میں جنت کی بشارت سنائی۔

مگر افسوس کہ آج کتنے جاگیردار وڈیرے سردار اور خانزادے ہیں جنہوں نے لوگوں کو غلام بنا کر رکھا ہوا ہے اور آئے دن اخبارات اور ٹی وی چینلز ان کی رپورٹیں نشر ہوتی رہتی ہیں -

اے قارئین کرام!

لوگ بتوں کی عبادت کرتے تھے ایسے حالات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بتوں اور مورتیوں کی عبادت کی نفی کی یہ ایک ایســـا اقدام تھا

جس سے وہ مشتعل ہو جاتے تھے اور سیخ پا ہوجاتے آپے سے باہر ہوجاتے یہ کام جان جوکھوں میں ڈالنے والا تھا مگر حق اور سچ کا بول بالا کرنے والا تھا ۔
آخر ایک وہ وقت بھی آگیا ۔جب آپ نے اپنے چچا ابو طالب سے کہہ ہی دیا چچا جان اگر میری قوم میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے پر چاند بھی رکھ دے تو میں پھر بھی دعوت توحید سے باز نہیں آؤں گا۔
آپ کے اس بیان نے آپ کے چچا کو مضبوط ترین کردیا اور چچا اتنا مضبوط ہوگیا کہ زبان سے کہہ دیا میرے بھتیجے اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو مشن دیا ہے وہ پورا کرو تمھارے دشمن میرے لاش سے گزر کر ہی تم تک پہنچ سکیں گے۔گویا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان انسان نما پتھروں کے سامنے پتھروں سے زیادہ طاقتور پیغام دیا جس نے ان کے عقیدے اور فکر میں تبدیلی کی ایک شمع جلا دی اور تبدیلی کے ماحول کا آغاز ہوگیا۔

اے قارئین کرام!
اس کے بعد آپ سیرت صحابہ رضی اللہ عنھم کا مطالعہ کریں آج انٹرنیٹ کا دور ہے ایک دنیا ہے جو بدل چکی ہے۔بڑی معذرت کے ساتھ۔۔۔۔
ہم نے بھی اپنے آپ کو بدل لیا ہے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھنا چھوڑ دیا،سننا چھوڑ دیا ہے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر کتابیں خریدناتو دور کی بات اگر گھر میں رکھی ہوں تو کباڑیے کو ردی میں دیتے ہیں الا ما شاءاللہ سیرت صحابہ رضی اللہ عنہ پڑھیں آپ کو پتہ چلے گا اسلامی ثقافت کیا ہے دنیا میں بڑی ثقافتیں ہیں۔
آفاق احمد صدیقی نے ’’سیرت البشر ۔ تہذیب انسانی کا سفر‘‘ کے عنوان سے ایک کتاب مرتب کی ہے اس کتاب میں بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کی تہذیبوں کا ذکر ہے۔ آپ اس کا مطالعہ کریں۔
میں اس ضمن میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جس طرح آپ علیہ الصلوٰۃ و السلام پر نبوت کا باب اللہ تبارک وتعالیٰ نے بند کر دیا ۔ بعینہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت کو اعلیٰ ترین تہذیب و طرزمعاشرت دے کر تہذیب انسانی کا دروازہ بند کردیا ہے۔
فماذا بعد الحق الا الضلال
اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ثقافت اور طرز معاشرت جیسی کوئی معاشرہ طرز معاشرت اور تہذیب پیش نہیں کرسکتا۔ اس ضمن میں
﴿لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللهَ كَثِيرًا﴾

[الاحزاب : 21]
ترجمہ:یقیناً تمہارے لئے رســـول اللہ میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے، ہر اس شـــخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے اور بکثرت اللہ تعالیٰ کی یاد کرتا ہے۔'' اور
﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾
[الشرح : 04]
ترجمہ:''ہم نے تیرا ذکر بلند کر دیا۔'' کا فرمان لاجواب ہے ۔ ثقافت کے مسئلے پر اور خصوصاً اسلامی ثقافت کے مسئلے پر میں یا دہانی کراناچاہتا ہوں کہ اسـلامی ثقافت نہ عربی ہے نہ عجمی ہے اسـی طرح ہی نہ مشـرقی ہے نہ مغربی ، شاید یہی بات علامہ اقبال نے کہی

اپنی ملت کو اقوام مغرب پر قیاس نہ کر
خاص ہےترکیب میں قوم رسول ہاشمی

اور پھر

اپنے بھی خفا مجھ سے بیگانے بھی ناحوش
میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

غیر مسلموں نے اسلامی طرز معاشرت پر تابڑ توڑحملے کئے اس کا مذاق اڑایا کبھی پردے کا، کبھی داڑھی کا ،کبھی جہاد کا ،کبھی کسی چیز کا کبھی کســـی عمل کا اور اس پر اپنی بہادری کا اور اپنے مہذّب ہونے کا تمغہ بھی لینے کی سعی کی میڈیا کو استعمال کیا کتابیں بھی جھوٹ سچ جمع کر کے لکھیں ۔مسـلمانوں کو قدامت پسـند کہا گیا دہشـت گرد کہا گیا میری ان باتوں سـے غیروں کو تو تکلیف ہوگی۔ مگراپنوں کا حال یہ ہے کہ یہ شـریعت کی بات کرنے والوں کو تجدد پســـند کبھی کچھ اور کبھی کچھ کہتے ہیں کبھی برقعے کا مذاق اُڑاتے ہیں
ڈاکٹر علامہ محمد اقبال نے ایســے ہی اسـلامی طرز معاشـرت سـے دور مسلمانوں کی تصویر کشی کرتے ہوئےکہا تھا

وضع میں تم ہو نصارٰی تو تمدن میں ہنود
یہ مسلمان ہیں کہ جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود

یعنی نصـــارٰی کی طرح توحید کو چھوڑ کر تثلیث جیســا عقیدہ اختیار کر لیا اور شـادی بیاہ کی رسـومات میں ہندوانہ رسـموں کے بغیرمسـلم گھرانوں کی شـادیاں ہی نہیں ہوتیں شـعبان کے مہینے میں پٹاخوں کی جو صـورتحال ہوتی ہے بڑی خوفناک ہوتی ہے اسـی طرح شـادیوں میں آتش بازی ، فائرنگ اور پٹاخے چھوڑے جاتے ہیں جو ہندوانہ رسومات کے مشابہہ ہیں۔

یہ اُن لوگوں کی رسومات ہیں جنہوں نے 1965 کو پاکستان پر جارحانہ جنگ مسلّط کی پھر 1971 میں پاکستان کو دولخت کیا اور 1947 میں مسلمانوں کو مسلمان ہونے کی سخت ترین سزائیں دیں ان کو ہجرت پر مجبور کیا ان کے گھروں پر قبضہ کیا گیا اور آج ہماری عدالتیں اُس برطانوی سامراج کے بول بول رہی ہیں جو مکّار اور عیّار تھا جس نے ہندوستان پر مسلمانوں کے نہ صرف اقتدار کو چھینا بلکہ مسلم حکمرانوں کی آزادی کو بھی سلب کیا ،مسلمانوں کی شناخت کو بھی چھیننے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا یا اور اسلامی ثقافت کو بھی اپنی طاقت کے زور پر ملیامیٹ کیا عربی زبان کو ختم کیا فارسی کو ختم کیا جن مسلمانوں نے جذبہ حریت کے تحت انگریزوں کے اس اقدام کو روکنے کی کوشش کی انھیں چوکوں اور چوراہیوں پر سر عام پھانسیوں پر لٹکا کر دہشت گردی کا مظاہرہ کیا۔ اس کے باوجود بھی وہ اپنے آپ کو متمدّن اور مہذب گردانتے ہیں اور اپنے دفاع میں لڑنے والے کو اپنے ملک اورآزادی کی خاطر لڑنے والوں کو دہشت گرد اور باغی کہتے ہیں۔
یہ عجیب انگریزی ڈکشنری ہے جس میں لفظ کا معنیٰ کچھ سے کچھ ہوجاتا ہے (یعنی جس میں قاتل منصف بھی ہوتا ہے اور دہشت گرد مہذب ہوتا ہے) جبکہ مسلمانوں نے تو حالتِ جنگ میں بھی غلبہ پانے کے باوجو د مغلوب قوموں کے ساتھ عدل و احسان اور رواداری کے اعلیٰ نقوش چھوڑےہیں۔
الحرب العادلۃ کے زیر عنوان محمودشیت خطاب نے اپنی کتاب[بین العقیدۃ والقیادۃ] الطبعۃ الثالثہ 1983 م میں ص 106 پر لکھا ہے
وحرّم الاسلام قتل الشیخ الکبیر والعاجز والمرأۃو الصبی ورجل الدّین المنقطع للعبادۃ والفلاح الذی لم یشترک فی القتال
پھر اس نے ہمارے ناپ تول کے پیمانے بدلے اس نے ہماری کرنسی بدلی اس نے ہمارے مِیل کو اپنے کلومیٹر سے تبدیل کیا ، اس نے ہمارالباس بدلا زبان بدلی اور ہمارے بچّے ڈیڈی ،پپّا ، ممّا اور کزن بولنے لگے۔

ہائے افسوس!
ہماری ثقافت میں کئی رنگ درآئے ہیں ویسے ہی جیسے اردو زبان میں، ترکی ، ہندی ، پنجابی، فارسی اور انگریزی زبان کے الفاظ جمع ہو گئے ہیں اسی طرح مسلمانوں کی تہذیب میں بھی کئی تہذیبیں آکر شامل ہوگئیں ۔ شاید ان بدلتے ہوئے حالات کو دیکھ کر علامہ اقبال نے یہ پیغام دیا تھا۔
بتانِ رنگ و بُو کو توڑ کر ملّت میں گم ہو جا
نہ تو رانی رہے باقی یہ ایرانی نہ افغانی

مگر افسوس کہ آج ہمارے پاکستانی معاشرے میں مہاجر، پنجابی ، پختون ، بلوچی ، سندھی ، سرائیکی کے نعرے بھی لگے اسکی بنیاد پر لسانی جھگڑے ہوئے نفرتیں پیدا ہوئیں اور خونریزی ہوئی۔
جبکہ صورتحال یہ ہے کہ یہ سبھی ایک معبود کے ماننے والے ایک ہی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے والے ایک ہی پیغمبر کے پیروکار اور ایک ہی قرآن کی تلاوت کرنے والے ہیں ۔
مگر کیونکہ انھوں نے لسانی عصبیت ، صوبائی و علاقائی عصبیت کو دل و جان سے تسلیم کیا تو خونریزی کے اژدھے نے انھیں دبوچ لیا۔ یہ وہی کام تھا جس کی نفی اور ممانعت محمد رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے فرمائی تھی اسی عصبیت نے جب عالمی صورتحال اختیار کی اور عربی اور عجمی حکمرانی کے مسئلے نے سر اٹھایا تو عالم اسلام کا اتحاد پارہ پارہ ہوگیا۔ جن کا غیر مسلم دنیا نے بھرپور فائدہ اٹھایا اور پھر بھی نہیں سمجھو گے تم مٹ جاؤ گے-----
تمہاری داستاں تک نہ ہوگی داستانوں میں
یہ بات بھی یاد رہے کہ
اسلامی ثقافت کا دائرہ کار مسلمان کی پیدائش سے موت تک پھیلا ہوا ہے اس میں اسکی خوشی ، غمی کے طور طریقے،معاشی معاملات ،شادی بیاہ کے مسائل اورعدالتی قضیے بھی ہیں سیاسی حالات بھی ہیں سب کچھ ہے۔
مسلمانوں نے اپنے سیاسی نظام کو خلافت و شورائیت سے بدل کر جمہوریت و آمریت سے بدل لیااسلامی عدالت کے بدلے غیر مسلم عدالت کا سہارا لے لیا معیشت میں سُود جیسے دیگر خطرناک معاملات وقوانین و نظام کو اختیار کر لیا شادی بیاہ کے مسئلے میں غیر مسلم قوموں کے نقشِ قدم پر چل پڑے جس کا نتیجہ ہم اخلاقی تباہی ، معاشی بربادی ، مایوسی ، ظلم وستم کے طوفان اور منشیات کی طرف نسلِ نوع کےمیلان اور رجحان کی صورت میں دیکھ رہے ہیں۔
یہ سب کچھ ہونے کی کچھ وجوہات ہیں ، مثلاً
(1) اسلامی تہذیب سے غفلت و لاپرواہی و بے توجہی
(2) اسلامی تعلیمات سے لا علمی
(3) مغربی تہذیب کے مقابلے میں اسلامی تہذیب سے متعلق احساسِ محرومی کا تصّور

میں اس ضمن میں چند گزارِشات کرنا چاہتا ہوں

(1) اسلامی تہذیب و ثقافت کی جان عربی زبان ہے ۔ اس لئےکہ اللہ تعالیٰ کا قرآن اور محمد رسول اللہ صلی علیہ وسلم کا فرمان عربی زبان میں ہے۔ لہٰذا کائنات کے اندر عالم اسلام کی سب سے اہم ضرورت عربی زبان کا جانناہے۔
اور یہ زبان عالم اسلام کے اتحاد کی بھی ضامن ہے۔
مگر حیرت کی بات ہے کہ خود اہلِ عرب انگریزی زبان کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دے رہے ہیں۔
اس لئے ضرورت ہے ہمیں ایک عالمی ، تعلیمی ۔ معاشی نظام کی جو تمام عالم اسلام میں مشترک ہو۔اور اسی طرح ہی ایک عالمی نظام حکومت ہونا چاہیے اوروہ نظام خلافت شورائیت کے تحت وجود میں لایا جائے۔
مگر افسوس کہ ہم تو جمہوری عمل کو ہی کافی سمجھ بیٹھےیہ دھوکہ ہےاس فرسودہ نظام حکومت سے کبھی اسلام غالب نہیں ہوسکتا عالمی سطح پر تو درکنار کسی ایک ملک میں بھی اس قسم کے طرز حکومت سے مسلمانوں کی تقدیر نہیں بدل سکتی یہ طرز حکومت غلبہ اسلام کے معاملے میں مسلمانوں کے مقدّر میں روڑا ہے۔ کیونکہ اسلامی ثقافت کے اندر ایک وقت میں ایک ملک کا ایک ہی حکمران ہوسکتا ہےاور وہ تا حیات ہوتا ہے جب تک کہ وہ کفر کا مرتکب نہ ہو جائےیا وفات نہ پاجائے یا ذمہ داری ادا کرنے کے قابل نہ رہے ۔ جب کہ جمہوری طرز حکومت میں تو سینکڑوں پارٹیاں حکمرانی کی امیدوار ہونے کے ناطے رجسٹرڈ ہوسکتی ہیں ایسے میں تو خود ملک کے ہی چیتھڑے اڑ سکتے ہیں اور ملک میں طوائف الملو کی صورتحال پیدا ہوسکتی ہے۔ جس سے خود ملک بھی صفحہ ہستی سے مٹ سکتا ہے ۔
پاکستان کے اندر کلچر ڈیپارٹمنٹ کس قسم کے کلچر کو فروغ دے رہا ہے ہر پاکستانی اس کا غور سے مطالعہ کر سکتا ہے۔
میڈیا جس ثقافت کا پر چار کار رہا ہے اس کو روکنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ TV کو ہی گھر سے باہر نکال دیں نہیں توبیوی گھر سے باہر ہوگی۔ شاید آپ کو یہ بات مذاق معلوم ہو ۔ مگر جب آپ غیر مسلموں کے ہاں طلاق کی شرح کا موازنہ اپنے ملک سے کریں گے تو آپ کا اندازہ ہوگا کہ عائلی قوانین کی جڑیں کھوکھلی کرنے میں سب سے بڑا کردار TVکا ہے جس سے خاندانی نظام اس حد تک غیر مستحکم اور متزلزل ہوا ہے کہ طلاق کا سلسلہ روز افزوں ہے۔
ہماری قوم کے اخلاق کا برباد کرنے میں سینما بینی، الیکٹرونک اور پرنٹ میڈیا اور منشات کے گھناؤنے کاروبارنے انتہا پسندانہ کردار ادا کیا ہے۔

اگر آج ہم TV دیکھنا چھوڑ دیں اور مسـلم عورتیں پردہ کرنا شـروع کردیں ہمارے نوجوان ڈاڑھی رکھنا شـروع کردیں اور اسـلامی لباس پہننا شـروع کردیں تو غیر مسلم دنیا تو کہے گی ہی کہ مسلمان قدامت پسند ہوگئے بنیاد پرست ہوگئے ۔ جبکہ بہت سارے مسلمان کہلانے والے بھی ایسے مسلمانوں کو برا اور دقیانوس سمجھنا اور کہنا شروع کر دیں گے۔
گویا کہ
دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے
ایسے حالات میں ان مسلمانوں کا کیا علاج کیا جائے جو غیر مسلم تہذیب پر نازاں اوراسلامی تہذیب سے نالاں ہیں ؟
اور آخر میں ان عرب فاتحین کو اور عجمی محدثین عظام کو خراج عقیدت پیش کرتا ہوں جن کی اسـلامی ثقافت کی اشـاعت اور تحفظ میں وقیع خدمات ہیں۔
وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

(32) ماہ محرم اور محرّمات

محترم قارئین ! ماہ محرم عظیم الشان اور مبارک مہینہ ہے یہ ہجری سال کا پہلا مہینہ اور حرمت والے چار مہینوں سے ایک ہے ۔اللہ تعالی کا فرمان ہے :

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللَّـهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّـهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۚ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ ۚ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنفُسَكُمْ ۚ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّـهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ

التوبة – 36

مہینوں کی گنتی اللہ تعالی کے نزدیک کتاب اللہ میں بارہ کی ہے اسی دن سے جب سے آسمان و زمین کو اس نے پیدا کیا ہے ان میں سے چار حرمت والےہیں یہی درست دین ہے تم ان مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو اور تم تمام مشرکوں سے جہاد کرو جیسے کہ وہ تم سب سے لڑتے ہیں اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ متقیوں کے ساتھ ہے۔

یعنی ابتدائے تخلیق ہی سے اللہ تعالیٰ نے بارہ مہینے مقرر فرما رکھے ہیں جن میں چار کو خصوصی ادب و احترام اور عزت و تکریم سے نوازا گیا ہے یہ چار مہینے کون سے ہیں؟ ان کی تفصیل صحیح بخاری و مسلم میں سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

الزَّمَانُ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ السَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ، ثَلَاثَةٌ مُتَوَالِيَاتٌ ذُو الْقَعْدَةِ، وَذُو الْحِجَّةِ، وَالْمُحَرَّمُ، وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِي بَيْنَ جُمَادَى وَشَعْبَانَ

زمانہ گھوم پھر کر اسی حالت پر آ گیا ہے جیسے اس دن تھا جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین پیدا کیے تھے ، سال بارہ مہینوں کا ہوتا ہے چار مہینے اس میں سے حرمت کے ہیں تین تو پے در پے ذی قعدہ ، ذی الحجہ اور محرم اور (چوتھا) رجب مضر جو جمادی الاخریٰ اور شعبان کے بیچ میں پڑتا ہے ۔ (صحیح بخاری : 3197 ، صحیح مسلم : 4383)

ماہ محرم ادب احترام کا ماہ ہے لیکن ہمارے ہاں اس ماہ کے آتے ہی خرافات اور غیر شرعی افعال کو پروان چڑھایا جاتا ہے بڑے دھوم دھام سے مختلف قسم کے نذر و نیاز کیے جاتے ہیں ۔ کہیں پانی کا سبیل ہے ، تو کہیں جانوروں کا ذبیحہ اور کہیں بریانیوں کی دیگیں ۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے کہ :

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّـهِ بِهِ

المائدة – 3
تم پر حرام کیا گیا مردار اور (بہتا ہوا) خون اور خنزیر کا گوشت اور جس پر اللہ کے سوا دوسرے کا نام پکارا گیا ہو ۔‘‘
غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنے والا شخص شریعت کی نگاہ میں ملعون ہے جیسا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺکو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے :
لَعَنَ اللَّهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللَّهِ
’’اللہ تعالی نے اس پر لعنت کی، جو غیر اللہ کے لیے ذبح کرے گا۔‘‘(صحیح مسلم : 5124 ، مسند احمد : 7198)
یاد رہے کہ عاجزی و انکساری کی عقیدت سے کسی کے سامنے جھکنا سجدہ کہلاتا ہے اور یہ چیز ہر عام و خاص ،گلی کوچوں میں دیکھتا رہتا ہے کہ کہیں لکڑی کو تو کہیں گھوڑاودلدل کو جھکا جاتا ہے ۔
سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: جب میں یمن سے واپس آیا تو میں نے کہا :
يَارَسُوْلَ اللهِ! رَاَيْتُ رِجَالًا بِالْيَمَنِ يَسْجُدُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ أَفَـلَا نَسْجُدُ لَکَ؟ قَالَ: لَوْ كُنْتُ آمُرُ بَشَرًا يَسْجُدُ لِبَشَرٍ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا .
اے اللہ کے رسول! میں نے یمن میں دیکھا ہے کہ وہاں لوگ ایک دوسرے کو سجدہ کرتے ہیں، تو کیا ہم بھی آپ کو سجدہ نہ کیا کریں؟ آپ ﷺنے فرمایا: اگر میں نے بشر کو بشر کے لئے سجدہ کی اجازت دینا ہوتی تو میں بیوی کو حکم دیتا کہ وہ خاوند کو سجدہ کرے ۔ (مسند احمد: 21986)
خیل و دلدل اور لکڑیوں کو سجا کر انکے سامنے جھک کر اور ہاتھ جوڑ کر ان کے لیے نذریں مانی جاتی ہیں اور ان سے التجائیں کی جاتی ہیں یاد رہے کہ نذرونیاز فقط اللہ ہی کےلیے ہیں جیسا کہ سیدہ مریم علیہا السلام نے کہا تھا:
رَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّي ۖ إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ
آل عمران – 36
’’اے میرے رب ! میرے پیٹ میں جو کچھ ہے ، اسے میں نے تیرے نام آزاد کرنے کی نذر مانی ہے ، تو میری طرف سے قبول فرما ، یقیناً تو خوب سننے والا اور پوری طرح جاننے والا ہے ۔ ‘‘
اور اللہ تعالی کا فرمان ہے :
قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِ اللَّـهِ ۖ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِن شِرْكٍ وَمَا لَهُ مِنْهُم مِّن ظَهِيرٍ
سبأ – 22

کہہ دیجئے! کہ اللہ کے سوا جن جن کا تمہیں گمان ہے (سب) کو پکار لو نہ ان میں سے کسی کو آسمانوں اور زمینوں میں سے ایک ذرہ کا اختیار ہے نہ ان کا ان میں کوئی حصہ ہے نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے ۔''
اور پھر ان مخصوص گھوڑوں اور لکڑیوں کو تعویذ و ڈوریاں باندھی جاتی ہیں ۔اس حوالہ سے نبی کریم ﷺ کا سخت موقف تھا جیسا کہ سیدنا عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے
أَنَّ رَسُولَ اللهِﷺأَقْبَلَ إِلَيْهِ رَهْطٌ فَبَايَعَ تِسْعَةً وَأَمْسَكَ عَنْ وَاحِدٍ فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ! بَايَعْتَ تِسْعَةً وَتَرَكْتَ هَذَا؟ قَالَ: إِنَّ عَلَيْهِ تَمِيمَةً فَأَدْخَلَ يَدَهُ فَقَطَعَهَا فَبَايَعَهُ وَقَالَ: مَنْ عَلَّقَ تَمِيمَةً فَقَدْ أَشْرَكَ.
رسول اللہﷺ کے پاس (دس لوگوں کا)ایک قافلہ آیا۔ آپ ﷺ نے نو لوگوں سے بیعت لے لی اور ایک کو چھوڑ دیا۔ صحابہ نے کہا : اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ نے نو لوگوں سے بیعت لے لی اور اس شخص کو چھوڑ دیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس نے تعویذ لٹکایا ہوا ہے۔ اس نے اپنا ہاتھ ڈال کر اسے توڑ دیا۔ تب آپ ﷺ نے اس سے بیعت لی اور فرمایا: جس شخص نے تعویذ لٹکایا اس نے شرک کیا ۔(مسند احمد : 16781)
اور ماہ محرم آتے ہی مرد و خواتین بڑے زور و شور سے نوحہ کہنا شروع کرتے ہیں جو ماہ کے اختتام پر ختم کرتے ہیں یہاں افسوس کا اظہار ضرور کروں گا کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ مسجد کی آذان درس دروس وغیرہ کی آواز پست رکھی جائے یعنی فقط مسجد تک محدود کی جائے پڑوس اور ہر آنے جانے والے کو زور زور کی آوازوں سے تکلیف نہ دی جائے وہ لوگ بڑے دھوم دھام سے صوت گریہ کہتے بجاتے اپنے اصول کی ہی دھجیاں اڑاتے نظر آتے ہیں۔
سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺنے فرمایا :
شُعْبَتَانِ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ لَا يَتْرُكُهُمَا النَّاسُ أَبَدًا: النِّيَاحَةُ وَالطَّعْنُ فِي النَّسَبِ .
دورِ جاہلیت کے دو کام ہیں، لوگ ان کو کبھی بھی نہیں چھوڑیں گے: نوحہ کرنا اور نسب پر طعن کرنا۔ (صحیح بخاری : 395 ، مسند احمد: 9571)
اور ایک دوسری روایت میں سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:
لَعَنَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ النَّائِحَةَ وَالْمُسْتَمِعَةَ
رسول اللہ ﷺنے نوحہ کرنے والی اور نوحہ سننے والی عورت پر لعنت فرمائی ہے۔ (مسند احمد: 11645)
اور آپ ﷺ نے فرمایا:

أَرْبَعٌ مِنَ الْجَاهِلِيَّةِ لَا يُتْرَكْنَ، اَلْفَخْرُ فِي الْأَحْسَابِ، وَالطَّعْنُ فِي الْأَنْسَابِ، وَالْاِسْتِسْقَاءُ بِالنُّجُوْمِ، وَالنِّيَاحَةُ، وَالنَّائِحَةُ إِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِهَا تُقَامُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَعَلَيْهَا سِرْبَالٌ مِنْ قَطِرَانٍ أَوْ دِرْعٌ مِنْ جَرَبٍ.
چار امورِ جاہلیت ہیں،لیکن ان کو چھوڑا نہیں جائے گا: حسب پر فخر کرنا، نسب پر طعن کرنا، ستاروں کے ذریعہ بارش طلب کرنا اور نوحہ کرنا۔ نوحہ کرنے والی عورت اگر وفات سے پہلے توبہ نہیں کر لیتی تو اسے اس حال میں قیامت کے دن کھڑا کیا جائے گا کہ اس پر تارکول یا خارش کی قمیص ہوگی ۔(صحیح مسلم : 934)
اور کتنی بڑی بے وقوفی ہے کہ غم کے نام پر خود اپنے جسم کے پیٹنے کو ثواب سمجھا جاتا ہے !
اور بڑے افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ دین اسلام کے جانثار اور فدائی کہ جن سے دین کے احکامات جڑے ہوئے ہیں ماہ محرم میں ان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طعن وتشنیع کی جاتی ہے۔
سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً مروی ہے:
مَنْ سَبَّ أَصْحَابِي فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلائِكَةِ، وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ
الصحیحة للالبانی : 2340
جس نے میرے صحابہ کو گالی دی اس پر اللہ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔
یعنی کہ ماہ محرم میں مختلق برائیوں کو عروج دیا جاتا ہے ۔
اور حب اہل بیت کا دعوىٰ کرتے ہوئے اس طرح سوگ منایا جاتا ہے جو شریعت میں منع ہے۔
محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ :
تُوُفِّيَ ابْنٌ لِأُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، فَلَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الثَّالِثُ دَعَتْ بِصُفْرَةٍ فَتَمَسَّحَتْ بِهِ، وَقَالَتْ :نُهِينَا أَنْ نُحِدَّ أَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثٍ إِلَّا بِزَوْجٍ .
ام عطیہ رضی اللہ عنہا کے ایک بیٹے کا انتقال ہو گیا۔ انتقال کے تیسرے دن انہوں نے ”صفرہ خلوق“ (ایک قسم کی زرد خوشبو) منگوائی اور اسے اپنے بدن پر لگایا اور فرمایا کہ خاوند کے سوا کسی دوسرے پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنے سے ہمیں منع کیا گیا ہے۔ (صحیح بخاری : 1279)
مذکورہ اور دیگر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سوگ فقط تین دن تک ہے سوائے بیوی کے وہ خاوند کے لیے چار ماہ دس دن عدت گذارے گی ، تو اتنے صدیاں گذرنے کےبعد یہ سوگ کا طریقہ کس شریعت سے ہے کیا صحابہ رضوان اللہ علیہم یا سلف الصالحین رحمهم اللہ کا طریقہ ہے ؟ اگر ایسا ہے تو پھر افضل تو یہ ہے کے رسول اللہ ﷺ کی وفات کا سوگ منایا

جائے !رخسار پیٹتے ہوئے اپنا گریبان چاک کیا جاتا ہے اور اپنے آپ کو زور زور سے پیٹا جاتا ہے ۔رخسار پیٹنا اور گریبان وغیرہ چاک کرنا غیر شرعی اور جاہلیت کے عملوں میں سے ہیں ۔
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :
لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُودَ، وَشَقَّ الْجُيُوبَ، وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ
”جو شخص اپنے رخسار پیٹے ‘ گریبان پھاڑے اور عہد جاہلیت کی سی باتیں کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ “(صحیح بخاری : 1297)
اور بعض لوگوں کو ایسا بھی پایا جاتا ہے کہ وہ ماہ محرم میں بالخصوص نو دس محرم کو زینت اور عمدہ لباس چھوڑ کر اظہار غم کرتے ہیں ننگے سر ننگے پاؤں ننگے بدن رہتے ہیں حالانکہ یہ سب جہالت کی رسومات ہیں ۔
أَبِفِعْلِ الْجَاهِلِيَّةِ تَأْخُذُونَ أَوْ بِصُنْعِ الْجَاهِلِيَّةِ تَشَبَّهُونَ
کیا تم لوگ جاہلیت کا کام کرتے ہو یا جاہلیت کی مشابہت کرتے ہو ؟(سنن ابن ماجہ : 1485)
آپ ﷺ کا یہ فرمان سن کر لوگوں نے اپنی چادریں لے لیں اور اس کے بعد کبھی بھی اس قسم کی رسمیں نہیں کی۔
اور آگ پر چلتے ہوئے بڑے زور شور سے نعرہ لگائے جاتے ہیں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعا مروی ہے کہ
الشِّفَاءُ فِي ثَلَاثَةٍ فِي شَرْطَةِ مِحْجَمٍ أَوْشَرْبَةِ عَسَلٍ أَوْكَيَّةٍ بِنَارٍ وَأَنْهَى أُمَّتِي عَنِ الْكَيِّ.
تین چیزوں میں شفا ہے۔ سینگی لگانے میں، یا شہد کے گھونٹ میں یا آگ سے داغنے میں اور میں اپنی امت کو داغنے سے منع کرتا ہوں ۔(صحیح بخاری : 5249)
جب شریعت میں آگ کا استعمال علاج کے لیے بھی منع ہے تو کسی کے سوگ میں اس پر چلنا اور محبت کا اظہار کرنا کہاں کی عقل مندی اور شرعی عمل ہے ؟!
جوں جوں 10 محرم کا دن قریب آتا جاتا ہے قبرستان کی رونق میں اضافہ ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ جب 10 محرم کا دن طلوع ہوتا ہے تو ایک گروہ ماتم اور سینہ کوبی کےلیے اور گھوڑے لیے گھروں سے نکلتا ہے تو دوسرا جوان بہو بیٹیوں کو لے کر قبرستان کی جانب نکلتا ہے پھولوں اور اگر بتیوں کے اسٹال لگتے ہیں ۔ مرد و زن اکٹھے مٹی ڈالنے کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں 10 محرم کو قبرستان تو قبرستان لگتا ہی نہیں وہ تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے مینا بازار ہو کثیر تعداد میں مرد موجود ہوتے ہیں تب بھلا مٹی ڈالتے وقت بھلا پردہ کون کرتا ہے ؟اور توہم پرستوں نے ایسی ایسی داستانیں گھڑ لی ہیں کہ اللہ کی پناہ! مٹی ڈالنے کے بعد قبر پر کھڑے ہوکے شیرینی

بانٹی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے اگر کوئی مٹی ڈالنے کے بعد شیرینی نہ بانٹے تو قبر والے پر بوجھ رہتا ہے یہ سب من گھڑت چیزیں ہیں قبروں کی زیارت کا حکم نبی کریم ﷺ نے اس لیے دیا ہے کہ اس سے آخرت کی یاد آئے اگر وہاں مینا بازار لگایا جائے تو آخرت کی یاد کب آئے گی ؟ہاں بے پردگی کی وجہ سے شاید گناہ مزید بڑھ جائیں دور نبوی ﷺ میں بقیع الغرقد میں یا دور صحابہ رضوان اللہ علیهم میں کبھی وہاں اس طرح میلہ لگا تھا یا مٹی اور پھولوں کا اہتمام ہوا تھا ---؟

(اسلامی مہینے اور مروجہ بدعات ، از تفضیل احمد ضیغم ایم اے ، ص : 35)

اور اکثر خواتین سر سے دو پٹہ اتار کر سینہ پیٹتے ہوئے ننگے سر ننگے پاؤں مردوں کے ساتھ جلوسوں میں شریک ہوتی ہیں اور اس کو بڑے اجر کا کام سمجھتی ہیں سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

مَا مِنَ امْرَأةٍ تَطَيَّبَتْ لِلْمَسْجِدِ فَيَقْبَلُ اللهُ لَهَا صَلَاةً حَتّٰى تَغْتَسِلَ مِنْهُ اِغْتِسَالَهَا مِنَ الْجَنَابَةِ

جو عورت مسجد کے لیے خوشبو لگاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی نماز قبول نہیں کرتا، یہاں تک کہ وہ غسلِ جنابت کی طرح کا غسل نہ کر لے۔ (مسند احمد : 7946)

جب مسجد کے لیے خواتین کے جانے پر اتنی بڑی تنبیہ آئی ہے تو فضول ناچ گانے نوحہ وغیرہ کی مجالس میں شریک ہونا کونسی شریعت ہے ؟!

یہ میں نے فقط وہ چند باتیں سرسری پیش کی ہیں جو ہمارے معاشرے میں سرعام کیے جاتے ہیں ورنہ ماہ محرم میں ہمارے معاشرے میں جو خرافات سر انجام دئیے جاتے ہیں ان پر تو ایک طویل تفصیلی مضمون لکھا جاسکتا ہے مزید ملاحظہ ہوں علماء حق کے کتب :

❀ رسومات محرم از حافظ صلاح الدین یوسف صاحب ۔

اسلامی مہینے اور مروجہ بدعات از تفضیل احمد ضیغم صاحب۔

❀ اسلامی خطبات از الشیخ عبدالسلام بھٹوی رحمہ اللہ

(33) کیا حاجی پر عید کی قربانی کرنا واجب ہے؟

سوال:کیا حاجی کیلیے عید کی قربانی کرنا واجب ہے؟

الحمد لله:

بنیادی طور پر عید کی قربانی کے حکم سے متعلق ہی علمائے کرام کا اختلاف ہے، چنانچہ جمہور علمائے کرام اس بات کےقائل ہیں کہ عید کی قربانی سنت مؤکدہ ہے ، جبکہ دیگر اہل ِعلم کہتے ہیں کہ استطاعت رکھنے والے پر واجب ہے۔

نیز یہ اختلاف ان لوگوں کے بارے میں ہے جو حج نہیں کر رہے، جبکہ حاجی (حج کرنے والے)کے لیے عید کی قربانی کرنے کے بارے میں بھی اہل علم کا اختلاف ہے،کچھ اہلِ علم حاجی کیلیے عید کی قربانی کرنا جا ئز قرار دیتے ہیں، کچھ اسے مستحب یا واجب کہتے ہیں جبکہ کچھ اہلِ علم حاجی کیلیے عید کی قربانی کو جائز نہیں سمجھتے۔

جن اہل علم نے حاجی کیلیے عید کی قربانی کو جائز نہیں سمجھا ان کے ہاں عدمِ جواز کے اسباب(وجوہات) میں اختلاف ہے، سببِ عدمِ جواز کیلیے ان کے دو موقف ہیں:

1) حاجی نمازِ عید نہیں پڑھتا ، حاجی کے ذمہ جو حج کی قربانی ہے وہ حج تمتع یا قران کی قربانی ہے جسے ''هدي'' کہتے ہیں۔

2) حاجی چونکہ مسافر ہے اور عید کی قربانی مقیم شخص پر ہوتی ہے ، یہ ابو حنیفہ رحمہ الله کا قول ہے، تاہم اگر حاجی اہل مکہ میں سے ہے تو پھر وہ مسافر نہیں ہے اس لیے اہل مکہ پر عید کی قربانی واجب ہو گی۔

ذیل میں ان کے فقہی موقف کی تفصیلات ہیں:

1) حنفی فقہائے کرام " المبسوط " (6 / 171) کے مطابق کہتے ہیں کہ: صاحب استطاعت اور مقیم لوگوں پر ہمارے ہاں عید کی قربانی واجب ہے" انتہی

اسی طرح " الجوهرة النيرة " (5 / 285 ، 286) میں ہے کہ: ''مسافر حاجی پر عید کی قربانی واجب نہیں ہے، البتہ اہل مکہ حج بھی کریں تو بھی ان پر عید کی قربانی واجب ہو گی'' انتہی

اسی طرح " الجوهرة النيرة " (5 / 285 ، 286) میں ہے کہ: ''مسافر حاجی پر عید کی قربانی واجب نہیں ہے، البتہ اہل مکہ حج بھی کریں تو بھی ان پر عید کی قربانی واجب ہو گی'' انتہی

چنانچہ " المدونة " (4 / 101) میں ہے کہ:"مجھے مالک نے کہا: "حاجی کے ذمہ عید کی قربانی نہیں ہے چاہے وہ منی کا رہائشی ہی کیوں نہ ہو"،

اس پر میں نے کہا: "اس کا مطلب یہ ہے کہ مالک کے ہاں حجاج کے علاوہ تمام لوگوں پر قربانی واجب ہے؟" انہوں نے کہا: "ہاں""انتہی

3) شافعی فقہائے کرام کے مطابق حاجی اور غیر حاجی کیلیے سب کیلیے عید کی قربانی مستحب ہے۔

چنانچہ امام شافعی کہتے ہیں:"مقامی یا آفاقی حاجی، مسافر، مقیم، مرد و خواتین جنہیں بھی عید کی قربانی میسر ہو : سب کا حکم یکساں ہے کسی میں کوئی فرق نہیں ہے، اگر کسی صورت میں ان میں سے کسی ایک پر عید کی قربانی واجب ہو گی تو سب پر واجب ہو گی اور اگر کسی صورت میں ان میں سے کسی ایک سے قربانی ساقط ہو گی تو سب سے ساقط ہو جائے گی، ان میں سے اگر کسی پر قربانی واجب ہو اور کچھ پر نہ ہو تو پھر حاجی پر قربانی واجب ہونا زیادہ بہتر لگتا ہے؛ کیونکہ یہ بھی ایک قربانی ہے اور حاجی نے ویسے ہی قربانی کرنی ہوتی ہے دیگر کسی بھی شخص پر قربانی نہیں ہوتی، چنانچہ کسی بھی چیز کو لوگوں پر واجب قرار دینے کیلیے دلیل کا ہونا ضروری ہے ، اور اگر لوگوں کے حکم میں فرق روا رکھنا ہےتو وہ بھی دلیل کی بنیاد پر ہی ہونا چاہیے" انتہی۔ '' الأم '' (2/ 348)

4) ابن حزم رحمہ اللہ کہتے ہیں:"عید کی قربانی حاجی کیلیے بھی اسی طرح مستحب ہے جیسے کہ دیگر کیلیے مستحب ہے۔

لیکن کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ : حاجی عید کی قربانی مت کرے۔۔۔ حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کی قربانی کرنے کیلیے ترغیب دلائی ہے ، اس لیے حاجی کو اس فضیلت اور قربِ الٰہی کے عمل سے بغیر کسی دلیل کے روکنا جائز نہیں ہے" انتہی مختصراً۔ (''المحلی " (314/5 ، 315)

5) حنبلی فقہائے کرام کہتے ہیں کہ:حاجی کیلیے عید کی قربانی کرنا جائز ہے ۔

چنانچہ ابن قدامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:"اگر حاجی کے ساتھ حج کی قربانی نہ ہو لیکن حج کی قربانی اس کیلیے کرنا واجب بھی ہو تو وہ حج کیلیے قربانی خریدے گا، لیکن اگر حج کی قربانی حاجی پر واجب نہ ہو تاہم حاجی عید کی قربانی کرنا چاہے تو وہ عید کی قربانی کیلیے جانور خرید سکتا ہے۔" انتہی ("المغنی" 180/7)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منی میں حجۃ الوداع کے موقع پر اپنی خواتین کی جانب سے عید کی قربانی کی۔ (بخاری: 5239، مسلم: 1211)

البتہ کچھ اہل علم کا موقف ہے جن میں ابن قیم بھی شامل ہیں کہ اس حدیث کو دلیل بنانا صحیح نہیں؛ ان کے مطابق اس حدیث کے عربی الفاظ میں "أضحية" سے مراد "هدي" یعنی عید کی قربانی نہیں بلکہ حج کی قربانی مراد ہے۔دیکھیں: (" زاد المعاد " 262/2– 267)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ابن قیم رحمہما اللہ نے اس موقف کو اختیار کیا ہے کہ حاجی عید کی قربانی نہ کرے، دیکھیں: " الإقناع " (1 / 409) اور " الإنصاف " (4 / 110)

نیز شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے بھی اسی موقف کو راجح قرار دیا ہے، چنانچہ آپ سے استفسار کیا گیا: "حج اور عید کی قربانی دونوں جمع کر سکتا ہے؟ کیا ایسا کرنا صحیح ہے؟"تو انہوں نے جواب دیا:"حاجی عید کی قربانی نہیں کرسکتا بلکہ حاجی کے ذمہ حج کی قربانی ہوتی ہے ، یہی وجہ ہے کہ آپﷺنے حجۃ الوداع کے موقع پر عید کی قربانی نہیں کی بلکہ حج کی قربانی کی تھی، تاہم اگر فرض کریں کہ حاجی اکیلا حج کیلیے آتا ہے جبکہ اس کے اہل خانہ اپنے علاقے میں ہیں تو اسے چاہیے کہ اتنی رقم چھوڑ کر آئے جس سے اس کے اہل خانہ عید کی قربانی کریں ، اس طرح گھر کا سربراہ حج کی وجہ سے حج کی قربانی یعنی: ہدی ذبح کرے گا اور اس کے اہل خانہ عید کی قربانی کریں گے؛ کیونکہ عید کی قربانی دیگر شہروں میں ہوتی ہے جبکہ مکہ میں ہدی ہوتی ہے" انتہی ("اللقاء الشهري")

واللہ اعلم.

(34) قربانی کی تعریف اور اسکا حکم

سوال: قربانی سے کیامراد ہے ؟ اور کیا قربانی کرنا واجب ہے یا سنت ؟
الحمد للہ .
الأضحية : ایام عید الاضحی میں اللہ تعالی کا تقرب حاصل کرنے کے لیے بهيمة الأنعام(بکرا، بکری، گائے، بیل، اونٹ، دنبہ، بھیڑ)میں سے کوئی جانورذبح کرنے کوقربانی کہا جاتا ہے۔
قربانی دین اسلام کے شعائر میں سے ایک شعار ہے اس کی مشروعیت کتاب اللہ اورسنتِ نبویہ ﷺاورمسلمانوں کے اجماع سے ثابت ہے .
ذیل میں اس کی مشروعیت پردلائل پیش کیے جاتے ہیں :
کتاب اللہ الکریم :اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے : [اللہ تعالی کے لیے ہی نماز ادا کرو اورقربانی کرو] .
اورایک دوسرے مقام پر اللہ تعالی نے کچھ اس طرح فرمایا :
[آپ(ﷺ) کہہ دیجیے یقیناً میری نماز اورمیری ساری عبادت اور میرا جینا مرنا یہ سب خالص اللہ تعالی ہی کا ہے۔جوسارے جہاں کا مالک ہے ، اس کا کوئي شریک نہیں اورمجھ کواسی کا حکم ہوا ہے اورمیں سب ماننے والوں میں سے پہلا ہوں]۔
اورایک تیسرے مقام پراللہ تعالی نےاس طرح فرمایا :
[اورہر امت کےلیے ہم نے قربانی کے طریقے مقرر فرمائے تا کہ وہ ان چوپائے جانوروں پراللہ تعالی کا نام لیں جواللہ تعالی نے انہیں دے رکھے ہیں ، سمجھ لوکہ تم سب کا معبود والہ برحق صرف ایک ہی ہے تم اسی کے تابع فرمان ہوجاؤ اورعاجزی کرنے والوں کوخوشخبری سنا دیجیے] .
سنت نبویہ سے دلائل :
1) صحیح بخاری اورمسلم کی روایت ہے کہ انس بن مالک رضي اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺنے دو سیاہ وسفید مینڈھوں کی قربانی دی انہیں اپنے ہاتھ سے ذبح کیا اور(ذبح کرتے ہوئے) بسم اللہ اکبر کہا اوراپنا پاؤں ان کی گردن پررکھا . دیکھیں صحیح بخاری حدیث نمبر (5558) صحیح مسلم حدیث نمبر (1966) .
2) عبداللہ بن عمررضي اللہ تعالی عنہما بیان کرتے ہیں کہ : نبی ﷺنے مدینہ شریف میں دس برس قیام کیا اورہر برس قربانی کیا کرتے تھے۔ (مسند احمد حدیث نمبر (4935) سنن ترمذی حدیث نمبر (1507) علامہ البانی رحمہ اللہ تعالی نے مشکاۃ المصابیح (1475) میں اس حدیث کوحسن قرار دیا ہے) .

3) عقبہ بن عامر رضـی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺنے اپنے صحابہ کرام کے مابین قربانیاں تقسیم کیں توعقبہ رضی اللہ تعالی عنہ کے حصہ میں جذعہ آیا تووہ کہنے لگے اے اللہ کے رسول ﷺمیرے حصہ میں جذعہ آیا ہے تونبی ﷺنے فرمایا اس کوہی ذبح کردو ۔ دیکھیں: صحیح بخاری حدیث نمبر (5547) ۔

4) براء بن عازب رضـي اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺنے فرمایا : جس نے بھی نماز (عید) کے بعد (قربانی کا جانور) ذبح کیا تواس کی قربانی ہوگئي ، اوراس نے مسلمانوں کی سنت پرعمل کرلیا ۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر (5545) ۔)

تواس طرح معلوم ہوا کہ نبی ﷺنے خود بھی قربانی کے جانور ذبح کیے اورصحابہ کرام رضي اللہ تعالی عنہم بھی قربانی کرتے رہے ، اورنبی ﷺنے ہمیں یہ بتایا کہ قربانی کرنا مسلمانوں کی سنت یعنی ان کا طریقہ ہے ۔

لہٰذا مسلمانوں کا قربانی کی مشروعیت پراجماع ہے ، جیسا کہ کئي ایک اہل علم نے بھی اس اجماع کونقل بھی کیاہے ۔

اوراہل علم کااس میں اختلاف ہے کہ آیا قربانی کرنا سنت موکدہ ہے یا کہ واجب جس کا ترک کرنا جائز نہیں ؟

جمہورعلماءکرام کا مسلک یہ ہے کہ قربانی کرنا سنتِ مؤکدہ ہے ، امام شافعی کا مسلک بھی یہی ہے اورامام مالک اورامام احمد سے بھی مشہور مسلک یہی ہے ۔

اوردوسرے علماء کرام کہتے ہیں کہ قربانی کرنا واجب ہے ، یہ امام ابوحنفیہ رحمہ اللہ کا مسلک ہے اورامام احمد کی ایک روایت یہ بھی ہے ، اورشیخ الاسلام ابن تمیمیہ رحمہ اللہ تعالی نے بھی اسے ہی اختیار کرتے ہوئے کہا ہے : یہ مسلک مالکی مذھب کا ایک قول ہے یا امام مالک کے مذھب کا ظاہر ۔ انتھی ۔ (دیکھیں : احکام الاضحیۃ والذکاۃ تالیف ابن عثیمین رحمہ اللہ) ۔

شیخ محمد بن عثیمین رحمہ اللہ تعالی کا کہنا ہے :

جوشخص قربانی کرنے کی استطاعت رکھتا ہواس کے لیے قربانی کرنا سنت مؤکدہ ہے ، لھذا انسان اپنی اوراپنے اہل وعیال کی جانب سے قربانی کرے ۔ (دیکھیں : فتاوی ابن عثیمین (661/2) ۔)

واللہ اعلم

(35) عشرہ ذی الحجہ اور عیدِ قربانی

عشرہ ذو الحجہ کی فضیلت :
بال وناخن کاٹنا :
یومِ عرفہ کا روزہ :
دس ذوالحجہ(عید کا دن)کے أعمال :
نمازِ عید کا طریقہ :
عید کے دنوں میں کھیل کود :
تکبیرات کہنا :
قربانی کا حکم :
قربانی کا جانور :
قربانی کا وقت :
قربانی کے جانور میں حصے :
قربانی کا گوشت:
ذبح کا طریقہ:

عشرہ ذو الحجہ کی فضیلت :

اللہ کے رسول ﷺنے عشرہ ذوالحجہ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالی کے نزدیک ذوالحجہ کے دس دنوں میں عملِ صالح کرنے سے زیادہ محبوب کسی اور دن میں عمل صالح کرنا نہیں ہے ،صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نےسوال کیا :اللہ کے راستے میں جہاد بھی نہیں؟ تو آپ ﷺنے فرمایا: اللہ کے راستے میں جہاد بھی نہیں مگر ہاں ! ایسا آدمی جو اپنی جان ومال کے ساتھ نکلا ہو اور اس میں سے کسی چیز کے ساتھ واپس نہ آئے۔ (بخاری،ترمذی، أبوداؤد)

بال وناخن کاٹنا:

جو شخص قربانی کا ارادہ رکھتا ہو اسے چاہئے کہ ذوالحجہ کا چاند دیکھنے (سے پہلےاپنے جسم کے مطلوبہ جگہ کے بال صاف کرلے اور ناخن تراش لے،اور ذوالحجہ کا چاند نکلنے) کے بعد اپنے بال وناخن نہ کاٹے فرمانِ رسول ﷺ ہے:جو شخص ذوالحجہ کا چاند دیکھلے اور قربانی کا ارادہ رکھتا ہو تووہ اپنے بال وناخن نہ کاٹے۔(ترمذی)

یومِ عرفہ کا روزہ:

ذوالحجہ کی نوویں تاریخ عرفہ کا دن ہے حج نہ کرنے والے کے لئے اس دن روزہ رکھنا مسنون ہے اس کی فضیلت بیان کرتے ہوئے نبی ﷺنے

فرمایا:عرفہ کے دن کا روزہ گزشتہ وآئندہ دو سال کے(صغیرہ) گناہ ختم کردیتاہے۔(مسلم)

دس ذوالحجہ(عید کا دن)کے أعمال:

دسویں ذوالحجہ کوعید کا دن ہے اس دن بالخصوص بہت سے أعمال مسنون ہیں:

1- غسل کرنا

-2صاف ستھرے کپڑے زیب تن کرنا

-3خوشبو لگانا۔

-4بغیر کچھ کھائے ہوئے عید گاہ جانا اور واپس آکر قربانی کا گوشت کھانا۔

-5بڑے،بوڑھے،بچوں،عورتوں یہاں تک کہ حیض و نفاس والی خواتین کو بھی عید گاہ لے جانا،(البتہ عذر والی عورتیں نماز میں شامل نہ ہوکر صرف دعا میں شامل رہیں گی)۔

-6عید گاہ میں نمازادا کرنا اگر عذر ہو تو مسجد میں بھی ادا کرنا جائز ہے۔

-7عید کی نماز میں جلدی کرنا ویسے اس کا وقت طلوعِ شمس کے بعد سے لیکر زوال تک ہے۔

نمازِ عید کا طریقہ:

عید کی نمازسے پہلے کوئی سنت نماز نہیں ہے اور نہ ہی بعد میں ، اور عید کی نماز کے لیے نہ اذان کہی جائیگی اور نہ اقامت۔

عید کی نماز دو رکعتوں پر مشتمل ہے ، یہ نماز بارہ (۱۲) زائد تکبیروں کے ساتھ پڑھی جائیگی، پہلی رکعت میں سات اور دوسری میں پانچ تکبیریں قرأت سے پہلے کہی جائیں گی ، پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ أعلی یا سورۂ ق اور دوسری میں سورہ غاشیہ یا سورۃ القمر پڑھنا سنت ہے ، اور خطبہ عید نماز کے بعد دیا جائے گا ۔ دیکھئے (بخاری،مسلم،أبوداؤد)

عید کے دنوں میں کھیل کود :

عید میں جائز کھیل کود اور اسلامی نغمے پڑھنا درست ہے البتہ خوشی کو بنیاد بناکر شریعت کے دائرے سے باہر نکل کر کسی بھی عمل کے کرنے کا دین اسلام میں کوئی جواز نہیں۔

تکبیرات کہنا:

" ۹ نوویں ذوالحجہ کی صبح سے لیکر ۱۳ تیرہویں ذوالحجہ کی عصر تک " تکبیرات پڑھنا چاہئے اور تکبیر کے الفاظ یہ ہیں:

اَللهُ أَكْبَرْ اَللهُ أَكْبَرْ لاَ إِلٰه اِلاَّ اللهُ وَاللهُ أَكْبَرْ اَللهُ أَكْبَرْ وَلِلّٰهِ الْحَمْدِ

تہنیت (مبارکباد دینا):

عید کی مبارکباد (تَقَبَّلَ اللهُ مِنَّا وَمِنْکَ) کے ذریعہ دینی چاہئے کیونکہ سلف صالحین سے یہی ثابت ہے۔ (فتح الباری ٢ /٥١٧،تمام المنہ ٣٥٤)

قربانی کا حکم:

قربانی کا ثبوت قرآن وحدیث اور اجماعِ أمت سے ثابت ہے ،اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ﴿١﴾ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ﴿٢﴾ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ

الکوثر – 3/1

اے نبی ﷺیقینا ہم نے آپ کو (حوض) کوثر عطا کیا تو آپ اپنے رب کے لئے نماز پڑھئے اور قربانی کیجئے۔

مدنی زندگی میں نبی ﷺنے برابر قربانی کی ،صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے کی (بخاری) اور اس کے بعد سے لیکر آج تک أمت برابر اس پر عمل پیرا ہے۔

قربانی کا جانور:

قرآنِ کریم نے چار قسم کے جانوروں کا ذکر کیا ہے جن کی قربانی کی جائےگی:

اونٹ،گائے،بکری اور بھیڑ ، جو صحیح سالم ہوں اور مسنہ (دو دانت والا) ہوں مگر بھیڑ سال بھر یا اس سے کم کا بھی جائز ہے-(مسلم) -

اسی طرح قربانی کے جانوروں کا درج ذیل عیوب سے پاک ہونا ضروری ہے:

(١) ایسا جانور جس کی ایک آنکھ کی بصارت (نظر) بالکل غائب ہو،دونوں آنکھوں کا اندھا بدرجہ اولیٰ جائز نہیں۔

(٢) ایسا بیمار جانور جس کی بیماری واضح ہو۔

(٣) ایسا لنگڑا جانور جس کا لنگڑا پن بالکل نمایاں ہو۔

(٤) ایسا جانور جو نہایت ہی بوڑھا یا کمزور ہو اور جس کی ہڈیوں میں گودا نہ رہا ہو۔

قربانی کا وقت:

اس کا وقت نمازِ عید کے بعد سے لیکر عید کے چوتھے دن ١٣ تیرہویں ذوالحجہ غروب آفتاب تک ہے ، اگر کوئی نمازِ عید سے قبل قربانی کرے گا تو وہ قبول نہیں ہوگی۔ (دیکھئے: سلسلة الآحاديث الصحيحة ٦١٧٥)

قربانی کے جانور میں حصے:

اونٹ یا گائے اگر ہدي کے لئے ہوں تو سات افراد کی طرف سے جائز ہوں گے -(مسلم) اور اگر أونٹ یا گائے قربانی کے لئے ہوں تو اونٹ میں دس افراد کی بھی شرکت جائز ہے-(ترمذی،نسائی،ابن ماجہ)

اور اگر قربانی کا جانور بکری یا بھیڑ ہو اور گھر کے ذمہ دار کی طرف سے ذبح کیا جائے تو پورے گھر کی طرف سے کافی ہوگا۔

قربانی کا گوشت:

قربانی کا گوشت خود کھائیں ، دوسروں کو بھی کھلائیں اور ذخیرہ اندوزی بھی جائز ہے۔ (بخاری ومسلم)

البتہ اس کا بیچنا اور اس سے قصاب کو مزدوری دینا جائز نہیں ہے۔

ذبح کا طریقہ:

اگر آدمی میں قربانی کا جانور ذبح کرنے کی صلاحیت ہوتو خود ذبح کرے ورنہ کسی دوسرے مسلمان سے ذبح کروائے ،ذبح سے قبل چھری تیز کرے اور جانور کو بائیں پہلو پر لٹائے،چھری کو اس کی نظروں سے اوجھل رکھے اور ذبح کرتے وقت یہ دعاء پڑھے:

اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ صَلاَتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ ﷲِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لاَ شَرِیْکَ لَہُ وَبِذٰلِکَ أمِرْتُ وَأنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ، اَللّٰھُمَّ اِنَّ ھَذَا مِنْکَ وَلَکَ عَنْ

(جس کی طرف سے قربانی کرنی ہے اس کا نام لے) اور " بسم اللهِ الله اکبر" کہتا ہوا تیزی سے چھری حلقوم پر چلائے۔

وآخرُ دعوانا ان الحمدُ ﷲ ربّ العالمین

(36) رسول اللہ ﷺ کی معیت میں حج نبوی کا آنکھوں دیکھا حال

اعلان حج:

یہ ہجرت نبوی کا دسواں برس تھا کہ رسول اللہﷺنے اعلان عام فرمایا: میں اس سال حج بیت اللہ کے لیے جانے والا ہوں۔آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی اپنے ساتھ چلنے کا حکم دیا۔آپ کااعلان سن کرمختلف مقامات سے صاحب استطاعت لوگ پیدل اور سوار جو ق در جوق مدینہ منورہ پہنچے تاکہ آپ کی اقتدار میں حج کی سعادت سے ہمکنار ہو سکیں۔یہ عجیب اتفاق تھا کہ اس سال مدینہ منورہ میں چیچک یا خسرہ کی وبا پھوٹ پڑی تھی۔ اس وجہ سے لوگوں کی ایک معقول تعداد حج سے محروم رہ گئی۔جن لوگوں کے لیے یہ بیماری حج سے مانع رہی، آپ نے ان کے لیے ارشاد فرمایا: ماہ رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے اب جو شخص حج پر جا نا چاہتا ہے بہتر ہے اور جو رمضان میں عمرے پر اکتفا کرے وہ بھی بجاہے۔

آغاز سفر:

رسول اللہﷺمدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی طرف حج کا عزم لے کر نکلے تھے۔ مدینہ منورہ آنے کے بعد آپ نے اس کے علاوہ اور کوئی حج نہیں کیا۔ رسول اللہﷺنے اپنے سفر حج کے لیے شجرہ والی راہ اختیار فرمائی۔ اس روز جمعرات تھی اور ماہ ذوالقعدہ کے پانچ دن باقی تھے، جب کہ ہجرت کا دسواں سال تھا۔

میقات پر آمد:

نماز عصر اپنے پہلے پڑاؤ ’’ذوالحلیفہ‘‘ میں پہنچ کر ادا کی۔ اس مقام کا دوسرا نام ’’آبار علی‘‘ ہے۔جمعے کی رات آپ نے وادئ عقیق ہی میں گزاری۔ اس رات آپ اپنی ازواج کے پاس بھی گئے۔ صبح غسل کیا اور نماز فجر ادا فرمائی۔سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ہاتھ سے آپ کو ’’زریرہ‘‘ خوشبو لگائی۔ (یہ زرد رنگ کی ایک بوٹی کا نام ہے جو رنگنے کے کام آتی ہے) اس کے علاوہ ایک اور خوشبو بھی لگائی جس میں کستوری شامل تھی۔پھر آپ نے اپنے سر پر ’’لبیدہ‘‘ لگایا۔ (وہ حاجی جس کے بال لمبے ہوں اس کے لیے مسنون ہے کہ وہ اپنے سر پر چپکنے والی چیز لگا لے تا کہ بال جمے رہیں اور گرد و غبار سے خراب نہ ہو جائیں، اس عمل کو ’’ تلبید‘‘ کہتے ہیں)۔

پھر اپنی قربانی کے جانوروں کو جوتوں کا ہار یعنی ’’ قلادہ‘‘ پہنایا اور ان کی کوہان کو داہنی جانب سے معمولی سا چیرا لگا دیا جس سے تھوڑا سا خون نکل آیا۔ (قربانی کا جانور جو حرم کی طرف لے جایا جاتا ہے اس کے

گلے میں جوتوں کا ہار ڈالنا قدیم سے چلا آرہا تھا اور رسول اللہﷺنے بھی اس عمل کو قائم رکھا اور یہ علامت ہوتی تھی کہ یہ جانور حرم کے لیے وقف ہے اس طرح لوگ ایسے جانور کو کوئی کزند نہ پہنچاتے تھے اور اگر گم بھی ہو جاتا تو اسے حرم کی طرف روانہ کر دیتے تھے۔ اس عمل کو اصطلاحا ''تقلید الہدی'' کہا جاتا ہے اور یہ سنت ہے ۔ قربانی کے جانوروں میں سے صرف اونٹوں کی یہ خصوصیت ہے کہ جوتوں کے ہار کے ساتھ ساتھ ان کی کوہان کی دائیں جانب معمولی سا چیرا لگاتے ہیں جس سے تھوڑا ساخون رس آتا ہے جسے کوہان اور بالوں پر مل دیا جاتا ہے اس عمل کو '' اشعار'' کہا جاتا ہے۔ یہ بھی مسنون عمل ہے۔)اس سفر میں آپ اپنی قربانی اپنے ساتھ لے گئے تھے۔

احرام:

پھر آپ اپنی اونٹنی قصواء پر سوار ہوئے اور جب وہ ''مسجد ذی الخلیفہ'' کے قریب پہنچی تو آپ نے تلبیہ پکارنا شروع کیا۔

آپ نے حج اور عمرہ دونوں کا اکٹھا تلبیہ پکارا جو کہ ''حج قران'' کا تلبیہ تھا۔اور لوگوں کو بھی یہی ارشاد فرمایا کہ جو حج اور عمرے دونوں کا تلبیہ کہنا چاہتاہے کہے اور جو صرف حج یا عمرہ کی نیت رکھتاہے وہ بھی صحیح ہے وہ اس کا تلبیہ پکارے۔آپ کے ساتھ اس قدر کثیر لوگ تھے کہ ان کی صحیح تعداد اللہ ہی جانتا ہے۔

تلبیۂ توحید:

پھر آپ نے تلبیۂ توحید پکارنا شروع کیا:

لَبَّيْكَ اللهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَاشَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ

میں حاضر ہوں اے اللہ ! میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں۔ تمام تعریفیں اور تمام نعمتیں تیری ہیں اور بادشاہت بھی تیری ہے تیرا کوئی شریک اور ساجھی نہیں۔

جبریل امین علیہ السلام تشریف لائے اور کہا: اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم دیں کہ وہ تلبیہ بلند آواز سے کہیں۔

ابھی ذوالحلیفہ ہی میں تھے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ اسماء بنت عمیس کے ہاں محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی۔ اس خاتون کے لیے آپ نے ارشاد فرمایا: غسل کرکے لنگوٹ کس لے اور احرام باندھ لے اور تلبیہ پکارے۔

پھر آپ نے مقام ''بیداء'' میں نماز ظہر ادا کی اور اس کے بعد اونٹنی پر سوار ہوئے جب وہ کھڑی ہوئی تو آپ نے تلبیہ پکارا اور روانہ ہوئے۔دوران سفر بھی آپ تلبیہ پکارتے رہے۔مقام ''سرف'' پہنچے تھے کہ سیدنا عائشہ

صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ایام شروع ہو گئے جبکہ انہوں نے عمرے کا احرام باندھ رکھا تھا۔آپ نے انہیں حکم فرمایا: غسل کریں اپنے بال کھولیں اور کنگھی کریں۔ نیز فرمایا: عمرہ چھوڑ دیں اور حج کی نیت کریں حج کے تمام اعمال سر انجام دیں مگر پاک ہونے تک بیت اللہ کا طواف (یعنی عمرہ) نہ کریں۔

آپ اسی وادی سرف میں تھے کہ لوگوں سے ارشاد فرمایا: جس کے پاس قربانی نہیں ہے وہ اپنے اس حج کو عمرے میں تبدیل کرنا چاہے تو کرلے۔ (یعنی احرام تو اس نے حج کا باندھا تھا مگر وہ عمرہ کر کے احرام کھول دے پھر 8 ذوالحجہ کو حج کے لیے نیا احرام باندھے) البتہ جس نے عمرے اور حج دونوں کا احرام باندھا اور اس کے پاس قربانی ہے وہ اپنی نیت تبدیل نہیں کرسکتا۔ (کیونکہ جب تک اس کی قربانی 10 ذوالحجہ کو منٰی میں ذبح نہ ہوجائے وہ احرام نہیں کھول سکتا)چنانچہ بعض نے اپنے حج کی نیت کو عمرے میں بدل لیا اور کچھ حج ہی کی نیت پر قائم رہے۔ (اسے عمرے میں نہ بدلا) البتہ جن کے پاس قربانیاں تھیں وہ عمرہ اور حج کی نیت پر قائم رہے۔

ایک مقام پر آپ نے یہ بھی حکم دیا: ہر وہ شخص جس کے پاس قربانی ہے وہ حج اور عمرے (حج قران) کا تلبیہ پکارے۔تب آپ وہاں سے چل کر وادی ذی طویٰ میں جا اترے اور اتوار کی رات وہیں گزاری یہ ذوالحجہ کی چار تاریخ تھی۔ صبح کی نماز بھی آپ نے یہیں ادا فرمائی۔آپ نے مکہ شہر میں داخلے کے لیے اس کی بالائی جانب ''کداء'' کی طرف سے ثنیہ علیا والی راہ اختیار فرمائی۔

مکہ میں تشریف آوری:

اتوار کی صبح دن چڑھے آپ مکہ شہر میں داخل ہوئے۔آپ کے ساتھ بہت زیادہ لوگ تھے۔ راستے میں بھی مختلف اطراف سے لوگ بڑی تعداد میں آپ کے ساتھ شریک ہوئے گئے۔

طواف قدوم:

آپ نے دروازے کے قریب اپنی سواری بٹھائی اور مسجد میں داخل ہوئے۔ بیت اللہ میں آتے ہی حجراسود کو بوسہ دیا اور دائیں طرف چلتے ہوئے کعبے کے گرد سات چکر لگائے اور طواف مکمل فرمایا۔ پہلے تین چکروں میں رمل کیا۔ یعنی آہستہ آہستہ دوڑے۔ اور باقی چار چکروں میں عام رفتار سے چلے۔ ہر چکر میں رکن یمانی کو ہاتھ سے چھوتے اور حجراسود کو بوسہ دیتے تھے۔ لیکن شمال کی طرف کے دو ارکان (بیت اللہ کے دو کونوں) کو ہاتھ نہ لگایا۔

ہر چکر میں رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان یہ دعا پڑھتے تھے:
رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ
اے ہمارے رب! ہمیں اس دنیا میں ہر طرح کی بھلائیاں عنایت فرما اور آخرت میں بھی تمام تر خیرات و حسنات سے نواز اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ فرما۔
پھر آپ نے مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز ادا فرمائی ان میں فاتحہ کے بعد پہلی رکعت میں (قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ) اور دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد (قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ) تلاوت فرمائی۔
مقام ابراہیم کی طرف آتے ہوئے آپ بلند آواز سے یہ آیت کریمہ تلاوت فرما رہے تھے۔
وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى
اور مقام ابراہیم کو جائے نماز بناؤ۔
آپ نے مقام ابراہیم کو اپنے اور کعبے کے درمیان کر کے طواف کی دو رکعتیں ادا کیں پھر آپ نے زمزم نوش فرمایا اور اپنے سرمبارک پر بھی ڈالا اور دوبارہ حجراسود کو بوسہ دیا۔
سعی:
اس کے بعد آپ صفا پہاڑی کی طرف روانہ ہوئے۔ صفا کے قریب پہنچے تو آپ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے:
إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللهِ أَبْدَأُ بِمَا بَدَأَاللهُ بِهِ
صفاو مروہ اللہ (کے دین) کی نشانیوں میں سے ہیں میں اسی سے ابتدا کرتا ہوں جس سے اللہ تعالیٰ نے ابتدا فرمائی۔آپ صفا پر چڑھے حتی کہ بیت اللہ کو دیکھ لیا۔جب صفا پر چڑھتے تو قبلہ کی طرف منہ کر کے بیت اللہ کو دیکھتے اور تین بار اللہ کی توحید و تکبیر پکارتے ہوئے یوں کہتے:
لَاإِلَهَ إِلاَّ اللهُ وَحْدَهُ لَاشَرِيكَ لَهُ ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ، لَاإِلَهَ إِلاَّ اللهُ وَحْدَهُ لَاشَرِيكَ لَهُ ، أَنْجَزَ وَعْدَهُ ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ ، وَهَزَمَ الأَحْزَابَ وَحْدَهُ
اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں بادشاہت بھی اسکی تعریف بھی اسکی، وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے اور وہ ہرچیز پر قادر ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں وہ اکیلا ہے اس کاکوئی شریک نہیں اس نے اپنا وعدہ پورا فرمایا اپنے بندے کی مدد کی اور اس اکیلے ہی نے تمام گروہوں کو پسپا کردیا۔
اس کے بعد مزید دعائیں فرماتے اور مروہ پر بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

آپ نے صفا و مروہ کے درمیان سات چکر لگائے جب کہ آپ اپنے اونٹ پر سوار تھے۔ ہر چکر میں جب آپ نشیب میں جاتے تو اس جگہ کو تیزی سے طے کرتے۔

حجامت:

جب صفاومروہ کی سعی مکمل ہوگئی تو آپ نے ان تمام لوگوں کو جو اپنے ساتھ قربانیاں نہیں لائے تھے حجامت کے بعد احرام کھول دینے کا حکم دیا۔ابتدا میں ان کی نیت خواہ حج قران کی تھی یا حج افراد کی، احرام کھول دینے کے بعد ان کو رخصت ہو گئی کہ خوشبو استعمال کریں، سلا ہوا کپڑا پہنیں یا بیویوں سے اختلاط کریں۔ اور یہ رخصت 8 ذوالحجہ یعنی یوم الترویہ تک ہوئی۔ اور انہیں 8 تاریخ کو حج کے لیے دوبارہ احرام باندھنا تھا اور جن کے پاس قربانیاں تھیں ان کو فرمایا کہ وہ اپنے اسی احرام کی حالت میں رہیں۔

نوعیت حج:

آپ نے اپنے حج کے متعلق وضاحت فرمائی کہ ’’میں قربانی ساتھ لایا ہوں، حلال نہیں ہوسکتا جب تک قربانی نہ کر لوں۔‘‘

ابو بکر صدیق، عمر فاروق، علی، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم اور دیگر بہت سے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم جو قربانیاں ساتھ لائے تھے وہ بھی حالت احرام میں رہے اور حلال نہیں لائے۔

امہات المومنین رضی اللہ عنھن کے ساتھ قربانیاں نہیں تھیں چنانچہ انہوں نے احرام کھول دیا۔

سیدہ فاطمہ اور سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے بھی اسی طرح کیا۔ سوائے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے، اس لیے کہ انہیں ایام شروع ہوگئے تھے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شکایت کر دی کہ انہوں نے احرام کھول دیا ہے تو رسول اللہﷺنے انہیں بتایا کہ میں نے ہی اسے یہ ہدایت کی ہے۔

رسول اللہﷺکے اس حکم سے جاہلیت کا یہ دستور ٹوٹ گیا کہ حج کے مہینوں میں عمرہ نہیں کرنا چاہیے۔

سراقہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہﷺسے دریافت کیا: اےاللہ کے رسولﷺ! ہمارا یہ عمل صرف اسی سال کے لیے خاص ہے یا ہمیشہ کے لیے اس کی رخصت ہے؟ آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسری میں ڈالتے ہوئے فرمایا: نہیں، بلکہ (تمتع اور قران کی صورت میں) ہمیشہ ہمیشہ کے لیے عمرہ حج میں داخل ہو گیا ہے۔

جو لوگ رسول اللہﷺسے علیحدہ دوسرے علاقوں سے حج کے لیے آئے تھے اور انہوں نے غائبانہ طور پر رسول اللہﷺکے احرام کے مطابق اپنا احرام باندھا تھا تو آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے اپنے احوال پر قائم رہیں۔ چنانچہ جو لوگ قربانی اپنے ساتھ لائے تھے اس لیے وہ حلال نہ ہوئے مگر سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس قربانی نہیں تھی اس لیے وہ حلال ہوگئے۔

رسول اللہﷺنے اعمال حج شروع ہونے سے پہلے کے ایام اتوار، سوموار، منگل، بدھ اور اگلی رات مکہ میں قیام فرمایا اور قربانی ساتھ ہونے کی وجہ سے حالت احرام میں رہے۔

منٰی کو روانگی:

8 ذوالحجہ (جوکہ ’’یوم الترویہ‘‘ کہلاتا ہے) جمعرات کی صبح آپﷺمنٰی کی طرف روانہ ہوئے اوروہ اصحاب کرام رضی اللہ عنہم جو عمرہ کے بعد حلال ہوگئے تھے انہوں نے منٰی کے قریب ’’وادی ابطح‘‘ سے حج کے لیے نیا احرام باندھا اور منٰی پہنچے۔

منٰی پہنچ کر آپ نے جمعرات کے د ن کی بقیہ نمازیں (ظہر، عصر، مغرب اور عشاء) قصر کے ساتھ اپنے وقت پر ادا فرمائیں رات وہیں گزاری اور جمعے کے روز 9 ذوالحجہ کو فجر کی نماز بھی یہیں ادا کی۔

جمعے کے روز سورج طلوع ہونے کے بعد منٰی سے عرفات کے لیے روانہ ہوئے اور حکم فرمایا: میرے لیے وادی نمرہ میں خیمہ لگایا جائے۔ پھر آپ اپنے خیمے میں تشریف لے آئے۔

جب سورج ڈھل گیا تو فرمایا: میرے لیے میری (قصواء) اونٹنی تیار کی جائے۔ چنانچہ اس پر پالان کس دیا گیا اور آپ وادی عرنہ میں تشریف لے آئے۔

نمرہ اور عرنہ کی مختصر وادیاں میدان عرفات سے متصل ہونے کی وجہ سے عرف عام میں عرفات کا حصہ سمجھی جاتی ہیں جب کہ حقیقتاً ایسا نہیں ہے۔

خطبہ حج:

آپ نے اپنی اونٹنی پر سے ہی خطبہ ارشاد فرمایا۔آپ نے اللہ کی حمد و ثنا بیان فرمائی، شہادت کے کلمات کہے، اللہ سے ڈرنے کی وصیت کی۔ پھر جو باتیں کہیں ان میں آپ نے فرمایا: ’’لوگو! میری بات سنو! مجھے نہیں معلوم، غالباً میں تم سے اس سال کے بعد اس مقام پر کبھی نہ مل سکوں گا۔‘‘

” تمہارا خون، تمہارا مال اور تمہاری آبرو ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہے، جس طرح تمہارے اس شہر اور مہینے میں تمہارے اس دن کی حرمت ہے۔“

” سن لو! جاہلیت کی ہر چیز میرے پاؤں تلے روند دی گئی، جاہلیت کے خون بھی ختم کر دیے گئے اور ہمارے خونوں میں سے پہلا خون جسے میں ختم کر رہا ہوں وہ ربیعہ بن حارث کے بیٹے کا خون ہے۔ یہ بچہ بنو سعد میں دودھ پی رہا تھا کہ بنو ہذیل نے اسے قتل کر دیا اور جاہلیت کا سود ختم کر دیا گیا اور ہمارے سود میں سے پہلا سود جسے میں ختم کر رہا ہوں وہ عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا سود ہے۔ اب یہ سارے کا سارا سود ختم ہے۔“

” ہاں! عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، کیونکہ تم نے انہیں اللہ کی امانت کے ساتھ لیا ہے اور اللہ کے کلمے کے ذریعہ ان کی شرمگاہیں حلال کی ہیں۔ ان پر حق یہ ہے کہ وہ ایسا کریں تو تم انہیں مار سکتے ہو، لیکن سخت مار نہ مارنا اور تم پر ان کا حق یہ ہے کہ تم انہیں معروف طریقے سے کھلاؤ اور پہناؤ۔“

”اور میں تم میں ایسی چیز چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم نے اسے مضبوطی سے پکڑے رکھا تو اس کے بعد ہرگز گمراہ نہ ہوگے اور وہ ہے اللہ کی کتاب۔“

”اور تم سے میرے متعلق پوچھا جائے گا تو کیا کہو گے؟“ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: ہم شہادت دیں گے کہ آپ نے تبلیغ کر دی، پیغام پہنچا دیا اور خیر خواہی کا حق ادا فرما دیا۔یہ سن کر آپ شہادت کی انگلی کو آسمان کی طرف اٹھاتے اور لوگوں کی طرف جھکاتے ہوئے فرمایا: ”اے اللہ! گواہ رہ، اے اللہ! گواہ رہ، اے اللہ! گواہ رہ۔“

اس خطبے میں آپ نے مزید کئی امور بیان فرمائے اور جب فارغ ہوئے تو آپ پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نازل ہوا:

اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا
المائدة – 3

”آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بحیثیت دین پسند کر لیا۔“

چنانچہ یہ نعمت اور سعادت کا دن تھا۔

ام الفضل ہلالیہ رضی اللہ عنہا نے اسی کیفیت میں آپ کی خدمت میں دودھ کا ایک پیالہ بھجوایا تو آپ نے اس کو برسرعام اونٹنی پر بیٹھے ہوئے نوش فرمایا۔ (اس طرح معلوم ہوگیا کہ آپ روزے سے نہیں تھے لہذا یوم عرفہ

کے روزے کی فضیلت کا تعلق غیر حاجیوں کے ساتھ ہے۔)اس کے بعد آپ نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا، انہوں نے اذان دی، پھر اقامت کہی اور آپ نے ظہر اور عصر کی نمازیں جمع اور قصر کر کے ادا فرمائیں اور ان کے درمیان کوئی سنت یا نفل نہیں پڑھے۔ ایک اذان اور دو اقامتیں کہی گئیں۔

وقوف عرفات:

نماز کے بعد آپ سوار ہو کر میدان عرفات تشریف لے گئے اور اپنا رخ قبلے کی طرف فرمالیا۔اس دوران ایک شخص حالت احرام میں اپنی سواری سے گر کر فوت ہو گیا، آپ نے اس کے متعلق فرمایا: ’’اسے انہی کپڑوں میں کفن دیا جائے خوشبو نہ لگائی جائے اور اس کا سر بھی نہ ڈھانپا جائے۔‘‘آپ نے مزید فرمایا: قیامت کے دن یہ شخص لبیک پکارتا ہوا اٹھے گا۔

نجد کے لوگوں نے آپ سے حج کے مسائل دریافت کیے تو آپ نے وقوف عرفہ کے متعلق فرمایا کہ وقوف عرفات ہی حج ہے۔ نیز آپ نے اس کا وقت بھی متعین فرمایا۔ یعنی دن یا رات کا کچھ حصہ وہاں گزارے۔دوسرے لوگوں کو یہ پیغام بھی بھجوایا کہ میدان عرفات میں اپنے اپنے پڑاؤ ہی پر وقوف کریں۔ (جبل رحمت پر چڑھنا ضروری نہیں)

مزدلفہ کی رات:

یہ جمعے کا دن تھا، آپ اس روز ظہر کے وقت سے لے کر شام تک تلبیہ اور دعا و مناجات میں مشغول رہے حتی کہ سورج غروب ہوگیا۔ جب شفق کی زردی ختم ہوگئی تو آپ نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے سوار کیا اور عرفات سے روانہ ہوئے۔ آپ نے اپنی سواری کی باگ بڑی سختی سے کھینچ رکھی تھی اور اسی کیفیت میں سفر جاری رہا۔

راستے میں آپ لوگوں کو پرسکون رہنے کی تلقین فرماتے رہے۔ایک گھاٹی کے پاس آپ سواری سے اترے، پیشاب کیا اور وضو بھی کیا اور اسامہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ’’نماز کا مقام اور وقت آگے ہے۔‘‘ پھر سوار ہوئے اور مزدلفہ پہنچ گئے۔ یہ جمعے اور ہفتے کی درمیانی رات تھی۔

مزدلفہ پہنچ کر آپ نے وضو کیا، مغرب اور عشاء کی نمازیں ایک اذان اور دواقامتوں کے ساتھ جمع اور قصر کر کے پڑھیں اور ان کے درمیان کوئی سنتیں یا نفل نہیں پڑھے اور نہ کوئی خطبہ ارشاد فرمایا۔ پھر آپ آرام کرنے کی غرض سے لیٹ گئے حتی کہ فجر ہو گئی۔تب آپ نےلوگوں کے ساتھ مل کر نماز فجر ادا فرمائی۔ یہ ہفتے کادن اور ذوالحجہ کی دس تاریخ تھی۔ یہی یوم النحر اور عید الاضحی کا دن ہے۔

سیدنا عروہ الطائی رضی اللہ عنہ نے ایک سوال کیا تو آپ ﷺنے فرمایا: جس نے مزدلفہ میں فجر کی نماز پالی، اس نے حج پالیا۔
مہات المومنین سیدہ سودہ، ام حبیبہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنھن نے آپ سے اجازت چاہی کہ رات ہی کو مزدلفہ سے روانہ ہو جائیں تو آپ نے انہیں اور دیگر کمزور لوگوں کو رخصت مرحمت فرمائی کہ وہ چاند غروب ہونے تک مزدلفہ میں وقوف کریں پھر رات ہی کو منٰی جا سکتے ہیں البتہ جمرۂ عقبہ کی رمی کی بابت انہیں حکم دیا کہ وہ طلوع آفتاب کے بعد رمی کریں۔
آپ نماز فجر ادا کر لینے کے بعد ''مشعر الحرام'' کے پاس تشریف لے گئے اور قبلہ رخ ہو کر دعا و مناجات اور تکبیر و تہلیل میں مشغول ہو گئے۔ حتی کہ صبح خوب سفید اور روشن ہوگئی۔
منٰی کو واپسی:
سورج نکلنے سے پہلے آپ نے فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کو اپنے ساتھ سواری پر بٹھایا اور منٰی روانہ ہوگئے۔ جب کہ اسامہ رضی اللہ عنہ پہلے جانے والوں کے ساتھ روانہ ہوگئے تھے۔
پھر آپﷺنے اپنی اونٹنی کو حرکت دی اور منٰی کی راہ میں جب وادی محسر کے دامن میں پہنچے تو اپنی سواری کی رفتار ذرا تیز فرمائی اور درمیان والی راہ اختیار کرتے ہوئے جمرۂ عقبہ پر تشریف لے آئے۔جب سورج اونچا ہوگیا تو آپ نے جمرۂ عقبہ کو کنکریاں ماریں اور فرمایا: ''مجھ سے حج کا طریقہ خوب اچھی طرح سمجھ لو، شاید کہ میں اس سال کے بعد حج نہ کر سکوں۔''
منٰی میں آپ جہاں کھڑے تھے، وہیں سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آپ کے لیے چھوٹی چھوٹی کنکریاں چنی تھیں۔نیز آپ نے فرمایا: ''جمرات کو مارنے کے لیے چھوٹی چھوٹی کنکریاں چنی جائیں۔'' بڑے ڈھیلوں یا پتھروں سے منع فرمایا، کیونکہ دین میں غلو یعنی حد سے بڑھنا جائز نہیں۔
آپ نے نشیب میں اپنی سواری ہی سے جمرۂ عقبہ کو سات کنکریاں ماریں۔ ہر کنکری کے ساتھ ''اللہ اکبر'' کہتے تھے اور اس کے ساتھ ہی تلبیہ پکارنا بند کر دیا۔یہیں قبیلہ بنو خثعم کی ایک خاتون نے آپ سے دریافت کیا کہ آیا میں اپنے والد کی طرف سے حج کر سکتی ہوں یا نہیں، آپﷺنے فرمایا: ''ہاں! تم اپنے والد کی طرف سے حج کر سکتی ہو۔'' یہ واقعہ منٰی میں جمرۂ عقبہ کی رمی کے بعد پیش آیا۔
آپ نے اس روز 10 ذوالحجہ یعنی یوم النحر ہفتے کے دن خطبہ بھی ارشاد فرمایا۔ اس میں انہی امور کا تذکرہ تھا جو کہ عرفات میں ارشاد فرمائے تھے۔ آپ نے مکہ کی حرمت کا تذکرہ بھی فرمایا۔

اس موقع پر بلال اور اسامہ رضی اللہ عنہما کو آپ کی خدمت کا اعزاز حاصل ہوا۔ ایک نے اونٹنی کی باگ تھامی ہوئی تھی تو دوسرے نے آپ کے سر پر کپڑے سے سایہ کر رکھا تھا تاکہ گرمی سے بچاؤ رہے۔

قربانی:

کنکریاں مارنے کے بعد آپ قربان گاہ تشریف لے آئے۔ یہاں آپ نے ایک سو اونٹ ذبح کیے۔ ان میں سے تریسٹھ تو آپ نے اپنے دست مبارک سے خود نحر (ذبح) فرمائے اور باقی کے متعلق علی رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ وہ ذبح کریں۔ یہ قربانیاں کچھ تو آپ اپنے ساتھ مدینہ منورہ سے لائے تھے اور کچھ علی رضی اللہ عنہ یمن سے لے کر پہنچے۔

اپنی ازواج کی طرف سے آپ نے گائیوں کی قربانی دی اورمزید دو چتکبرے مینڈھے بھی آپ نے ذبح کیے۔

قربان کیے گئے اونٹوں کے بارے میں آپ نے فرمایا:

”ان میں سے ہر ایک سے گوشت کا ایک ٹکڑا لیا جائے۔“

چنانچہ اس سارے گوشت کو ایک دیگچے میں ڈال کر پکایا گیا۔ آپ اور علی رضی اللہ عنہ نے اس میں سے مل کر کھایا اور شوربہ نوش فرمایا۔

آپ نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو بھی ان قربانیوں میں حصے دار بنایا۔

آپ نے حکم دیا کہ ان قربانیوں کا گوشت، ان کے چمڑے اور ان کے جھول وغیرہ سب تقسیم کر دیے جائیں اور قصاب کو مزدوری ہی دیں۔ قربانیوں میں سے کچھ نہ دیا جائے۔

آپ نے ارشاد فرمایا:میدان عرفات سارے کا سارا مقام وقوف ہے، سوائے وادی عرنہ کے، اسی طرح مزدلفہ بھی سارے کا سارا مقام وقوف ہے سوائے ”وادی محسر“ کے اور منٰی بھی سارے کا سارا قربان گاہ ہے۔ نیز مکے کی گلیاں اور راستے بھی قربانی کا مقام ہیں۔

پھر آپ نے اپنا سر منڈوادیا اور بال مبارک آدھے تو ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو عنایت فرما دیے اور باقی ایک ایک دو دو کر کے دوسرے صحابہ کے حصے میں آئے۔

اصحاب کرام رضی اللہ عنہم میں سے کچھ نے اپنے سر کے بال منڈاوئے اور کچھ نے کتروائے۔ آپ نے سر منڈوانے والوں کے لیے تین بار مغفرت کی دعا فرمائی اور کتروانے والوں کے لیے ایک بار۔

طواف افاضہ کے لیے مکہ جانے سے پہلے آپ نے خوشبو لگائی تھی یہ خوشبو آپ کو عائشہ رضی اللہ عنہا نے لگائی۔ اس میں کستوری بھی شامل تھی۔

طواف افاضہ:
پھر آپ اسی روز مکے کی جانب روانہ ہوئے وہاں پہنچ کر آپ نے ظہر سے پہلے طواف افاضہ کیا۔
چاہ زمزم سے پانی کھینچنے والے کے ہاتھ سے ڈول لے کر آپ نے زمزم نوش فرمایا۔
مکہ سے منٰی واپسی:
پھر سعی کیے بغیر منٰی واپس تشریف لے گئے (کیونکہ ''حج قران'' ادا کرنے والے کے لیے عمرے کی سعی کافی ہوتی ہے) یہاں آکر ظہر کی نماز پڑھی۔ اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ ظہر کی نماز آپ نے مکہ ہی میں پڑھی تھی۔اس روز ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے اونٹ پر سوار ہو کر لوگوں کے پیچھے سے بیت اللہ کا طواف کیا، وہ کچھ بیمار تھیں اور رسول اللہﷺنے انہیں اس امر کی اجازت دی تھی۔اسی روز سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی کی وہ اسی روز ایام سے پاک ہوئی تھیں۔
سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے بھی اس روز طواف افاضہ کیا مگر بعد ازاں منٰی سے کوچ کی رات انہیں ایام شروع ہوگئے چنانچہ انہیں طواف وداع کیے بغیر ہی مدینہ روانگی کی اجازت مل گئی۔
طواف زیارت کے بعد:
آپ دوبارہ منٰی پہنچے تو لوگوں نے آپ سے مختلف سوالات کیے۔ مثلاً یہ کہ جمرہ عقبہ کی رمی، سر منڈوانے اور قربانی کرنے میں کچھ تقدیم و تاخیر ہوگئی یعنی ترتیب بدل گئی ہے تو آپ نے ہر ایک سے یہی فرمایا: ''اس میں کوئی حرج نہیں۔''
ایام تشریق:
آپ نے ہفتے کا یہ بقیہ دن یعنی 10 ذوالحجہ، پھر اتوار کی رات اور اتوار کا دن یعنی 11 ذوالحجہ، سوموار کی رات اور سوموار کا دن یعنی 12 ذوالحجہ منگل کی رات اور منگل کا دن یعنی 13 ذوالحجہ منٰی ہی میں گزارے۔ انہیں ''ایام تشریق'' کہتے ہیں۔
ان دنوں میں آپ ہر روز زوال کے بعد تینوں جمرات پر کنکریاں مارتے رہے۔ قریبی جمرہ جو منٰی کی جانب ہے، اس سے ابتدا کرتے، کنکریاں مارنے کے بعد ذرا ہٹ کر بہت لمبی دعا کرتے اور آخر میں جمرۂ عقبہ کو کنکریاں مار کرچلے آتے اور یہاں دعا نہ کرتے۔ کنکریاں مارتے ہوئے ہر کنکری کے ساتھ ''اللہ اکبر'' کہتے۔

آپ نے اتوار کے روز 11 ذوالحجہ کو اور بعض روایات کے مطابق سوموار 12ذوالحجہ کو بھی خطبہ ارشـــاد فرمایا۔ ان خطبات میں آپ مســـلمانوں کے مابین ان کی عزتوں، ان کے خونوں اور ان کے اموال کی اہمیت اور حرمت کا بیان فرماتے رہے اور یہ کہ وہ بیت اللہ کی حرمت کا بھی پاس رکھیں۔
آپ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ نے رخصت چاہی کہ منٰی کی راتیں مجھے مکے میں گزارنے کی اجازت دیں تاکہ حجاج کو پانی پلانے کی خدمت سـر انجام دے ســکوں۔ چنانچہ انہیں اجازت دے دی گئی۔ ایســے ہی چرواہوں کو بھی منٰی سے باہر چراگاہوں میں رہنے کی اجازت دی گئی۔
وادئ محصّب میں پڑاؤ:
ایام تشــریق کے آخری دن 13 ذوالحجہ منگل کے روز آپ منٰی ســے روانہ ہوکر وادی محصّــب تشــریف لے آئے۔ یہ دن ’’یوم النفر الثانی‘‘ کہلاتاہے ’’ یعنی روانگی کا دوسرا دن‘‘ وادئ محصّب میں آپ کے لیے خیمہ لگا دیا گیا، یہ خدمت ابو رافع رضـــی اللہ عنہ نے انجام دی اور یہی آپ کے ســـفر کے منتظم تھے۔
آپ نے اپنے اس پڑاؤ (وادئ محصّب) میں ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں ادا فرمائیں۔ 14ذوالحجہ بدھ کی رات بھی آپ نے یہیں بسر فرمائی۔
عمرہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا:
سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے تمنا ظاہر کی کہ ایک عمرہ کر لیں کیونکہ اب وہ پاک ہو گئی تھیں تو آپ نے ان کے بھائی عبدالرحمن بن ابی بکر رضـــی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ انہیں مقام ’’تنعیم‘‘ ســـے عمرے کا احرام بندھوا کر عمرہ کروا لائیں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔
طواف وداع:
اس سے پہلے کئی لوگ منٰی سے ہی اپنے اپنے علاقوں کی طرف روانہ ہو جاتے تھے۔ آپ نے فرمایا: ’’یہاں تمہارا آخری طواف بیت اللہ ہونا چاہیے سوائے اس صورت کے کہ کوئی خاتون حیض سے ہو۔‘‘ (یعنی اسے طواف وداع سے رخصت ہے)چنانچہ آپ سحر کے وقت نماز فجر سے پہلے بیت اللہ میں تشریف لائے اور طواف وداع کیا۔اسی راہ میں آپ کی عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات ہوگئی جب آپ طواف وداع کے لیے تشریف لے جارہے تھے، اور وہ عمرے سے فارغ ہو کر واپس آ رہی تھیں۔
مدینہ کو واپسی:
طواف وداع کے بعد آپ نے قافلے کی روانگی کا حکم دیا اور مکے کی زیریں جانب (کداء ثنیہ سفلیٰ) سے مدینے کی طرف روانہ ہوئے۔

آپ کی مکہ مکرمہ میں آمد سے لے کر طواف وداع کے بعد واپس مدینہ کی طرف روانگی تک کی کل مدت دس روز ہے۔
اســـی طرح چلتے چلتے آپ ذوالحلیفہ پہنچے یہاں رات گزاری اور روانہ ہوئے۔ مدینہ منورہ کی آبادی دیکھ کر آپ نے تین بار اللہ اکبر کہا اور یہ دعا پڑھی:
لَاإِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَاشَــرِيكَ لَهُ، لَهُ المُلْكُ وَلَهُ الحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَـــيْءٍ قَدِيرٌ، آئِبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ سَآئحوْنَ سَاجِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ، صَدَقَ اللهُ وَعْدَهُ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَهَزَمَ الأَحْزَابَ وَحْدَهُ
اللہ کے ســـوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شـــریک نہیں۔ حکومت اسی کی ہے۔ تعریفیں بھی اسی کی ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ہم واپس آنے والے ہیں۔ توبہ کرنے والے ہیں۔ عبادت کرنے والےہیں۔ روزہ رکھنے والے ہیں۔ ســجدہ کرنے والےہیں۔ اپنے رب ہی کی حمد کرنے والے ہیں۔ اللہ نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا، اپنے بندے کی نصرت فرمائی اور اس اکیلے ہی نے تمام گروہوں کو پسپا کردیا ۔
پھر آپ دن چڑھے اپنے شہر مدینہ منورہ میں تشریف لائے۔
اور یہ تھا رسول اللہﷺکا سفر حج اور اس کی منازل کے **مناظر!!**

(37) چوتھے دن کی قربانی کا مسئلہ

سوال : چوتھے دن کی قربانی کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب:

۱) قربانی کےایام یوم النحر کے علاوہ بقیہ تین دن یعنی ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳ ذوالحجہ قربانی کے ایام ہیں۔ اس بارے میں جمہورِ اہلِ علم کی دلیل سیدناجبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی روایت ہے کہ :

کل أیام التشریق ذبح

یعنی ایام التشریق کے تمام دن ذبحہ کے دن ہیں ۔[1]

اس روایت کی سند میں تمام رجال ثقات ہیں۔ البتہ راوی سلمان بن موسیٰ کا سماع (سننا) صحابی جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں ہے۔

جبکہ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے صحیح ابن حبان میں بھی یہی روایت نقل کی ہے۔ لیکن اس کی سند میں بھی انقطاع ہے یعنی عبد الرحمٰن بن ابی حسن کا سماع سیدناجبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں ہے۔

اگرچہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے معرفۃ السنن میں اس انقطاع کا ذکر نہیں کیا۔[2] نیز حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے فتح الباری میں لکھا ہے:

وحجة الجمهور حديث جبير بن مطعم رضي الله عنه رفعه (كل فجاح منىٰ منحر وكل ايام التشريق ذبح) اخرجه احمد لكن فی إسناده انقطاع ووصله الدارقطنى ورواته ثقات

” یعنی اس حدیث کو متصل سند کے ساتھ امام دارقطنی نے روایت کیا اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں ۔[3]

یوں تعدد طرق کے سبب سے اس روایت کو محققین کی ایک جماعت نے قبول کیا ہے۔ مثلاً:

امام نووی رحمہ اللہ شرح مسلم میں فرماتے ہیں :

فقال الشافعي يجوز في يوم النحر وايام التشريق ثلاثة بعده ومن قال بهذا علي ابن ابي طالب وجبير بن مطعم وابن عباس رضي الله عنهم وعطاء والحسن البصري وعمر بن عبد العزيز وسليمان موسىٰ الأسدي فقيه أهل الشام وداؤود الظاهري

یعنی امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سیدنا علی بن ابی طالب، جبیر بن مطعم، ابن عباس رضی اللہ عنہم ،اور سیدناحسن بصری ، عمر بن عبد العزیز سلیمان موسیٰ الاسدی اور داؤد ظاہری رحمہم اللہ جمیعاً یہ سب چار دن کی قربانی کے قائل ہیں۔ [4]

جبکہ فتح الباری میں اہل شـــام کے امام امام اوزاعی رحمہ اللہ کا نام بھی مذکور ہے نیز امام ابن المنذر رحمہ اللہ نےبھی اس تحقیق کو اختیار کیا ہے۔
مزید شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کتاب الاختیارات میں لکھا ہے۔
ذبح الأضحية آخر أيام التشريق وهو مذهب الشافعب واحد قولی أحمد
یعنی قربانی ایام تشـریق کے آخری دن تک ہے۔یہی موقف امام شـافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کے دو قول میں ســـے ایک قول چوتھے دن کی قربانی کا ہے۔
نیز زاد المعاد میں علامہ امام ابن القیم الجوزی رحمہ اللہ بھی اســـی کے قائل ہیں۔
امام ابن حزم رحمہ اللہ نے محلّی میں حنفیہ کے اس دعوے پر کہ تین دن کی قربانی کا مسئلہ اجماعی مسئلہ ہے کی تردید میں پہلےفقط تین دن کی قربانی سے متعلقہ ان آثار پر اصولی نقد کیا ہے اور پھر اپنا مؤقف بیان کیا ہے، وہ فرماتےہیں :
عن علي النحر ثلاثة أيام
یعنی علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے قربانی تین دن ہے اس کی سند میں ابن ابی یعلیٰ سیئ الحفظ جبکہ منہال متکلم فیہ ہے۔
مالک بن ماعز یا ماعز بن مالک نے اپنے والد ســـے بیان کیا کہ ان کے والد نے جنابِ عمر رضی اللہ عنہ سے سنا :
إنما النحر في هذه الثلاثة الايام
” یعنی قربانی تین دن ہے۔ اس کی سند میں باپ اور بیٹا جو اس اثر کو جنابِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں مجہول ہیں“۔
ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتےہیں:
أيام النحر ثلاثة أيام
یعنی قربانی تین دن ہے۔ اس کی سند میں ابو حمزہ ضعیف راوی ہے۔
ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
الأضحى يوم النحر ويومان بعده
اس کی ســند بھی صــحیح نہیں ہے کیونکہ اســماعیل بن عیاش اور عبد اللہ بن نافع یہ دونوں ضعیف راوی ہیں۔
ان آثار کے بارے میں حنفی امام علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ بھی نصـــب الرایہ میں لکھتے ہیں:
روي عن عمر وعلي وابن عباس انهم قالوا أيام النحر ثلاثة أفضـــلهاأولها۔ قلت غريب جداً

کہ سیدنا عمر، علی اور ابنِ عباس سے مروی شدہ آثار ہیں کہ قربانی کے تین دن ہیں ، میں یہ کہتا ہوں کہ " غریب جدا "۔ یہ تو بہت ہی غریب ہیں ۔
انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
الاضحی ثلاثة أیام
قربانی تین دن ہے۔اس کی سند صحیح ہے لیکن ایک تو یہ صحابی کا قول ہے، مرفوع روایت نہیں نیز اس میں زیادتی کی نفی نہیں ہے۔
اس کے بعد وہ لکھتے ہیں:
وان كان هذا إجماعًا فقد خالفه عطاء وعمر بن عبد العزيز والحسن البصرى والزهري أبو مسلمة بن عبد الرحمن وسليمان بن يسار وأف لكل إجماع خرج عنه هولاء
’’ یعنی اگر اس مسئلہ میں اجماع ہوتا (کہ قربانی صرف تین دن ہے) تو امام عطاء (امام ابوحنیفہ کے استاذ) اور سیدنا عمر بن عبد العزیز ، امام حسن بصری، امام زہری ابو مسلمہ اور سلیمان بن یسار رحمہم اللہ جیسے نامور ائمہ نے اس کی مخالفت کی ہے۔[5]
سو ایسا اجماع جس کی مذکورہ ائمہ جیسے مخالفت کریں وہ انتہائی قابلِ رحم وقابلِ افسوس ہے‘‘ (یعنی یہ دعوی اجماع باطل ہے) ۔
صاحبِ نیل الاوطار امام شوکانی رحمہ اللہ نے بھی اس مسئلہ میں ترجیح چار دن کی قربانی کو دی ہے ۔ جیساکہ انہوں نے فیصلہ کن انداز میں لکھا ہے:
أرجحها المذهب الأول للأحاديث المذكورة في الباب وهي يقوى بعضها بعضًا
یعنی اس مضمون میں مذکورہ احادیث کی روشنی میں مذہبِ اول راجح ہے کیونکہ وہ تمام احادیث ایک دوسرے کو تقویت دیتی ہیں۔[6]
شیخ البانی رحمہ اللہ بھی جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کی روایت کے بارے میں لکھتے ہیں:
والصواب عندي أنه لا ينزل عن درجة الحسن بالشواهد التي قبله ولاسيما وقد قال به جمع من الصحابة كما في شرح مسلم للنووي
یعنی میری تحقیق کے مطابق یہ روایت شواہد کی وجہ سےحسن درجہ سے کم نہیں ہےنیز صحابہ کی ایک جماعت بھی اس کی قائل ہے جیساکہ نووی رحمہ اللہ نے شرح مسلم میں اس کی وضاحت کی ہے۔[7]
مزید صاحب مرعاۃ المفاتیح علامہ عبید اللہ رحمانی رحمہ اللہ بھی اسی موقف کے حق میں ہیں۔

دورِ حاضر کے معروف محققینِ حدیث شیخ عبد القادر الارنائووط اور شیخ شعیب الارنائووط بھی یہی تحقیق رکھتے ہیں جیساکہ شیخ امین اللہ صاحب حفظہ اللہ نے فتاویٰ الدین الخالص میں ذکر کیا ہے۔

سعودی عرب کی فتویٰ کمیٹی (لجنۃ دائمہ) نے بھی اپنے فتوے میں تحریر کیا ہے:

ینتهي الذبح بغروب الشمس الیوم الرابع فی اصح اقوال أهل العلم

قربانی کا انتہائی وقت چوتھے دن کے غروبِ آفتاب تک ہے۔[8]

اہل الحدیث علماءِ کرام میں اکثر فتاویٰ نویس کے فتاویٰ بھی مندرجہ بالا تحقیق کی روشنی میں یہی ہیں۔

راقم نے شیخ بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً سے اس موضوع پر سوال کیا تو شیخ رحمہ اللہ کا یہی جواب تھا کہ:

روایت میں ضعف ہے لیکن چونکہ اس کی متعدد سندیں ہیں جس میں بعض کا ضعف بعض سے زائل ہوجاتا ہے اور مجموعی طور پر روایت قابل عمل ہوجاتی ہے۔

واضح رہے کچھ اہلِ تحقیق کا موقف قربانی کے حوالے سے صرف تین دن کا ہی ہے ان کے پاس بھی دلیل ہے جو کتب میں مذکور ہے۔

ہم نے چوتھے دن کی قربانی کے حوالے سے جو گزارشات ضروری سمجھی اسے بقدر ضرورت تحریر کردیا ہے۔

هذا ماعندی واللہ اعلم بالصواب

وصلی اللہ و سلم علی نبینا محمد و علی آله وصحبه أجمعین

[1] مسند احمد رقم الحدیث:16752،سنن الصغیر للبیهقی:باب وقت الاضحیۃ رقم الحدیث:1832۔

[2] معرفۃ سنن:ایام النحر رقم الحدیث:16114۔

[3] فتح الباری ج: ۱۰،سنن الدار القطنی :الصید و الذبائح:رقم الحدیث:4758۔

[4] شرح مسلم للنووی: کتاب الاضاحی جزء 112/13۔

[5] المحلی باآثار جلد6/40-43

[6] نیل الاوطار:باب بیان وقت الذبح جلد5/149

[7] سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ :باب:2476جلد 621/5

[8] فتاویٰ لجنۃ دائمه للبحوث العلمیۃ والافتاء ج: 11، ص: 405

(38) قربانی کے فضائل و مسائل

سوالاً و جواباً

سوال: اضحیہ کی تعریف کیا ہے ؟اور اس کا وقت کب شروع ہوتاہے؟

سوال: کیا قربانی کا حکم قرآن وسنت میں موجود ہے؟

سوال: قربانی کاشرعی حکم کیا ہے؟

سوال : کیا قربانی کے لیے صاحبِ نصاب ہونا شرط ہے؟

سوال : قربانی قبل از نمازِ عید اگر کرلی جائے تو اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟

سوال : قربانی کرنے والے پر شرعا کن امور کا لحاظ رکھنا ضروری ہے؟

سوال : کیا ایک قربانی ایک گھر کی طرف سے کفایت کرجائے گی؟

سوال: کیا ہر حلال جانور کی قربانی درست ہے؟

سوال: قربانی کے جانور میں کن عیوب سے بچنا ضروری ہے؟

سوال: اونٹ اور گائے میں کتنے افراد شریک ہوسکتے ہیں؟

سوال: قربانی کے جانور کو ذبح کرتے وقت کن امور کا لحاظ رکھا جائے؟

سوال : کیا قربانی کا گوشت ذخیرہ کرنا گناہ ہے؟

سوال: کیا خواتین اپنے قربانی کے جانور پر چھری پھیر سکتی ہیں؟

سوال : قربانی کا گوشت کس طرح تقسیم کیا جائے؟

سوال: سفر میں قربانی کرنا؟

سوال: قربانی کی کھال کا مصرف؟

سوال: قربانی کے جانور کا خون کپڑے پر لگ جائے تو نماز ہوجاتی ہے؟

الحمد للہ والصلوۃ واسلام علیٰ رسول اللہ وبعد !

سوال: اضحیہ کی تعریف کیا ہے ؟اور اس کا وقت کب شروع ہوتاہے؟

ج: عید الاضحیٰ کے موقعہ پر جن جانوروں کی قربانی کی جاتی ہے انہیں" اضحیہ "کہتے ہیں اور اس کی جمع " اضاحی "ہے۔

اس کا وقت 10 ذوالحجہ کو عید کی نماز ادا کرنے کے بعد شروع ہوتا ہے ۔

جیساکہ براء بن عازب tسے روایت ہے وہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا :

إن أول ما نبدأ من يومنا هذا أن نصلي ثم نرجع فننحر فمن فعل هذا فقد أصاب سنتنا

" آج کے دن کی ابتدا ہم نمازِ عید سے کریں گے، پھر فارغ ہوکر قربانی کریں گے جس نے اس طرح کیا اس نے ہماری سنت کو پالیا"۔[2]

سوال: کیا قربانی کا حکم قرآن وسنت میں موجود ہے؟

ج: جی ہاں اس کی ترغیب قرآن وحدیث میں موجود ہے۔
فرمانِ باری تعالیٰ ہے :
فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ
الكوثر – 2
’’پس تو اپنے رب کے لئے نماز پڑھ اور قربانی کر۔‘‘
سنن ابو داؤد اور ابن ماجہ میں روایت ہے مخنف بن سلیم فرماتے ہیں ہم نبی اکرم ﷺ کے پاس عرفات کے میدان میں ٹھہرے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا :
يا أيها الناس إن على كل أهل بيت في كل عام أضحية
سوال: قربانی کاشرعی حکم کیا ہے؟
ج: جمہورِ اہل علم کا یہی موقف ہے کہ قربانی سنتِ مؤکدہ ہے۔ یہی وجہ ہے امام ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
قربانی کا واجب ہونا کسی ایک صحابی سے بھی ثابت نہیں ہے ،نبی اکرم ﷺ کا اس سنت پر ہمیشگی اختیار کرنا، سفر میں بھی قربانی کرنا، اور صحابہ میں قربانی کے جانور تقسیم کرنا ان امور سے اس عمل کی تاکید ثابت ہوتی ہے۔ یعنی یہ ایک مؤکد سنت ہے۔[4]
اس بارے میں ایک مرفوع روایت ابو ہریر ہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
من وجد سعة ولم يضح فلايقربن مصلانا
یعنی استطاعت کے باوجود قربانی نہ کرنے والا ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔[5]
سوال : کیا قربانی کے لیے صاحبِ نصاب ہونا شرط ہے؟
ج: قربانی کے لیے صاحبِ نصاب ہونا ضروری نہیں اس کی دلیل جناب عبد اللہ بن عمررضی اللہ عنہما کی روایت ہے:
أقام رسول الله صلى الله عليه وسلم بالمدينة عشر سنين يضحي
’’ یعنی رسول اللہ ﷺ اپنی پوری زندگی میں قربانی کرتے رہے ۔ اور یہ امر محتاجِ بیان نہیں کہ آپ صاحبِ نصاب نہیں تھے‘‘۔[6]
سوال : قربانی قبل از نمازِ عید اگر کرلی جائے تو اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟
ج: قربانی عید کے نماز سے پہلے کرنا ٹھیک نہیں بلکہ اگر کسی نے ایسا کرلیا تو یہ ایک عام ذبیحہ ہوگا قربانی نہیں ہوگی، اس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہے:
من ذبح قبل الصلاة فليعد

یعنی جس نے نمازِ عید سے پہلے قربانی کی (تو اس کی قربانی نہیں ہوئی) اسے چاہئے کہ وہ دوبارہ قربانی کرے‘‘-[7]

سوال : قربانی کرنے والے پر شرعا کن امور کا لحاظ رکھنا ضروری ہے؟

ج: قربانی کرنے والا ذوالحجہ کا چاند دیکھنے کے بعد ناخن نہ کتروائے اور حجامت وغیرہ نہ بنوائے یہاں تک کہ وہ قربانی کرے-[8]

ج: جی ہاں! جناب ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں لوگ قربانیاں کیسے کرتے تھے؟ انہوں نے جواباً فرمایا:

كان الرجل يضحي بالشاة عنه وعن أهل بيته

’’ یعنی ایک آدمی اپنے پورے گھر والوں کی طرف ایک بکری قربان کرتا تھا ‘‘-[9]

سوال: کیا ہر حلال جانور کی قربانی درست ہے؟

ج: ہر حلال جانور کی قربانی درست نہیں اس حوالے سے روایات مین جن جانوروں کا ذکر ہے اسی پر اکتفا کیا جائے۔ مثلا اونٹ ، گائے، بیل ، بکرا، بکری، بھیڑ، دنبہ-[10]

سوال: قربانی کے جانور میں کن عیوب سے بچنا ضروری ہے؟

ج: براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أربع لا تجوز في الأضاحي العوراء بين عورها، والمريضة بين مرضها، والعرجاء بين ظلعها، والكبيرة التي لا تنقي

’’ چار قسم کے جانور قربانی میں جائز نہیں، یک چشم جس کا یک چشم ہونا بالکل صاف طور پر معلوم ہو، بیمار جس کی بیماری واضح ہو، لنگڑا جس کا لنگڑا پن نمایاں ہو،اور ایسا بوڑھا کہ اس کی ہڈیوں میں گودا نہ رہا ہو‘‘-[11]

سوال: قربانی کے جانور میں پہلے عیب نہیں تھا خریدنے کے بعد عیب پیدا ہوگیا اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

ج: سابقہ سوال کے جواب میں مذکور حدیث میں بیان کردہ عیوب ذبح کے وقت اگر پائے گئے تو قربانی نہیں ہوگی ۔

سوال: اونٹ اور گائے میں کتنے افراد شریک ہوسکتے ہیں؟

ج: عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے رایت ہے:

كنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فى سفر فحضر الاضحى، فشتركنافى البقرة سبعة وفى البعيرعشرة

’’ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے کہ عید الاضحیٰ کا موقع آیا تو ہم نے (قربانی کے لئے)گائے میں سات حصے کئے اور اونٹ میں دس حصےکئے‘‘-[12]

اونٹ میں دس افراد کے حوالے سے بعض روایات ہیں جو سنداً ضعیف ہیں ، لیکن شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے ۔ نیز بخاری(حدیث 5498)کی روایت اس مضمون کی مؤید ہیں۔ جس سے حدیث کی صحت کی جانب قوی ہوجاتی ہے۔

سوال: حلال وحرام ہونے کے اعتبار سے حاملہ جانور کے بچے کا کیا حکم ہے ؟

ج: اس بارے میں جناب ابو سعید خدر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

ذكاة الجنين ذكاة أمه

پیٹ میں موجود بچے کا حلال ہونا اس کی ماں کو ذبح کرنے سے حاصل ہوگا۔ [13]مذکورہ حدیث کی روشنی میں واضح ہوا پیٹ میں موجود بچہ ہر حال میں حلال ہے۔

سوال: حاملہ جانور کی قربانی لا علمی میں صحیح ہے یا اس کے حاملہ ہونے کے علم کے بعد بھی صحیح ہے؟

ج: اس کے حاملہ ہونے کا علم ہوجائے پھر بھی اس کی قربانی صحیح ہے۔ اس کی دلیل مذکورہ روایت کے الفاظ کی صراحتًا دلالت ہے یعنی

ذكاة الجنين ذكاة أمه

پیٹ میں موجود بچے کا حلال ہونا اس کی ماں کو ذبح کرنے سے حاصل ہوگا۔

سوال: کیا قربانی کے ایام میں قربانی صرف دن کو کی جاسکتی ہے یا رات کو بھی کی جاسکتی ہے؟

ج: حدیث مبارکہ مں ایام ذبح کا جو ذکر آیا ہے اس میں دن اوررات دونوں کو شامل ہے رات کو قربانی نہ کرنے کے حوالے سے جو روایت:

نھیٰ عن الذبح باللیل

’’ کہ رسول اللہ ﷺ نے رات کو ذبح کرنے سے منع فرمایا ‘‘۔

یہ روایت سنداً صحیح نہ ہونے کی وجہ سے قابل استدلال نہیں ہے۔ جیساکہ علامہ ہیثمی رحمہ اللہ نے مجمع الزوائد میں وضاحت کی ہے۔

سوال: خصی جانور کی قربانی کا کیا حکم ہے ؟ کیا یہ بلا کراہت جائز ہے یا بمع کراہت ؟ ۔

ج: جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس دو مینڈھے لائے گئے جو
أقرنين أملحين، عظيمين، موجوئين
یعنی مینڈھے سینگ دار چتکبرے اور خصی تھے۔ ثابت ہوا خصی جانور کی قربانی بلا کراہت جائز ہے‘‘۔[14]
سوال: اجتماعی قربانی کے معاملے کو اگر ایک کاروباری شکل میں رواج دینے کی کوشش کی جائے تو اس میں شرعاًً کوئی قباحت تو نہیں؟
ج: جس طرح جانور خرید کر بیچنا صحیح ہے اور منافع کمانا درست ہے اس طرح اس مسئلہ میں بھی لوگوں کو سہولت مہیا کرکے منافع کمانا گناہ نہیں البتہ ہر قسم کی دھوکہ دہی و کذب بیانی سے احتراز کرناضروری ہے ۔
سوال: قربانی کے جانور کو ذبح کرتے وقت کن امور کا لحاظ رکھا جائے؟
ج: قربانی کے جانور کو گھسیٹ کر ذبح کرنے کی جگہ نہ لایا جائے۔اور اسے تیز چھری کے ساتھ ذبح کیا جائے۔ ذبح سے قبل اسے پانی پلانا۔جانور کو قبلہ رخ لٹا کر ذبح کرنا۔ یہ امور صحیح مسلم’’کتا ب الصید والذبائح‘‘میں موجود روایت سے ثابت ہوتے ہیں۔ شداد بن اوس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
إذا ذبحتم فأحسنوا الذبح وليحد أحدكم شفرته فليرح ذبيحته
’’ یعنی جب تم جانور کو ذبح کرو ت عمدگی سے ذبح کرو اور ذبح کرنے والا اپنی چھری کو تیز کرے اور اپنے جانور کو آرام پہنچائے۔[15]
سوال: اجتماعی قربانی کے حوالے سے اس کا اہتمام کرنے والے اداروں کو کن امور کا لحاظ رکھنا ضروری ہے؟
ج: معاملہ انفرادی قربانی کا ہو یا اجتماعی قربانی کا مندرجہ ذیل امور کا لحاظ رکھا جائے:
قربانی کرنے والا صحیح العقیدہ ہو۔
نماز کا پابند ہو۔
حرام کاروبار نہ کرتاہو یعنی اس کا کسب حلال ہو۔
سوال: ذبح کرتے وقت اجتماعی قربانی میں شریک افراد کا نام لینا اور ان کی حاضری ضروری ہے؟ یا نامزدگی کفایت کرجائے گی؟
ج: ذبح کرتے وقت شریک افراد کا نام لینا ضروری نہیں نامزدگی ہی کافی ہے۔اور ان کی موجودگی بھی ضروری نہیں۔ اسسلسلہ میں ایک روایت جو نقل کی جاتی ہے کہ تمام شریک افراد ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑیں اور آخری ساتواں شخص چھری چلائے۔ یہ روایت سنداً صحیح نہیں ہے۔ بلکہ کئی روایات میں گائے میں سات افراد اور اونٹ میں دس افراد کی شرکت کا ذکر

آیا ہے۔ ان روایات کا تقاضـــــہ یہ ہے کہ نامزدگی کفایت کرجائے گی البتہ نام لینا مستحب ہے۔ واللہ أعلم بالصواب۔

سـوال: اجتماعی قربانی میں شـریک افراد کو حصـہ اس قربانی کے جانور سـے دیا جائے جس میں اس کی نامزدگی تھی یا کسـی دوسـرے جانور سـے اسے حصہ دیا جاسکتا ہے ؟ اس میں صحیح صورت کیا ہے؟

ج: اجتماعی قربانی میں شریک افراد کو حصہ اس قربانی کے جانور سے دیاجائے جس میں اس کی نامزدگی تھی یہی بہتر اور زیادہ احواط (احتیاط کے قریب تر) ہے۔

سوال : کیا قربانی کا گوشت ذخیرہ کرنا گناہ ہے؟

ج: قربانی کا گوشت ذخیر کرنا گناہ نہیں ۔ بلکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

كلوا واطعموا وادخروا

’’یعنی کھاؤ کھلاؤ اور ذخیرہ کرو ‘‘ -[16]

مزید آپ ﷺ کا فرمان ہے:

كنت نهيتكم عن لحوم الأضاحي فوق ثلاث فأمسكوا ما بدا لكم

’’یعنی میں نے تمہیں تین دن سـے زیادہ قربانی کا گوشـت ذخیرہ کرنے سـے منع کیا تھا لیکن اب جتنا ذخیرہ کرنا چاہو کرسکتے ہو‘‘-[17]

سوال: بعض لوگ معاشی تنگدستی کے سبب قربانی کے گوشت کو ذخیرہ کرکے بیچتے ہیں یا پکا کر بیچتے ہیں ایسا کرنا شرعا کیسا ہے؟

ج: شـرعا اس عمل میں کوئی قباحت نہیں ہے جب کوئی چیز کسـی مسـلمان کو ہدیۃً دی جاتی ہے تو پھر وہ اس کا مالک ہوجاتا ہے پھر وہ اپنے اختیار سے اسے صرف کرسکتا ہے۔

سوال: کیا خواتین اپنے قربانی کے جانور پر چھری پھیر سکتی ہیں؟

ج: مسلمان خاتون کا اپنی قربانی کے جانور پر چھری پھیرنا صحیح ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے ابو موسیٰ اشـعری رضـی اللہ عنہ کے حوالے سـے لکھا ہے کہ :

أمر أبو موسىٰ بناتهأن يضحين بايديهن

’’ یعنی ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹیوں کو حکم دیتے کہ وہ اپنی قربانیاں خود ذبح کریں‘‘-[18]

سـوال: قربانی سـے قبل [بسـم الله والله أكبر] پڑھنا بھول گئے تو قربانی ہوجائے گی یا نہیں ہوگی؟

ج: جی ہاں! بھولنے کی صـورت میں قربانی پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔ البتہ بحکم باری تعالیٰ:

فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّـهِ عَلَيْهِ إِن كُنتُم بِآيَاتِهِ مُؤْمِنِينَ

الانعام – 118
ســو جس جانور پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے اس میں ســـے کھاؤ! اگر تم اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہو۔
نیز فرمایا:
وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّـهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ ۗ
الانعام – 121
اور ایســے جانوروں میں سے مت کھاؤ جن پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اور یہ کام نافرمانی کا ہے۔
سوال : قربانی کا گوشت کس طرح تقسیم کیا جائے؟
ج: ارشادِ باری تعالیٰ ہے:
فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ۚ
الحج – 36
یعنی تم خود بھی کھاؤ اور قانع جو طلب نہیں کرتا ضرورت مند نہیں ہے اس کو بھی دو اور معتر جو ضرورت مند ہے مانگنے والا ہے اس کو بھی دو۔
رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:
کلوا واطعموا وادخروا
یعنی کھاؤ کھلاؤ اور ذخیرہ کرو ۔
سوال: سفر میں قربانی کرنا؟
ج: سفر میں قربانی کرنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔ جیساکہ ثوبان رضی اللہ عنہ سے رایت ہے کہ:
ضحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی السفر
’’یعنی رسول اللہ ﷺ نے سفر میں قربانی کی‘‘۔[20]
لہٰذا کوئی اس ســـنت پر مســـافر ہونے کی صـــورت میں عمل کرتا ہے تو صحیح ہے۔
ویسے قربانی کرنا اس حالت میں اس پر لازم نہیں ہے۔
سوال: قربانی کی کھال کا مصرف؟
ج: قربانی کی کھال قصـــاب کو اجرت میں دینا منع ہے، البتہ اســـے ذاتی مصــرف میں لانا صــحیح ہے یعنی اس کا مصــلی ، مشــکیزہ یا جوتے بنانا صــحیح ہے۔ اسـی طرح دینی اداروں میں دینا ، مسـاکین وبیواؤں کو دینا بھی صحیح ہے۔
سوال: کیا مأکول اللحم (وہ جانور جس کا گوشت کھایا جاتا ہے) جانور کی بعض چیزیں کھانے کے حوالے سے مکروہ ہیں؟

ج: حنفیہ نے مأکول اللحم   جانور کی بعض اشــیا ء پر کراہت کا حکم لگایا ہے۔ مثلا بدائع الصــنائع میں خصــیتین ، پتہ، مثانہ، نر ومادہ کے پیشــاب کی جگہ۔

ان مذکورہ اشیاء میں سے کسی کی کراہت قرآن وصحیح حدیث سے ثابت نہیں اس بارے میں جو روایت نقل کی جاتی ہے وہ انتہائی ضعیف ہونے کے سبب قابل استدلال نہیں۔

سوال: قربانی کے جانور کا خون کپڑے پر لگ جائے تو نماز ہوجاتی ہے؟

ج: اس بارے میں وہ واقعہ جســــے امام بخاری رحمہ اللہ نے باب "إذا ألقى على ظهر المصــــلي قذرٌ أو جيفةٌ" کے تحت ذکر کیا ہے ۔عبد اللہ بن مســــعود فرماتے ہیں کہ رســــول اللہ ﷺ بیت اللہ کے پاس نماز ادا کررہے تھے اور ابو جہل اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور کہہ رہا تھا

أيكمي جيء بسلا بجزور بني فلان

کاش کوئی آج بنو فلاں کے جو اونٹ نحر ہوئے ہیں ان کی بچہ دانی لاکر محمد ﷺ کی پیٹھ پر ڈال دے، بچہ دانی میں خون وغیرہ بھی ہو تا ہے لیکن آپ ﷺ نے نماز مکمل کی۔

عبد اللہ بن مسعودرضی اللہ عنہ کا اثر مصنف ابن شیبہ، مصنف عبد الرزاق کے حوالے سے منقول ہے کہ :

نحر جزورا فتلطخ بدمهاوفرثها ثم أقيمت الصلاة ولم يتوضأ

یعنی عبد اللہ بن مسعودرضی اللہ عنہ نے اونٹ نحر کیے اور اس کے خون وگوبر لگ جانے کے بعدبھی انہوں نے نماز ادا کی اور وضــو نہیں کیا۔ اس حوالے سے یہ اثر موقوف ہے، راجح ہے۔

---

[2] صحیح بخاری:باب الذبح بعد الصلاۃ رقم الحدیث5560،صحیح مسلم:باب وقتهارقم الحدیث:1961

[3] سنن ابن ماجه:بابالاضاحي واجبةهيأم لا؟حديث رقم3125،سنن ابی داود :باب ما جا فی ایجاب الاضاحی رقم حدیث2788۔

[4] بحوالہ فتح الباری شرح بخاری ،المحلی بالآثار جلد 3/6۔

[5] ســنن ابن ماجه: باب   الاضــاحی واجبةهيأم لا؟حديث رقم3125،مســند احمد:مسند ابی هريرة حديث رقم:8273۔

[6] سنن الترمذی: باب الدليل على ان الاضحية سنة حديث رقم:1507،مسند احمد:مسند ابن عمر حديث رقم:4955

[7] صــحیح البخاری: بـاب   من ذبح قبل صــلاة العيد اعـاد:حـديث رقم:5561،صحیح مسلم:باب وقتها حديث رقم:1960۔

[8] صحيح مسلم: باب نهي من دخل عليه عشرة ذيالحجة حديث رقم:1977-
[9] سنن الترمذی: باب ما جاء ان الشاء الواحدة تجزی حديث رقم:1505-
[10] بحواله كتب سنن: والصحاح والمسانيد والكتب فقهية-
[11] سنن النسائی: باب مانهی عنه من الأضاحيالعوراء حديث رقم:4369-
[12] مسند احمد: مسند عبدالله بن عباس رقم الحديث:2484
[13] سنن الترمذی:باب ما جاء فی ذكاةالجنين رقم الحديث:1476
[14] بحواله مجمع الزوائد ابو داؤ د مسند احمد-سنن ابی داود:باب ما يستحب من الضحايا رقم الحديث:2795
[15] صحيح مسلم:باب الامر باحسان الذبح والقتل رقم الحديث:1955-
[16] صحيح بخاری :باب ما يؤكل من لحوم الاضاحي وما يتزود رقم الحديث:5569-
[17] سنن ابن ماجه: باب ادخار لحوم الاضاحي رقم الحديث:3160-
[18] فتح الباری شرح صحيح بخاری :باب من ذبح ضحيةغيرہجلد24/10-
[19] سنن ابی داود:باب في المسافر يضحی رقم الحديث:2814-

(39) حج اور درسِ توحید

مسلمانو ! اے حجاج بیت اللہ ! میں آپ سب کو اور اپنے آپ کو اللہ عز وجل کا تقوی اختیار کرنے کی وصیت و تاکید کرتا ہوں کیونکہ تقوی ہی نعمتوں کو لاتا اور مصیبتوں کو دور ہٹاتا ہے ، اعمال و نفوس کی اصلاح کرتا اور گنا ہوں خطاؤں کو بخشواتا ہے ۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّـهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ﴿٧٠﴾ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَمَن يُطِعِ اللَّـهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا

الاحزاب – 71/70

اے ایمان والو ! اللہ سے ڈرا کرو اور سیدھی بات کہا کرو ، وہ تمہارے اعمال درست کر دے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور جو شخص اللہ اور اسکے رسول کی فرمانبرداری کرے گا وہ بہت بڑی مراد و کامیابی پائے گا۔

مناسک و عبادات کے دن

حجاج بیت اللہ ! اے اللہ کے مہمانو ! آپ ایام تشریق کے آخری دن (13 ذوالحج) کو پہنچ گئے ہیں ــــ آپ نے احرام باندھا ، تلبیہ (لبیک اللہم لبیک) پکارا ، میدان عرفات میں وقوف کیا اور مزدلفہ میں رات بسر کی اور جمرات کو کنکریاں ماریں ـ بیت اللہ شریف کا طواف کیا اور صفا و مروہ کے مابین سعی کی ــــ آپ مقامات مقدسہ میں چلتے پھرتے شعائر دین و مناسک حج کو ادا کرتے چلے آ رہے ہیں اور اللہ تعالی سے اسکی رحمتوں اور کرموں کے جھونکے پا رہے ہیں ۔

اللہ اکبر ! کتنے آنسو بہائیے گئیے ، کتنی حاجات و ضروریات پوری کی گئی ہیں اور دعائی یں قبول کی گئی ہیں اور لرزشیں معاف کی گئی ہیں ، اللہ سے دعاء ہے کہ وہ ہماری اور آپ کی عبادات قبول فرمائیے ۔

شکران نعمت :

مناسک کی ادائیگی بھی اللہ کی ایک عظیم نعمت ہے جس پر توفیق سے نوازنے والے مالک کا شکر ادا کرنا واجب ہے ۔ اللہ کی ظاہری و باطنی تمام نعمتوں پر ہم اسکے شکر گزار ہیں ۔

اللہ میری اور آپ کی بخشش فرمائیے ، یہ بات ذھن میں رکھیں کہ اللہ رب العالمین کی حمد و شکر کی حقیقت یہ ہے کہ اسکے احکام کی پیروی کی جائیے اور اسکے منع کردہ امور سے احتناب کیا جائیے اور انعام کرنے والی ذات بابرکات کا ہمیشہ شکر ادا کیا جائیے اور اسکی حدود سے تجاوز کرنے سے ڈرا جائیے اور اسکے ساتھ ی بندہ جب جب اللہ کے احسانات کو یاد کرئیے اس سے حیاء کرے اور اللہ کا شکر زبان سے بھی ظاھر ھوتا ہے کہ بندہ اسکی نعمتوں کا اعتراف کرے اوران پر اسکی حمد و ثناء بیان کرے

اور دل میں اللہ کی محبت اور اسکے سامنے انکساری کا جذبہ موجزن ہو ، اور جسم کے دیگر اعضاء پر اطاعت و فرمانبرداری کا رنگ نمایاں ہو اور یہ چیز ہر وقت واجب ہے اور ان ایام میں اســـکی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے کیونکہ یہ دن شکر و ذکر کے اظہار کے دن ہیں ۔

ارشاد الہی ہے :

وَاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّـهِ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ

النحل – 114

اور اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرو اگر تم اسی کی عبادت کرنے والو ہو۔

توحید و شرک

خبردار ! اللہ کے اوامر و احکام میں سے سب سے عظیم حکم اسکی توحید کو اپنانا اور اسکے منع کردہ امور میں سے سب سے بڑا گناہ شرک ہے ۔ اللہ تعالی نے ایجاد و امداد کی نعمت پر اپنا احسان جتلایا ہے ـــــ تو پھر اسکے سوا کسی دوسرے کا شکر کیسے ادا کیا جائیے ؟ اور عبادت اسکے سوا کسی دوسرے کی کیسے کی جا سکتی ہے ؟

قرآن کریم میں ارشاد الہی ہے :

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّـهِ عَلَيْكُمْ ۚ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللَّـهِ يَرْزُقُكُم مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۚ لَا إِلَـٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ فَأَنَّىٰ تُؤْفَكُونَ

فاطر – 3

اے لوگو ! اللہ کے تم پر جو احســانات ہیں انھیں یاد کرو ، کیا اللہ کے ســوا کوئی اور خالق (اور رازق) ہے ؟ جو تمھیں آسمان سے اور زمین سے رزق دے ۔ اسکے سوا کوئی معبود نہیں پس تم کہاں بھکے پھرتے ہو۔

مدرسۂ حج

حج دروس و اسباق کا مدرسہ ہے اور اسکے دروس میں سے سب عظیم درس توحید ہے بلکہ اس مدرســے کا مقصــد اور ثمرہ اللہ تعالی کے لئیے اسکی توحید کو ثابت کرنا اور اسے عبادت کیلئے خالص کرنا ہے حتی کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں :

{ پھر نبیﷺنے کلمۂ توحید کے ساتھ تلبیہ کہنا شروع کیا ۔ } (صحیح مسلم)

تلبیہ اور درس توحید

تلبیہ سارے کا سارا ہی توحید ہے اور احرام کی دو چادروں کے سوا باقی تمام کپڑوں کو اتار پھینکنا اپنے اندر یہ معانی سموئیے ہوئیے ہے کہ بندہ اللہ واحد الاحد کے سوا کسی دوسرے کا ہر گز قصد نہ کرے اور مناسک و اعمال حج تمام کے تمام ہی توحید باری تعالی کا پتہ دینے والے ہیں ۔

چنانچہ خود اللہ تعالی نے فرمایا ہے :

لِّيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّـــهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ
الحج – 28
اپنے فائدے حاصـــل کرنے کو آجائیں اور ان مقررہ دنوں میں اللہ کا نام یاد کریں اور چوپایوں پر جو پالتو ہیں۔ پس تم آپ بھی کھاؤ اور بھوکے فقیروں کو بھی کھلاؤ۔

عرفہ اور توحید :

سنن ترمذی میں ہے کہ نبی اکرم ﷺنے ارشاد فرمایا:
{ بہترین دعاء وہ ہے یوم عرفہ میں کی جائیے اور میں نے اور ســـابقہ انبیاء نے جو دعائی یں مانگی ہیں ان میں سے بہترین دعاء یہ ہے : { لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ ، لہ الملک و لہ الحمد و ھو علی کل شیء قدیر ۔ }
اور حضـــرت عائی شـــہ رضـــی اللہ تعالی عنہا ســـے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺفرمایا : { جمرات پر کنکریاں مارنا اور صفا و مروہ کے مابین سعی کرنا اللہ کا ذکر کرنے کیلئے مشروع کی گئی ہیں ۔ (ترمذی ۔ حسن صحیح)
بلکہ خانہ کعبہ تاسیس و تعمیر ہی توحید پر کی گئی ہے جیسا کہ ارشاد الہی ہے :
وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَن لَّا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا
الحج – 26
اور جبکہ ہم نے ابراہیم (علیہ الســـلام) کو کعبہ کے مکان کی جگہ مقرر کر دی اس شرط پر کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔

حج اور توحید

حج کے موقع پر انســـانوں کی تمام جنســـیں رنگا رنگ بولیاں ، الگ الگ مقامات اور مختلف رنگوں کے باوجود ایک ہی ہیئی ت و شـــکل اور ایک ہی عبادت کی ادائی یگی کیلئے جمع ھوتے ہیں تاکہ وہ اپنی زبان حال سے بھی کہیں کہ ہم ســـب ایک انتہائی اعلی مقصـــد کیلئے جمع ھوئیے ہیں اور وہ مقصد ہے صرف اللہ تعالی کیلئے عبادت کو خالص کرنا ، اسی واحد و حق کیلئے عبادت کو مخصوص کرنا جسکی طرف ساری مخلوقات ہی پناہ لیتی ہیں اور ہر حال میں اسی کی طرف توجہ کرتی ہیں ۔

حج اور براءت

شرک اور مشرکین سے براءت وہ ازلی نداء ہے ، جیسے قرآن کریم نے حج کے موقع پر بلند کیا اور وہ نداء آج تک دہرائی جا رہی ہے چنانچہ ارشـــاد الہی ہے :

وَأَذَانٌ مِّنَ اللَّـهِ وَرَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ أَنَّ اللَّـهَ بَرِيءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ۙ وَرَسُولُهُ ۚ
التوبة – 3
اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے لوگوں کو بڑے حج کے دن صاف اطلاع ہے کہ اللہ مشرکوں سے بیزار ہے، اور اس کا رسول بھی۔

محاسبۂ نفس

اے پوری روئیے زمین کے مسلمانو ! اے حجاج بیت اللہ ! ایسے مواقع پر امت اس بات کی کتنی حاجتمند ہے کہ وہ اپنے دین کے معاملہ پر نظر ثانی کرے اور اپنے رب کے ساتھ تعلقات کی جانچ پڑتال کر کے انھیں استوار کرے ، اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور خلل و بگاڑ کو پہچانے تاکہ اسکی اصلاح کر سکے ـــ خصوصا آج کل کے حالات میں جن میں امت اسلامیہ مبتلا ہے ۔

مقصد تخلیق کائی نات

اللہ نے اپنی تمام مخلوقات کو اپنی عبادت کیلئے پیدا فرمایا ہے اور ان پر یہ نعمت بھی فرمائی ہے کہ وہ تمام عبادات کو صرف اللہ کیلئے خاص کریں ، چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے :
وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ
الذاریات – 56
میں نے جنات اورانسانوں کو محض اسی لیے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں۔

یہ عبادت ہی تمام قضایاکا سب سے بڑا قضیہ اور دین کی اصل و جڑ ہے اور جب لوگوں کے دلوں پر شرک کا زنگ چڑھ گیا اور زمین پر جاہلیت کا دور دورہ ہو گیا تو اللہ تعالی نے اسی مقدس سر زمین سے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کو کلمۂ توحید کے ساتھ مبعوث فرما دیا اور آپ ﷺنے فرمایا :
{ اے لوگو ! یہ کہہ دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود بر حق نہیں ہے ـ اتنا کہہ دینے سے تم نجات و فلاح پا جاؤ گے ـــ یہ کلمۂ توحید اگر چہ چند الفاظ پر مشتمل ہے لیکن اپنے مدلولات اور تقاضوں کے اعتبار سے ایک بحر بے کنار ہے ـــ جس نے اس کلمہ کا اختیار کر لیا ، اللہ نے اسکی سن لی ـــ امت اسلامیہ کی مشکلات صرف اسے اپنانے سے ہی دور ہو نگی جسے اپنا کر بکریاں چرانے والے بڑے بڑے قائی دین اور امتوں کی رہبری کرنے والے لیڈر بن گئیے تھے ـــ توحید کا نور چمک اٹھا تھا ـــ اور ایمان و سلامتی کا پھریرا (جھنڈا) پوری روئیے زمین پر لہرانے لگا تھا ۔

البتہ بارگاہ الہی سے دھتکارے گئیے ابلیس لعین نے قسم کھائی تھی کہ وہ لوگوں کو گمراہ کرے گا چنانچہ وہ اپنے گمان میں کافی حد تک کامیاب ہو گیا ــــ اسی نے عیسائی یوں کو اس چیز پر لگائیے بغیر دم نہیں لیا کہ وہ حضرت عیسی علیہ السلام کو معبود بنا لیں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر انھیں حضرت مریم علیھا السلام کا قصد و ارادہ کرنے اور اسے پکارنے پر لگا دیا اور اسی پر بس نہیں بلکہ ان پادریوں کا پکارنے پر بھی لگا دیا جنکے بارے میں وہ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ وہ اللہ کے مقرب ہیں ، اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ شیطان نے لوگوں کو اللہ تبارک و تعالی سے بدظن کر دیا اور وہ یہ سمجھنے لگے کہ اللہ بھی اس دنیا کے بادشا ہوں کی طرح ہی ہے اور وہ بھی واسطوں کے بغیر کسی کی ضروورتیں پوری نہیں کرتا بلکہ وہ اسکے یہاں شفاعت و سفارش کرتے ہیں اور انھیں اللہ کے قریب کرتے ہیں ۔

دعاء : ایک عبادت :

ہاں ! اللہ تعالی نے حضرت محمد ﷺکی امت پر رحم فرمایا اور انھیں قرآن کریم سے نوازا اور قرآن نے پوری طرح واضح کر دیا جس سے زیادہ وضاحت ممکن ہی نہیں کہ اللہ اپنے بندوں کے بہت قریب ہے وہ اپنے بندوں کی دعاء و پکار کو سنتا ہے اور انکے تمام حال و احوال کو خوب جانتا ہے ، چنانچہ ارشاد الہی ہے :

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ

البقرۃ – 186

بلکہ دعاء و پکار کو تو اللہ تعالی نے عبادت کا نام دیا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے :

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ

غافر – 60

اور تمہارے رب کا فرمان (سرزد ہوچکا ہے) کہ مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا یقین مانو کہ جو لوگ میری عبادت سے خودسری کرتے ہیں وہ ابھی ابھی ذلیل ہوکر جہنم میں پہنچ جائیں گے۔

دعاء : مظہر توحید :

قرآن کریم نے اس بات کو باربار پوری تاکید کے ساتھ بیان کیا ہے کہ صرف اللہ تعالی ہی سے دعاء کرنا صرف اسی کو پکارنا توحید اور غیر اللہ کو پکارنا اور ان کی دہائی دینا شرک ہے چنانچہ اپنے نبی ﷺسے مخاطب ہو کر فرمایا :

قُلْ إِنَّمَا أَدْعُو رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَدًا ﴿٢٠﴾ قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا

الجن – 21/20
آپ کہہ دیجئے کہ میں تو صــــرف اپنے رب ہی کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔ کہہ دیجئے کہ مجھے تمہارے کسی نقصان نفع کا اختیار نہیں۔
ایک جگہ فرمایا ہے :
وَلَا تَدْعُ مِن دُونِ اللَّـهِ مَا لَا يَنفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۖ فَإِن فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِّنَ الظَّالِمِينَ
یونس – 106
اور اللہ کو چھوڑ کر ایســی چیز کی عبادت مت کرنا جو تجھ کو نہ کوئی نفع پہنچا سکے اور نہ کوئی ضرر پہنچا سکے۔ پھر اگر ایسا کیا تو تم اس حالت میں ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔
اور آگے ہی فرمایا :
وَإِن يَمْسَسْكَ اللَّـهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ ۖ وَإِن يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ ۚ
یونس – 107
اور اگر تم کو اللہ کوئی تکلیف پہنچـائے تو بجز اس کے اور کوئی اس کو دور کرنـے والا نہیں ہے اور اگر وہ تم کو کوئی خیر پہنچـانـا چاہے تو اس کے فضل کا کوئی ہٹانے والا نہیں۔
ایک جگہ ارشاد ہے :
قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنكُمْ وَلَا تَحْوِيلً
الاسراء – 56
کہہ دیجیئے کہ اللہ کے سوا جنہیں تم معبود سمجھ رہے ہو انہیں پکارو لیکن نہ تو وہ تم سے کسی تکلیف کو دور کرسکتے ہیں اور نہ بدل سکتے ہیں۔
اور ایک مقام پر معبودان باطلہ کا عجز و درماندگی بیان کرتےہوئیے فرمایا :
إِن تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ ۖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ ۚ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ
فاطر – 14
اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار سنتے ہی نہیں اور اگر (بالفرض) سن بھی لیں تو فریاد رسی نہیں کریں گے، بلکہ قیامت کے دن تمہارے اس شرک کا صـاف انکار کرجائیں گے۔ آپ کو کوئی حق تعالیٰ جیسـا خبردار خبریں نہ دے گا۔
ان تمام آیات کے واضـح و صـریح ہونے کے باوجود بعض جاہل مسـلمانوں کے حال پر افسوس ہوتا ہے ، جو کہ ان شرکیہ بلاؤں میں مبتلاہو چکے ہیں اور طرح طرح کی بـدعتوں اور گمراہیوں کو انہوں نے اپنـا رکھـا ہے ،

پتھروں اور عمارتوں (مزاروں) سے تعلقات جوڑ رکھے ہیں ، اپنی حاجتیں طلب کرنے اور مشـــکلات دور کروانے کیلئے مزاروں درباروں کے فوت شدہ مردوں سے لو لگا رکھی ہے حتی کہ یہ فتنہ بکثرت اسلامی ممالک میں پھیل چکا ہے ، وہاں ایســی قبریں اور مزارات پائے جاتے ہیں جنکی زیارت کے قصــد ســے ہزاروں لوگ جاتے ہیں اور ان قبرروں مزاروں میں مدفون مردوں سے وہ مطالبات کرتے ہیں جو صـرف اللہ تعالی سے ہی کئے جانے چاہییں ، ان پر جانوروں کے چڑھاوے چڑھائیے جاتے ہیں ، نذریں مانی جاتی ہیں ، نفع کے مطالبے کئے جاتے ہیں اور نقصـــان دور کرنے کی درخواستیں کی جاتی ہیں ۔

شہادت توحید کے تقاضے :

اے مسلمان ! اے وہ شـخص جو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سـوا کوئی معبود بر حق نہیں اور حضــرت محمد ﷺ اللہ کے رسـول ہیں ! اے وہ شـخص جو اللہ پر اور قیامت پرایمان رکھتا ہے ! وہ چیز جس کا خاص اہتمام کرنا آپ پر واجب ہے وہ یہ ہے کہ اپنے تصـــورات و اعمال کو قران کریم سـے صـیقل کرو تاکہ آپ ان تمام تصـورات و اعمال سـے بری ہو جائیں جو شہادت توحید کے تقاضوں کے منافی ہیں ۔

اے علماء کرام !اے انبیاء کے وارثو ! اگر عوام الناس کو جہالت کی بنا پر اور انھیں صحیح بصیرت بہم نہ پہنچانے والے میسر آنے کی بناء پر معذور مانا جائے تو بتائیے کہ آپ لوگوں کا اللہ کے یہاں کیا عذر ہو سـکتا ہے جبکہ آپ نے بیان توحید کا حق ادا کرنے میں تقصـــیر و کوتاہی کی اور لوگوں کو دین کی اہم اساس و بنیاد " توحید " پر آمادہ کرنے میں کمی کی ۔

توحید تفرقہ و نزاع :

خبردار رہیں ! امت اسـلامیہ کا وہ مرض جس نے اسـے کمزور کر رکھا ہے اور اسکی وہ بیماری جس نے اسے تھکا رکھا ہے اور اس پر اسکے دشمنوں کو مسلط کر رکھا ہے وہ مرض اس امت کا اپنے دین اور اس کی بھی اصـل توحید میں تفرقہ و نزاع ہے اور اس امت کے آخر کے اصــلاح بھی اس چیز سے ممکن ہے جس سے اس کے پہلے لوگوں کی اصـلاح ہوئی تھی اور وہ کیا چیز ہے ؟ وہ وہی ہے جو حضـرت عمر فاروق رضـی اللہ تعالی عنہ نے بیان کی اور فرمایا تھا :

{ ہم وہ قوم ہیں جســے اللہ نے اســلام کے ذریعے عزت بخشــی ہے ، لہٰذا ہم جیسے بھی کسی دوسرے دین و طریقے سے عزت حاصل کرنے کی کوشش کریں اللہ ہمیں ذلیل ہی کرے گا ۔ }

خالق سے بے تعلقی : جب امت اپنی قوت کے سرچشم میں کوتاہی برتے گی اور اپنے خالق کو چھوڑ کر دوســـروں کی طرف متوجہ ہو جائے گی اور اونٹوں کو انکے اصل چرواہے کی بجائیے ان کا حدی خوان کوئی دوسرا ہو گا تو وہ ضایع ہو جائے گی اور بشری پیمانے کام کرنے لگیں گے اور غلبہ اس کاہو جائے گا جو اسلحہ و قوت میں زیادہ ہو گا جیسا کہ آج کل کی حالت سب کے سامنے ہے۔

معیار فتح و نصرت : ایمان

اس امت اسلامیہ کی تاریخ پر غور و فکر کرنے والا شخص بآسانی اندازہ کر سکتا ہے کہ اس امت کا پیمانہ اور معیار کبھی بھی اسلحہ کی کثرت اور افرادی قوت کی زیادتی نہیں رہا بلکہ غزوہء حنین سے قطع نظر تاریخ شاہد ہے کہ مسلمانوں کو جن معرکوں میں فتح و نصرت نصیب ہوئی ان میں سے کسی میں بھی ان کا اسلحہ اور فوجی قوت مد مقابل سے زیادہ نہ تھی صرف غزوہ ء حنین میں مادی و افرادی قوت میں مســـلمان زیادہ تھے مگر اس کےباوجو انھیں شکست سے دوچار ہونا پڑا کیونکہ انھیں ان کی کثرت نے غرور و تکبر میں مبتلا کردیا تھا ، اور اللہ نے انھیں شکست سے دو چار کر کے یہ یاد دہانی کروائی کہ وہ میزان جس پر مســـلمان اپنے آپ کو تولیں وہ مادی و فوجی کثرت نہیں بلکہ ایمان ، اس دین اسلام سے تعلق و تمسک ، اللہ تعالی کے لیے اخلاص توحید اور اســـی کیلئے اپنی زندگی تک کو قربان کرنا ہے ، جہاں تک معاملہ ہے اسلحہ اور ســامان حرب ضــرب یا جنگی تیاریوں کا تو اس کیلئے جو استطاعت میں کافی ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے :

وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ

الانفال – 60

تم ان کے مقابلے کے لئے اپنی طاقت بھر قوت کی تیاری کرو۔

اور پھر اللہ پر بھروسہ کریں وہ آپ لوگوں کیلئے کافی ھو جائیے گا جیسا کہ اللہ کا وعدہ ہے :

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّـهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ

الانفال – 64

اے نبیﷺ! آپ کیلئے اور آپ کے پیروکار مومنوں کیلئے کافی ہے ۔

اپنی حالت آپ بدلنا

اے مســـلم امہ ! اللہ کبھی اس قوم کی حالت نہیں بدلتا جســـے اپی حالت کے بدلنے کا خود خیال نہ ہو ، بنی اسرائیل چالیس برس تک صحراء میں مارے مارے پھرتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے اپنے اندر وہ صفات پیدانہ کر لیں

جنکی بدولت وہ فتح و نصرت اور ارض مقدس میں داخل ہونے کے مستحق ہوئے ، کیا اس امت اسلامیہ کیلئے بھی وہ وقت نہیں آیا کہ یہ بھی تیہ کے صحراؤں میں مارے مارے پھرنے سے باہر نکل آئیں ؟ جبکہ یہ امت اللہ کی رحمتوں اور اسکی فتح و نصرت کے وعدوں والی امت ہے ، کیا اس امت پر نازل ہونے والے مصائب و مشکلات اس کے لئے کافی نہیں کہ یہ اپنے رب کے دین کی طرف رجوع کریں ۔
مسلمانو ! رحمت اور فتح و نصرت اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتیں جب تک کہ اس کے اسباب مہیا نہ کریں اور اسباب کا خالق اللہ تعالی ہے ، اور وہی تمام حوادث کے اندازے کرنے اور انہیں جاننے والا ہے ـــــ اپنے پروردگار اللہ کی طرف لوٹ آؤ ، اپنے ایمان کی تصحیح و اصلاح کر لو اور ہم سب سے ہر شخص کو چاہئیے کہ وہ اپنے آپ کو جانچے ـــ اپنے اہل و عیال کی پڑتال کرے ـ اور اپنے پورے ماحول کا جائزہ لے تاکہ ہم سب اسی راہ پر چلیں جس پر چلنےکا اللہ تعالی نے ہمیں حکم فرمایا ہے ، کیونکہ کوئی جماعت اس وقت تک نہیں سدھرتی جب تک کہ اس کے افراد میں سدھار نہ آئے اور یہی کیا کم ہے کہ امت خود اپنے آپ کیلئے تو کافی ہو جائے اگر ہم سب ایسا کر گزرے تو پھر فتح و نصرت کی بشارت یقینی ہے اور اللہ کے وعدوں پر وثوق و یقین کرنا ہی ہو گا ۔
اللہ پر عدم اعتماد
خبردار ! عقیدے کا خلل و بگاڑ جس میں امت کا ایک بہت بڑا گروہ مبتلا ہوچکا ہے اسی میں سے ایک یہ ہے کہ امت کا اللہ پر اعتماد کمزور اور اسکا اس پر یقین ضعیف ہو چکا ہے ـــ غیر اللہ پر توکل و اعتماد کر چکے ہیں ، اور غیر اللہ کا ڈر ان کے دلوں میں جاگزیں ہوچکا ہے اور لوگ عہد جاہلیت کے دعوے سے تمسک و تعلق جوڑ چکے ہیں اور اس کے ساتھ ہی اسلامی رشتہ و رابطہ کر چھوڑ کر دوسری نسبتوں میں بندھ گئے ہیں حتی کہ بعض شکست خوردہ ذہنیت کے مالک لوگوں نے تو یہ بھی کہنا شروع کر دیا ہے کہ ہمیں کئی مسائل میں اسلامی قواعد و ضوابط پر نظر ثانی کرنی چاہیئے اور یہ ذہنی غلام اللہ کا یہ ارشاد بھول بیٹھے ہیں :
وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ
آل عمران – 85
جو شخص اسلام کے سوا اور دین تلاش کرے، اس کا دین قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں ہوگا۔
کتاب و سنت کی طرف رجوع

اللہ کے بندو ! اللہ کا خوف کھاؤ اور اسکی طرف رجوع کر لو ، اس سے مغفرت و بخشش مانگو اور اس کی طرف چلنے کی اپنی ڈگر کو صحیح کر لو ، اپنے دین کی طرف رجوع کر لو اور دین میں کس مقام پر کھڑے ہواس کی بھی جانچ پڑتال کر لو اور وحی صافی کے سرچشمہ سے آب شیریں حاصل کرو ، آپ کے سامنے وہ دونوں چیزیں موجود ہیں جنھیں اپنا لو گے تو ہر گز گمراہ نہ ہوگے اور وہ دونوں چیزیں کتاب اللہ اور اس کے رسول ﷺکی سنت ہیں ، دین میں فقاہت حاصل کرو اور علم دین کو سیکھو اللہ کی شریعت پر چلنے کی پابندی کرو ، سیدھے چلو ، اور سیدھے چلو اور ٹھیک راستہ اپناؤ اور میانہ روی اختیار کرو (افراط و تفریط میں مبتلا نہ ہوجاؤ) اللہ سے امیدیں قائم رکھواور بشارتیں پاؤ ، اللہ تعالی کا ارشاد ہے :

وَعَدَ اللَّـهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا ۚ يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا ۚ وَمَن كَفَرَ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَـٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ

النور – 55

تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں اور نیک اعمال کئے ہیں اللہ تعالیٰ وعدہ فرما چکا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسے کہ ان لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا جو ان سے پہلے تھے اور یقیناً ان کے لئے ان کے اس دین کو مضبوطی کے ساتھ محکم کرکے جما دے گا جسے ان کے لئے وہ پسند فرما چکا ہے اور ان کے اس خوف وخطر کو وہ امن وامان سے بدل دے گا، وہ میری عبادت کریں گے میرے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ اس کے بعد بھی جو لوگ ناشکری اور کفر کریں وہ یقیناً فاسق ہیں۔

اللہ کی صفات عالیہ

اللہ تبارک و تعالی نے اپنی ذات عالی کی قدرت کے بارے میں فرمایا ہے :

وَلَهُ مَا سَكَنَ فِي اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

الانعام – 13

اور اللہ ہی کی ملک ہیں وہ سب کچھ جو رات میں اور دن میں رہتی ہیں اور وہی بڑا سننے والا بڑا جاننے والا ہے۔

اور ارشاد ہے :

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ ۚ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ

الانعام – 18

اور وہی اللہ اپنے بندوں کے اوپر غالب ہے برتر ہے اور وہی بڑی حکمت والا اور پوری خبر رکھنے والا ہے۔
اور فرمایا ہے :
وَعِندَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۚ وَمَا تَسْقُطُ مِن وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ
الانعام – 59
اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں غیب کی کنجیاں، (خزانے) ان کو کوئی نہیں جانتا بجز اللہ کے۔ اور وہ تمام چیزوں کو جانتا ہے جو کچھ خشکی میں ہیں اور جو کچھ دریاؤں میں ہیں اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اس کو بھی جانتا ہے اور کوئی دانہ زمین کے تاریک حصوں میں نہیں پڑتا اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک چیز گرتی ہے مگر یہ سب کتاب مبین میں ہیں۔
لوح محفوظ اور قضاء و قدر
کتاب اللہ ایسی آیات سے بھری پڑی ہے جن میں یہی مفہوم بیان ہوا ہے اور وہ آیات اس حقیقت واجبہ کو ظاہر کرتی ہیں کہ اس روئیے زمین پر چھوٹا یا بڑا کوئی بھی حادثہ رونما ہوتو وہ لوح محفوظ میں قلم کی لکھی تقدیر کے عین مطابق ہی ہوتا ہے ، اور یہ چیز زمین اور آسمانوں کی تخلیق سے بھی پہلے کی لکھی ہوئی ہے اور وہ بہت ہی علم رکھنے والے بہت خبر رکھنے والے اللہ کے علم کے عین مطابق ہی ہوتا ہے ، اللہ وہ پاک ذات ہے جس سے زمین و آسمان کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے اور دنیا میں جو کچھ بھی روپذیر ہوتا ہے وہ اللہ کی طے کردہ اسی تقدیر کے مطابق ہوتا ہے بندہ چاہے اس کا علم حاصل کرپائیے یا اس سے جاہل رہے اور اس پر رضا مند ہویا ناراض رہے -
یہی مومنوں کی توحید کے کمال کا نقطہ ہے ۔ ان کے دل قضاء و قدر کیلئے خوب محکم ہوتے ہیں اور بلاء مصیبت پر صبر کرنا ان کے لئے ایک معمولی بات ہوتی ہے ، اور خوشی میسر آنے پر شکر کرنا بھی ان کے لئے ایک معمول کی بات ہوتی ہے ، انہوں نے اپنے تمام معاملات اللہ کے سپرد کئے ہوتے ہیں اور وہ اسی سے مغفرت و بخشش اور رحمت کا سوال کرتے ہیں -
قانون الہی :
مسلمانو ! کوئی امت اللہ کی سنت کونیہ سے خارج نہیں ہوتی چاہے زمانے کتنے ترقی کر جائیں یا تنزلی میں مبتلا ہوں اور کوئی زمین میں چاہے کتنا ہی سرکش ہوجائےاور اللہ کے احکام سے کتنا ہی باغی بن جائیے اور یہ

تہذیبیں اس کے سوا کیا ہیں کہ یکے بعد دیگرے آتی صدیاں ہیں یا بستیاں ہیں جن میں سنت الٰہیہ (اللہ کا قانون) رواں دواں ہے ، جس میں کوئی تغیر و تبدیلی ہونے والی نہیں ہے -

مسلمان کی بے خبری

آپ کو اس بات پر تعجب ہوگا کہ بعض مسلمان اس بات سے بے خبر ہوچکے ہیں اور بکثرت لوگ اس سے غفلت میں مبتلا ہیں یہی وجہ ہے کہ ان ہوں نے غیر اللہ سے ڈرنا شروع کر رکھا ہے اور وہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہوبیٹھے ہیں - اور اللہ کے بندوں کو دہشت زدہ کرنے والے کافروں کی روش پر چل رہے ہیں -

اللہ سے حسن ظن

خبردار ! ان حالات میں واجب یہ ہے کہ ہم اللہ پر حسن ظن رکھیں اس کی طرف رجوع کریں اور اپنے نفس کا محاسبہ کریں ، اللہ سے گڑ گڑا کر دعائیں مانگیں اور اللہ تعالی اپنی مخلوق کے ساتھ لوگوں کے وہم و گمان سے بھی زیادہ لطف و کرم کرنے والے ہے -

مسلمانو ! اللہ ہر پکارنے والے کی سننے والا ہے ، ہر مناجات و سرگوشی کرنے والے کے قریب ہے ـــــ اس نے اپنے بندوں کو دعاء کرنے کا حکم فرمایا ہے اور خود دعاء کو قبول کرنے کا عہد کیا ہے ـــ اس نے بندوں کو اللہ پر توکل کرنے کا حکم دیا ہے اور خود اس نے ان کے لئے کافی ہونے کا وعدہ فرمایا ہے -

اللہ کے رسول ﷺاور ان کی امتیں آزمائی گئیں اور طرح طرح کے مصائب و مشکلات سے دوچار ہوئی ہیں اور اللہ کی طرف سے کشائش اور اس کی رحمت بہت ہی قریب ہے ، اور یہ چیزیں وہاں سے آتی ہیں جہاں سے لوگ سوچ بھی نہیں سکتے جیسا کہ ارشاد الہی ہے :

وَاللَّـهُ غَالِبٌ عَلَىٰ أَمْرِهِ وَلَـٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ

یوسف – 21

اللہ اپنے امر و ارادہ پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے -

خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی

یہ امت اسلامیہ دوسری عام امتوں کی طرح نہیں ہے بلکہ یہ برگزیدہ ، مرحومہ اور فتح و نصرت یافتہ امت ہے ، اس پر چاہے جتنی بھی مصیبتیں آئیں اور ضعف و کمزوری کے چاہے کتنے ادوار گزریں بہرحال رحمتیں اور فتح و نصرت اسی کا مقدر ہے - حضرت ثوبان رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺنے ارشاد فرمایا:

{ اللہ تعالی نے میرے لئے ساری زمین سمیٹ سکیڑ دی اور میں نے اس کا مشرق و مغرب سب دیکھ لیئے ــــ } اسی حدیث میں آگے چل کر آپ ﷺ فرماتے ہیں " میرے رب نے فرمایا : اے محمد ! میں جب کوئی فیصلہ کر دیتا ہوں تو اسے کوئی نہیں بدل سکتا ، اور میں نے آپ کی امت کو یہ انعام دے رکھا ہے کہ انہیں قحط سالی سے ہلاک نہیں کروں گا اور ان کے اپنے آپ کے سوا دوسرے دشمنوں کو ان پر مسلط نہیں کروں گا جو کہ ان کی عزتوں سے کھیلیں اگر چہ ساری دنیا کے لوگ بھی ان کے خلاف ہوجائیں ۔ حتی کہ یہ خود ہی ایک دوسرے کو ہلاک کرنے لگیں گے اور ایک دوسرے کو قیدی بنانے لگیں گے ۔ } (صحیح مسلم)

حسن انجام : امت کا مقدر

غرض جس امت کے اللہ تعالی نے یہ اوصاف بیان کئے ہیں اسے کسی بھی حالت میں مایوس نہیں ہونا چاہیئے اور نہ ہی اس کے بارے میں کبھی بھی یہ سوچنا چاہیئے کہ یہ امت مر چکی ہے ــ اس کا معاملہ ختم ہوچکا ہے یہ وہم و گمان صرف وہی کر سکتا ہے جو اللہ سے بدظنی رکھے اگر چہ اس امت کی تاریخ میں کئی مدو جزر اور اتار و چڑھاؤ آئے ہیں لیکن یہ ایک ثابت و قائم حقیقت ہے کہ بہرحال حسن انجام صرف امت مسلمہ ہی کے حق میں رہا ہے ، آپ دعائیں کرتے رہیں کہ یہی وہ اسلحہ ہے جو شکست نہیں دیا جاتا اور یہی وہ تیر ہے جو کبھی خطا نہیں جاتا ۔ ارشاد الہی ہے :

ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ﴿٥٥﴾ وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا ۚ إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ

الأعراف – 56/55

تم لوگ اپنے پروردگار سے دعا کیا کرو گڑگڑا کر کے بھی اور چپکے چپکے بھی۔ واقعی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ناپسند کرتا ہے جو حد سے نکل جائیں۔ اور دنیا میں اس کے بعد کہ اس کی درستی کردی گئی ہے، فساد مت پھیلاؤ اور تم اللہ کی عبادت کرو اس سے ڈرتے ہوئے اور امیدوار رہتے ہوئے۔ بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت نیک کام کرنے والوں کے نزدیک ہے۔

اللہ سے تعلق پیدا کرنا اور اسی کے ساتھ اطمینان پانا توحید کی حقیقت ہے ۔

سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون و سلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین

(40) ذو الحجہ کے پہلے دس دن کےفضائل واعمال

فضائل:

اعمال:

یوم عرفہ کاروزہ رکھنا:

عرفہ کے دن دعا کرنا:

حج وعمرہ کرنا:

سچی توبہ:

دس ذی الحجہ کو قربانی کرنا:

اسلامی بھائیو! قمری سال کے آخری مہینہ کانام ذی الحجہ ہے یہ مہینہ ان حرمت والے مہینوں میں سے ایک ہے جس کو اللہ تعالی نے زمین وآسمان کی تخلیق ہی کے وقت سے محترم بنا رکھا ہے، اسی مہینہ میں حج جیسا اہم فر یضہ ادا کیا جاتا ہے، پورے عالم اسلام میں قربانی کی جاتی ہے اور سال کا دوسرا اسلامی تہوار منایا جاتا ہے، اس مہینے کے پہلے دس دنوں کی بڑی فضیلت ہے ان دس دنوں میں نیک اعمال دوسرے دنوں کی بنسبت اللہ تعالی کو زیادہ محبوب ہیں۔

فضائل: کتاب وسنت سے عشرۂ ذی الحجہ کی عظمت وفضیلت واضح ہے، فرمان باری تعالی ہے:

وَالفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ

الفجر – 2/1

" قسم ہے فجر اور دس راتوں کی"مشہور مفسر امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر معالم التنزیل میں بحوالہ عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نقل فرماتے ہیں [ولیال عشر] سے مراد ذی الحجہ کے ابتدائ دس دن ہیں اور یہی قول مجاہد ، قتادہ، ضحاک، سدی اور کلبی رحمہم اللہ تعالی کا ہے۔

دوسری جگہ اللہ تعالی کافرمان ہے :

وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ

الحج – 28

"اورمعلوم دنوں میں اللہ کا نام یاد کریں"۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بحوالہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نقل فرمایا ہے کہ ان معلوم دنوں سے مراد ذی الحجہ کے ابتدائ دس دن ہیں، ملاحظہ ہو (صحیح بخاری ،کتاب العیدین)

فرمان نبوی ﷺ ہے:

ما من أيام العمل الصالح فيهن أحب إلى الله من هذه الأيام العشر فقالوا يا رسول الله ولا الجهاد في سبيل الله ؟ فقال رسول الله صلى الله عليه و سلم ولا الجهاد في سبيل الله إلا رجل خرج بنفسه وماله ولم يرجع من ذلك بشيئ
"ذی الحجہ کے ان دس دنوں سے بہتر ایسا کوئ دن نہیں جس میں نیک عمل اللہ کے نزدیک محبوب ہو، صحابہ نے پوچھا یارسول الﷺ! کیا جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں؟ آپ نے فرمایا جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں، ہاں مگر وہ شخص جو اپنی جان ومال کے ساتھ" راہ جہاد میں" نکلے اور کچھ واپس لےکر نہ آئے یعنی اپنی جان ومال اسی راہ میں قربان کردے" علامہ البانیرحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ (صحیح سنن ابی داؤد)
آپ ﷺنےیہ بھی فرمایا:
ما من عمل أزكى عند الله عز و جل ولا أعظم أجرا من خير يعمله في عشر الأضحى قيل ولا الجهاد في سبيل الله قال ولا الجهاد في سبيل الله عز و جل الا رجل خرج بنفسه وماله فلم يرجع من ذلك بشيء
"یعنی اللہ عزوجل کے نزدیک عشرۂ ذی الحجہ میں نیک عمل کرنے سے زیادہ پاکیزہ اور زیادہ ثواب کا حامل کوئ عمل نہیں ہے، کہا گیا کہ جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں؟ آپ نے فرمایا جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں، ہاں البتہ اس شخص کا جہاد جس نے اپنی جان ومال کو خطرے میں ڈال دیا اور کچھ بھی واپس نہ لاسکا " (مسند احمد ،دارمی، اس حدیث کی اسناد حسن ہے، ملاحظہ ہو ارواء الغلیل ج٣/ ٣٩٨)
مذکورہ آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے عشرۂ ذی الحجہ کی عظمت وفضیلت روزروشن کی طرح واضح ہے ، اسی بناپر علمائےمحققین فرماتے ہیں کہ عشرۂ ذی الحجہ کےایام مجموعی طور پر عشرۂ رمضان سے بھی افضل ہے، اس لئے کہ اس میں بہت سی بنیادی عبادتیں اکٹھی ہوجاتی ہیں جیسے نماز ، روزہ، صدقہ اور حج وغیرہ اور یہ ان کے علاوہ کسی اور دن میں جمع نہیں ہوتیں، اس لئے اللہ کے نیک بندے ان دس دنوں میں زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرکے زاد آخرت جمع کرنے کی کوشش کرتےتھے۔
امام دارمی رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کے متعلق نقل کیا ہے کہ جب عشرۂ ذی الحجہ داخل ہوجاتا تو سعید بن جبیر تاحد استطاعت عبادت کرتے تھے۔
عشرۂ ذی الحجہ کے فضائل میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ اس کا نواں دن یوم عرفہ ہے، یہ وہی دن ہے جس میں اللہ تعالی نے دین اسلام کو مکمل فرمایا اور اہل اسلام پر اپنی نعمت کو پورا فرمایا اور یہی وہ عظیم دن ہے جس میں اللہ تعالی کثرت سے گنہگاروں کو جہنم کی آگ سے آزادی

عطافرماتا ہے، اس لئے ہر مسلمان کو حتی الامکان عشرۂ ذی الحجہ کی قدر کرکے زیادہ سے زیادہ حصول ثواب کی فکر کرنی چاہئے۔
اعمال: کثرت سے تسبیح وتحمید اور تہلیل پڑھنا: اس عشرۂ میں تکبیروتحمید اور تہلیل کا بکثرت ورد کرنا مسنون ہے
مَا مِنْ أَيَّامٍ أَعْظَمُ عِنْدَ اللَّهِ وَلَا أَحَبُّ إِلَيْهِ الْعَمَلُ فِيهِنَّ مِنْ هَذِهِ الْأَيَّامِ الْعَشْرِ فَأَكْثِرُوا فِيهِنَّ مِنْ التَّهْلِيلِ وَالتَّكْبِيرِ وَالتَّحْمِيدِ
" اللہ کے نزدیک ان دس دنوں میں عمل صالح کرنا جس قدر محبوب اور عظیم المرتبت ہے اتنا دوسرے دنوں میں محبوب نہیں ہے اس لئے تم ان دس دنوں میں کثرت سے لا الہ الا اللہ ، اللہ اکبر اور الحمد للہ کہا کرو" (مسند احمد ، طبرانی)
تکبیر کے کوئ خاص الفاظ وصیغے آپ ﷺسے ثابت نہیں ہیں بلکہ جتنے بھی الفاظ وصیغے ہیں وہ صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم اجمعین سے ماثور ومنقول ہیں ۔ ملاحظہ ہو (ارواء الغلیل ج۳/ ۱۲۵)
تکبیرات کے صیغے یہ ہیں :
(۱ (الله أكبر الله أكبركبيرا .
(2) الله أكبر الله أكبر لا إله إلا الله والله أكبر الله أكبر ولله الحمد.
اور تکبیر دوطرح سے کہنا مشروع ہے۔ (۱) تکبیر مطلق۔ (۲) تکبیر مقید۔
تکبیر مطلق کا مطلب یہ ہے کہ ہر آن اور ہر لمحہ مسجدوں ،گھروں، بازاروں، گلی کوچوں، راستوں، فرض اور نفلی نمازوں کے بعد، اورہر اس جگہ جہاں اللہ کے ذکر کی اجازت ہے تکبیر کہتا رہے ، یہ تکبیر مطلق ہے اور اس کا وقت ذی الحجہ کا چاند نکلنے ہی سے شروع ہوجاتا ہے اور تکبیر مقید یہ ہے کہ عرفہ کے دن فجر کی نماز کے بعد سے تکبیر کہنا شروع کیاجائے اور ایام تشریق کے آخری دن کے نماز عصر تک تکبیر کہتا رہے ۔
حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں تکبیر کی ابتداء اور انتہاء کے بارے میں مختلف اقوال ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے اس سلسلہ میں کوئ حدیث ثابت نہیں ہے ، البتہ حضرات صحابہ سے اس سلسلے میں جو کچھ وارد ہیں اس میں سب سے زیادہ صحیح قول حضرت علی اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کاہے کہ تکبیر مقید کا وقت یوم عرفہ کی صبح سے شروع ہوکر منی کے آخری دن تک رہتا ہے، ابن المنذر وغیرہ نے اس کو بیان کیا ہے ۔ ملاحظہ ہو (فتح الباری ج۲/ ۴۶۲)
ابن قدامہ المقدسی المغنی میں فرماتے ہیں کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ کس حدیث کی بنیاد پر آپ یہ کہتے ہیں کہ تکبیر مقید عرفہ

کے دن نماز فجر سے شروع کیا جائے اور ایام تشریق کے آخری دن تک ختم کیا جائے تو امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا اس پر حضرت عمر، حضرت علی اورحضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین کا اجماع رہاہے۔
انتہی کلامہ، ملاحظہ ہو (المغنی ۲۸۹۳۳ ، ارواء الغلیل ج۳/ ۱۲۵)
مرد بآواز بلند تکبیر کہیں گے اور عورتیں آہستہ آہستہ تکبیریں کہیں گی، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ ان دس دنوں میں حضرت ابن عمر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما تکبیر پکارتے ہوئے بازار نکلتے اور لوگ بھی ان کے ساتھ تکبیر کہنا شروع کردیتے، ملاحظہ ہو (صحیح بخاری کتاب العیدین)
مقصد یہ تھا کہ تکبیر سن کر لوگوں کو تکبیر یاد آجائے اور لوگ بھی تکبیر پڑھنا شروع کردیں ، ہاں ایک بات مد نظر رہے کہ بیک آواز اجتماعی تکبیر نہ پکارا جائے کیوں کہ ایسا کرنا مشروع اور جائز نہیں ہے، بلکہ ہر آدمی علیحدہ علیحدہ تکبیر پکارے، آج تکبیر کہنے کی سنت ہمارے درمیان سے ختم ہوتی جارہی ہے، بہت کم لوگوں کو آپ تکبیر کہتے ہوئےسنیں گے، اس لئے سنت کو زندہ کرنے کے لئے ہمیں کثرت سے تکبیرات کا اہتمام کرنا چاہئے، اگر ہم نے اس مردہ سنت کو زندہ کیا تو یقین جانئے اس میں ہمارے لئے عظیم ثواب ہے، فرمان نبوی ﷺہے
من أحيا سنة من سنتي قد أميتت بعدي فإن له من الأجر مثل من عمل بها من غير أن ينقص من أجورهم شيئا
" جس نے میری سنت کو زندہ کیا جو میرے بعد چھوڑدی گئ تھی تو اس کے لئےان لوگوں کی مانند ثواب ہے جنہوں نے اس پر عمل کیا بغیر اس کے کہ ان کے ثواب میں سے کچھ کم کیا جائے" (سنن ترمذی ، یہ حدیث اپنی شواہد کی بناپر حسن ہے)
اس لئے ہمیں ذی الحجہ کے ان ابتدائ دس دنوں میں کثرت سے اللہ رب العزت کی بڑائ ،بزرگی اور اس کی تحمید وتقدیس بیان کرنی چاہئے۔
یوم عرفہ کاروزہ رکھنا: اس دن روزہ رکھنے کا بڑا اجر وثواب ہے اور یہ دوسال کے گناہونکا کفارہ ہے، حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺنے فرمایا:
صيام يوم عرفة إني أحتسب على الله أن يكفر السنة التي قبله والتي بعده
عرفہ۹/ ذی الحجہ کےدن کے روزہ کے بارے میں مجھے اللہ تعالی سے امید ہے کہ اگلے اور پچھلے دو سال کے گناہ معاف ہوجائیں گے " (صحیح مسلم)
یہ روزہ غیر حاجیوں کے لئے مستحب ہے البتہ حاجیوں کے لئے اس دن کاروزہ رکھنا مسنون نہیں ہے، کیوں کہ نبی کریم ﷺنے حجۃ الوداع کے

موقع پر عرفہ میں روزہ نہیں رکھا تھا، چنانچہ ام الفضل بنت الحارث رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ کچھ لوگ ان کے پاس جھگڑا کرنے لگے کہ آنحضرت ﷺنے عرفہ کو روزہ رکھا ہے یا نہیں کچھ نے کہا آپ روزے سے ہیں اور کچھ نے کہا نہیں آپ روزے سے نہیں ہیں ، پھر ام الفضل نے دودھ کاایک پیالہ آپ ﷺکے پاس بھیجا ،آپ اونٹ پر سوا ر تھے، آپ نے پی لیا۔" (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

عرفہ کے دن دعا کرنا: عرفہ کے دن دعا کرنے کی بڑی فضیلت ہے نبی کریم ﷺنے فرمایا:

خَيْرُ الدُّعَاءِ دُعَاءُ يَوْمِ عَرَفَةَ وَخَيْرُ مَا قُلْتُ أَنَا وَالنَّبِيُّونَ مِنْ قَبْلِي { لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ}

سب سے بہترین دعا عرفہ کے دن کی دعا ہے اور سب سے افضل دعا جو میں نے اور مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام نے کی وہ یہ ہے "

{لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ}

علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں یہ بھی دلیل ہے کہ یوم عرفہ کی دعا اکثروبیشتر قابل قبول ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہو (کتاب التمہید ج۶/ ۴۱)

اس لئے جو لوگ حج پر نہیں گئے ہوں انہیں بھی چاہئے کہ اس عظیم دن میں دعا کا اہتمام کریں اور قبولیت دعا کی امید میں اپنے لئے اور اپنے والدین، بیوی، بچے، تمام مسلمانوں اور دین اسلام کی سربلندی کے لئے دعا کریں۔

حج وعمرہ کرنا: اس عشرہ میں کئے جانے والے بہترین اعمال میں سے ایک بہترین عمل اللہ کے گھر کاحج بھی کرنا ہے اور جسے اللہ اپنے گھر کے حج کی توفیق دے اور وہ حج کے اعمال کو بحسن وخوبی انجام دے تو اسے نبی کریم ﷺکے فرمان کے مطابق جنت ضرور ملے گی، ارشادنبوی ﷺہے:

الْحَجُّ الْمَبْرُورُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلا الْجَنَّةُ

"حج مبرور کا بدلہ تو جنت ہی ہے" اعمال صالحہ کا اہتمام: اس عشرہ میں نیک عمل اللہ تعالی کو بہت ہی محبوب ہے اس لئے جو شخص حج پر قادر نہ ہو اسے چاہئے کہ کہ اس سنہرے ایام اور مبارک اوقات کو اللہ کی اطاعت میں لگائے، یعنی نما، تلاوت قرآن، ذکر الہی، دعا ، سدقہ ، والدین کی اطاعت، صلہ رحمی، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر علاوہ ازیں نیک اور اطاعت کے جوبھی راستے ہوں اس کو انجام دے ۔

سچی توبہ: ویسے تمام ہی اوقات میں مسلمانوں پر توبہ کرنا واجب ہے لیکن سنہرے ایام اور مبارک ساعات و اوقات میں توبہ کرنے کی بہت زیادہ اہمیت ہے، اس لئے ہمیں اس عشرہ کو باعث غنیمت سمجھتے ہوئے اللہ کے سامنے سچی توبہ کرنا چاہئے اور توبہ کرنے میں تاخیر نہیں کرنی چاہئے ،کیوں کہ کو ئ نہیں جانتا کہ اسے کس لمحہ موت آجائے اور پھر اسے توبہ کی توفیق نصیب نہ ہو اور اگر کسی مسلمان کو اس سنہرے ایام اور مبارک اوقات میں نیک اعمال کی بجا آوری کے ساتھ ساتھ توبہ کی توفیق بھی نصیب ہوجائے تویہ اس کی کامیابی کی دلیل ہے ، فرمان الہی ہے:

فَأَمَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسَى أَنْ يَكُونَ مِنَ الْمُفْلِحِينَ

القصص – 67

" ہاں جو شخص توبہ کرلےایمان لے آئے اور نیک کام کرےیقین ہے کہ وہ نجات پانے والوں میں سے ہوجائے گا "۔

دس ذی الحجہ کو قربانی کرنا: اس دن ساری دنیا کے مسلمان قربانی کرتے ہیں جس کو یوم النحر کہا جاتا ہے، اس دن تمام اعمال سے افضل قربانی کا خون بہانا ہے، فرمان نبوی ﷺہے:

إِنَّ أَعْظَمَ الأَيَّامِ عِنْدَ اللَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَوْمُ النَّحْرِ ثُمَّ يَوْمُ الْقَرِّ

" تمام دنوں سے بہتر اللہ کے نزدیک قربانی کا دن ہے ، پھر منی میں ٹھہرنے کا دن ہے " (سنن ابوداؤد اس حدیث کی اسناد جید ہے ، ملاحظہ ہو تحقیق مشکاۃ ج٢/ ٨١٠)

قربانی کا ثبوت قرآن وحدیث اور اجماع امت سے ہے، قرآن پاک میں اللہ تعالی نے دو مقامات پر نماز اور قربانی کا ایک ساتھ ذکر فرماکر قربانی کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے ،سورۃ الکوثر میں اللہ تعالی نے واضح طور پر نماز کے ساتھ قربانی کا حکم دیا ہے:

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ

الکوثر – 2

" پس تو اپنے رب کے لئے نماز پڑھ اور قربانی کر "۔

اس طرح ایک دوسری جگہ نماز اور قربانی کا ذکرساتھ ساتھ کیا گیا ہے ۔ ارشاد الہی ہے:

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلهِ رَبِّ العَالَمِينَ

الانعام – 162

نیز اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے ہجرت مدینہ کے بعد مدنی زندگی میں باقاعدگی کے ساتھ ہر سال قربانی کی

اور اپنی امت کو بھی تاکید فرمائ کہ ان کا ہر گھرانہ ہر ســـال قربانی دے،
حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں:
أَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺبِالْمَدِينَةِ عَشْرَ سِنِينَ يُضَحِّي
" رسول اللہ ﷺنے دس سال مدینہ میں قیام فرمایا اور ہر سال قربانی کی " (سنن ترمذی)
حضرت مخنف بن سلیم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺکے ساتھ عرفات میں تھے تو آپ ﷺنے فرمایا:
يا أيها الناس إن على كل أهل بيت في كل عام أضحية
"اے لوگو! ہر سال ہر گھر والوں پر قربانی ہے " (سنن ابوداؤد ،سنن ترمذی، الفاظ حدیث ســنن ابی داؤد کے ہیں علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس کوصــحیح قرار دیا ہے، ملاحظہ ہو (صحیح سنن ترمذی ج۹۳/۲)
معلوم ہوا کہ قربانی سنت مستمرہ ہے یہ اسلام کا شعار اور اسلامی تہذیب وتاریخ کا ایک بڑا نشان ہے، عہد نبوی ﷺسے لے کر آج تک تمام مسلمانوں کااسی پر عمل رہاہے، اور تا قیامت اس پر عمل رہے گا۔ان شاء اللہ
جانور کی قربانی کرتے وقت ایک مســلمان کے اندر یہ جذبہ زندہ رہناچاہئے کہ گرچہ ہم ایک جانور کو اللہ کی راہ میں قربانی کررہے ہیں لیکن درحقیقت ہم اللہ کے راســتہ میں اپنی محبوب ســـے محبوب ترین شــئ کو بھی قربان کرســکتے ہیں ، یاد رکھیں دنیا کا کوئ نظام بغیر ایثار وقربانی کے زندہ نہیں رہ سکتا ، قوموں کے عروج وبقاء کے لئے قربانی ناگزیر اور ضروری ہے، دنیا میں سرداری وسربلندی سے وہی قوم ہمکنار ہوسکتی ہے جس کے اندر ایثار وقربانی کا جذبہ بدرجہ اتم موجود ہو۔
آج بھی ہوجو ابراہیم سا ایماں پیدا
آگ کرسکتی ہے انداز گلستاں پیدا
آخر میں اللہ تعالی ســے دعا ہے کہ ہم تمام مسلمانوں کو ذی الحجہ کے پہلے دس دنوں میں زیادہ ســـے زیادہ نیک اعمال کرنے کی توفیق عطافرمائے۔
(آمین یا رب العالمین)

مؤلف کی مزید کتب
کا مطالعہ بھی کریں۔

مکتبہ دارالرحیل کراچی 03172134743